اسلام کے عقائد

قرآن مجید کی روشنی میں

دوسری جلد

علامہ مرتضیٰ عسکری

مترجم:

اخلاق حسین پکھناروی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے"

قال اللہ تعالی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

ارشادرب العزت ہے:

اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیتؑ سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اسلام کے عقائد

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

"انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ، وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلّوا ابدا وانھما لن یفترقا حتّیٰ یردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(اختلاف عبارت کے ساتھ: صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، ۳۶۶/۴، ۳۷۱ اور ۱۸۲/۵، ۱۸۲ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳ وغیرہ۔)

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔کراچی
شمارہ دیوی: ۲۹۷/۱۵۶
شمارہ ثبت: ج۳۔ ۱۰۱۷۳۰
تاریخ ثبت: ۱۳۸۷/۱۱/۲۲

اسلام کے عقائد

قرآن مجید کی روشنی میں

دوسری جلد

علامہ مرتضی عسکری

مترجم:
اخلاق حسین پکھناروی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

سرشناسه	: عسکری، مرتضی، ۱۲۹۲
عنوان قراردادی	: عقاید الاسلام من القرآن الکریم. اردو.
عنوان و نام پدیدآور	:اسلام کی عقاید قرآن مجید کی روشنی میں / مرتضی عسکری ؛ ترجمه اخلاق حسین پکهناروی
مشخصات نشر	: قم: مجمع جهانی اهل بیت(ع)، ۱۳۸۶.
مشخصات ظاهری:	۲ج.
شابک	: (ج. ۱): 964-529-054-6؛ (ج. ۲): 964-529-055-4؛ (ج. ۳) 964-529-261-2
وضعیت فهرست نویسی	: فیپا
موضوع	: اسلام -- عقاید -- جنبه‌های قرآنی.
شناسه افزوده	: پکهناروی، اخلاق حسین ، مترجم
رده بندی کنگره	: ۱۳۸۶ ۴۶ ۵۲ع ۶۷ع/BP۱۰۴
رده بندی دیویی	: ۲۹۷/۱۵۹
شماره کتابشناسی ملی	: ۱۰۵۷۷۷۰

نام کتاب: اسلام کے عقائد (دوسری جلد)

مؤلف: علامہ سید مرتضی عسکری

مترجم: اخلاق حسین پکھناروی

تصحیح: سید اطہر عباس رضوی (الہ آبادی)

نظر ثانی: ہادی حسن فیضی

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

کمپوزنگ: وفا

طبع اول: ۱۴۲۸ھ ۲۰۰۷ء

تعداد: ۳۰۰۰

مطبع: اعتماد

ISBN:964-529-055-4

www.ahl-ul-bayt.org

info@ahl-ul-bayt.org

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیروؤں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب

اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے

کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت وطہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی وتحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج واشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علاّم سید مرتضی عسکری کی گرانقدر کتاب ''عقائد اسلام درقرآن کریم'' کو فاضل جلیل مولانا اخلاق حسین پکھناروی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں [1]

علامہ سید مرتضیٰ عسکری نے جو کچھ نصف صدی کے زیادہ سے عرصہ میں تحریر کیا ہے، مباحث کے پیش کرنے اور اس کی ارتقائی جہت گیری میں ممتاز اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں، ان کی تحقیقات اور ان کے شخصی تجربے اس طولانی مدت میں ان کے آثار کے خلوص وصفا میں اضافہ کرتے ہیں، وہ انھیں طولانی تحقیقات کی بنیاد پر اپنے اساسی پروگرام کو اسلامی معاشرہ میں بیان اور اجراء کرتے ہیں، ایسے دقیق اور علمی پروگرام جو ہمہ جہت استوار اور متین ہیں، روز افزوں ان کے استحکام اور حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مباحث کا دائرہ وسیع تر اور ثمر بخش ہو جاتا ہے نیز افراط و تفریط اور اساسی نقطۂ نگاہ سے عقب نشینی اور انصراف سے مبرا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو مباحث کے مضمون اور اس کے وسیع اور دائمی نتائج سے مکمل واضح ہے۔

علامہ عسکری کا علمی اور ثقافتی پروگرام واضح ہدف کا مالک ہوتا ہے: ان کی کوشش رہتی ہے کہ اسلامی میراث کو تحریفات اور افترا پردازیوں سے پاک وصاف پیش کریں، جن تحریفات اور افترا پردازیوں کا دشوار اور پیچیدہ حالات میں پیغمبر اکرم کی حیات کے بعد اسلام کو سامنا ہوا، ان کی کوشش ہے کہ اسلام کی حقیقت واصالت نیز اس کے خالص اور پاک وصاف منبع تک رسائی حاصل کریں اور اس کے بعد اسلام کو جیسا تھا نہ کہ جیسا ہو گیا پاک وصاف اور خالص انداز سے امت اسلامیہ کے سامنے پیش کریں۔

اسلامی تہذیب میں اس طرح کا ہدف لے کر چلنا ابتدائے امر میں کوئی نئی اور منحصر بہ فرد چیز نہیں تھی، کیونکہ ایسی آرزو اور تمنا بہت سارے اسلامی مفکرین ماضی اور حال میں رکھتے تھے اور رکھتے ہیں، لیکن جو چیز علامہ عسکری کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے اور انھیں خاص حیثیت کی مالک بناتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جزئی اور محدود اصلاح کی فکر میں نہیں ہیں تا کہ ایک نظر کو دوسری نظر سے اور ایک فکر کو دوسری فکر سے موازنہ کرتے

---

(۱) ''سلیم الحسنی'' کے مقالے کا ترجمہ کچھ تلخیص کے ساتھ جو عربی زبان کے ''الوحدۃ'' نامی رسالہ میں شائع ہوا ہے، نمبر ۱۷۶، شوال ۱۴۱۵ھ، ص ۳۸.

ہوئے تحقیق کریں، نیز اپنے نقد و تحلیل کی روش کو دوسروں کو قانع کرنے کے لئے محدود قضیہ کے اردگرد استعمال کریں بلکہ وہ اسلام اور اسلامی میراث میں تحریف اور کجروی کے اصل سرچشمے کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ شناخت کے بعد اس کا علاج کرنے کے لئے کما حقہ قدم اٹھائیں؛ اور چونکہ تحریف اور انحراف و کجروی کو قضیہ واحدہ کی صورت میں دیکھتے ہیں لہٰذا اصلی اور خالص اسلام تک رسائی کو بھی بغیر ہمہ جانبہ تحقیق و بررسی کے جو کہ تمام اطراف و جوانب کو شامل اور حاوی ہو، بعید اور غیر ممکن تصور کرتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام جوانب اور فروعات کی تحقیق و بررسی کیلئے کمربستہ نظر آتے ہیں، نیز خودساختہ مفروضوں اور قبل از وقت کی قضاوت سے اجتناب کرتے ہیں، اسی لئے تمام تاریخی نصوص جیسے روایات، احادیث اور داستان وغیرہ جو ہم تک پہنچی ہیں ان سب کے ساتھ ناقدانہ طرز اپناتے ہیں اور سب کو قابل تحقیق موضوع سمجھتے ہیں اور کسی ایک کو بھی بے اعتراض اور نقص و اشکال سے مبرا نہیں جانتے وہ صرف علمی اور سالم بحث و تحقیق کو قرآن کریم اور قطعی اور موثق سنت کے پرتو میں ہر کھوٹے کھرے کے علاج اور تشخیص کی تنہا راہ سمجھتے ہیں تاکہ جھوٹ اور سچ اور انحراف کے مقابل اصالت کی حدومرز مشخص ہو جائے۔

علامہ عسکری نے اپنے تمام علمی کارناموں، مشہور تالیفات اور شہرہ آفاق مکتوبات کی اسی روش پر بنیاد رکھی ہے اور ان کو رشتۂ تحریر میں لائے ہیں، ایسی تالیفات جو مختلف علمی میدانوں میں ہیں لیکن اصلی و اساسی مقصد میں ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور اس ہدف کے تحقق کی راہ میں سب ہم آواز ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر علامہ عسکری کو تاریخ نگار یا تاریخ کا محقق کہیں تو ہماری یہ بات دقیق اور صحیح نہیں ہوگی، جبکہ یہ ایک ایسا عنوان ہے جو بہت سارے قارئین کے اذہان میں (ان کی عبداللہ ابن سبا نامی کتاب کے وجود میں آنے کے بعد چالیس سال پہلے سے اب تک) راسخ اور جاگزیں ہو چکا ہے۔

ہاں علامہ عسکری مورخ نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک ایسے پروگرام کے بانی اور مؤسس ہیں جو جامع اور وسیع ہے جس کی شاخیں اور فروعات، اسلامی میراث کے تمام جوانب کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں، وہ جہاں بھی ہوں انحراف و کجروی اور اس کے حدود کے خواہاں اور اس کی چھان بین کرنے والے ہیں، تاکہ اصلی اور خالص اسلام کی شناسائی اور اس کا اثبات کرسکیں، شاید یہ چیز اسی کتاب (عقائد اسلام در قرآن کریم) میں معمولی غور و فکر سے حاصل ہو جائے گی، ایسی کتاب جس کی پہلی جلد تقریبا ۵۰۰ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں منتشر ہو چکی ہے۔

یہ کتاب اسلام کے خالص اور صاف ستھرے عقائد کو قرآن کریم سے پیش کرتی ہے، چنانچہ جناب علامہ عسکری خود اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ قرآن کریم اسلامی عقائد کو نہایت سادگی اور کامل انداز میں بیان کرتا ہے، اس طرح سے کہ ہر عاقل عربی زبان سے ایسا آشنا جو سن رشد کو پہونچ چکا ہے اسے بخوبی سمجھتا اور درک کرتا ہے'' علامہ عسکری اس کتاب میں نرم اور شگفتہ انداز میں علماء پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلامی عقائد میں یہ پیچیدگی، الجھاؤ اور اختلاف و تفرقہ اس وجہ سے ہے کہ علماء نے قرآن کی تفسیر میں فلسفیوں کے فلسفہ، صوفیوں کے عرفان، متکلمین کے کلام، اسرائیلیات اور رسول خدا کی طرف منسوب دیگر غیر تحقیقی روایات پر اعتماد کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی ان کے ذریعہ تاویل اور توجیہ کی ہے اور اپنے اس کارنامہ سے اسلام کے عقائد میں طلسم، معمے اور پہیلیاں گڑھ لی ہیں کہ جسے صرف فنون بلاغت، منطق، فلسفہ اور کلام میں علماء کی علمی روش سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں اور یہی کام مسلمانوں کے (درمیان) مختلف گروہوں، معتزلہ، اشاعرہ، مرجئہ وغیرہ میں تقسیم ہونے کا سبب بن گیا ہے۔

لہٰذا یہ کتاب اپنی ان خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے یقیناً یہ بہت اچھی کتاب ہے جو اسلامی علوم کے دوروں کے اعتبار سے بہترین درسی کتاب ہوسکتی ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں کو محسوس ہوگا کہ ہمارے استاد علامہ عسکری نے عقائد پیش کرنے میں ایک خاص ترتیب اور انسجام کی رعایت کی ہے اس طرح سے کہ گزشتہ بحث، آئندہ بحث کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، نیز اس تک پہونچنے اور درک کرنے کا راستہ ہے اور قارئین محترم کو قدرت عطا کرتی ہے کہ عقائد اسلام کو دقت نظر اور علمی گہرائی کے ساتھ حاصل کریں، چنانچہ قارئین عنقریب اس بات کو درک کرلیں گے کہ آئندہ مباحث کو درک کرنے کے لئے لازمی مقدمات سے گزر چکے ہیں۔

اس کتاب میں مصنف کی دیگر تالیفات کی طرح لغوی اصطلاحوں پر خاص طرح سے تکیہ کیا گیا ہے، وہ سب سے پہلے قارئین کو اصطلاح لغات کی تعریفوں کے متعلق لغت کی معتبر کتابوں سے آشنا کراتے ہیں، پھر مورد بحث کلمات اور لغات نیز ان کے اصل مادوں کی الگ الگ توضیح و تشریح، اسلامی اور لغوی اصطلاح کے اعتبار سے کرتے ہیں تاکہ اسلامی اور لغوی اصطلاح میں ہر ایک کے اسباب اختلاف اور جہات کو آشکار کریں اور ان زحمتوں اور کلفتوں کو اس لئے برداشت کرتے ہیں تاکہ بحث کی راہ ہموار کریں اور صحیح اور

اساسی استفادہ اور نتیجہ اخذ کرنے کا امکان فراہم کریں۔

اس وجہ سے قارئین کتاب کے مطالعہ سے احساس کریں گے کہ اسلامی عقیدے کو کامل اور وسیع انداز میں جدید اور واضح علمی روش کے ساتھ نیز کسی ابہام و پیچیدگی کے بغیر حاصل کرلیا ہے؛ اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد دیگر اعتقادی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے خود کو بے نیاز محسوس کریں گے اور یہ ایسی خوبی ہے جو دیگر کتابوں میں ندرت کے ساتھ پائی جاتی ہے، بالخصوص اعتقادی کتابیں جو کہ ابہام، پیچیدگی اور تکرار سے علمی و اسلامی سطح میں مشہور ہیں، اسی طرح قارئین اس کتاب میں اسلام کے ہمہ جانبہ عقائد کو درک کرکے قرآن کریم اور اس کی نئی تفسیری روش کے سمجھنے کیلئے خود کو نئی تلاش کے سامنے دیکھتے ہیں، یہ سب اس خاص اسلوب اور روش کا مرہون منت ہے جسے علامہ عسکری نے قرآنی آیات سے استفادہ کے پیش نظر استعمال کیا ہے۔

علامہ سید مرتضی عسکری کی کتاب قرآنی اور اعتقادی تحقیقات میں مخصوص مرتبہ کی حامل ہے، انھوں نے اس کتاب کے ذریعہ اسلام کے اپنے اصلی پروگراموں کو نافذ کرنے میں ایک بلند قدم اٹھایا ہے۔

مباحث کی سرخیاں

۱۔ حضرت آدم کے بعد: حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعتوں میں نسخ:

الف۔ حضرت آدمؑ، نوح اور ابراہیمؑ کی شریعت میں یگانگت اور اتحاد.

ب۔ نسخ و آیت کے اصطلاحی معنی.

ج۔ آیہ کریمہ "ما ننسخ من آیة" اور آیہ کریمہ "اذا بدلنا آیة مکان آیة" کی تفسیر.

د۔ حضرت موسیٰؑ کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص تھی اور حضرت خاتم الانبیاءؐ کی بعثت کے بعد ختم ہوگئی.

ھ۔ ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی.

۲۔ رب العالمین انسان کو آثار عمل کی جزا دیتا ہے.

الف۔ دنیوی جزا.

ب۔ اخروی جزا.

ج۔ موت کے وقت.

د۔ قبر میں.

ھ۔ محشر اور قیامت میں.

و۔ بہشت و دوزخ میں.

ز۔ صبر کی جزا.

عمل کی جزاء آئندہ والوں کی میراث.

شفاعت، بعض اعمال کی جزا ہے.

عمل کا حبط ہونا بعض اعمال کی سزا ہے.

جن اور انسان عمل کی جزاء پانے میں برابر ہیں.

۳۔ "رب العالمین" کے اسماء اور صفات.

الف۔اسم کے معنی.

ب۔رحمان.

ج۔رحیم.

د۔ذوالعرش اوررب العرش.

۴۔''ولله الاسماء الحسنیٰ'' کے معنی.

الف۔اللہ.

ب۔کرسی.

۵۔ اللہ رب العالمین کی مشیت.

الف۔مشیت کے معنی.

ب۔رزق وروزی.

د:رحمت وعذاب.

ج۔ہدایت وراہنمائی.

۶۔بدایامحواثبات ﴿یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت﴾

الف۔بدا کے معنی.

ب۔بداعلمائے عقائد کی اصطلاح میں.

ج۔بدا قرآن کریم کی روشنی میں.

د۔بدامکتب خلفاء کی روایات میں.

ھ۔بدامکتب اہل بیت (ع) کی روایات میں.

۷۔جبروتفویض اوراختیارنیزان کے معنی.

۸۔قضاوقدر.

الف۔قضاوقدر کے معنی.

ب۔ائمہ اہل بیت کی روایات قضاوقدر سے متعلق.

ج۔سوال وجواب.

۱

ا۔ صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ

الف: حضرت آدم اور نوح کی شریعتیں.

ب: نسخ و آیت کی اصطلاح اور ہر ایک کے معنی.

ج: آیۂ کریمہ "ما ننسخ من آیة" اور آیۂ کریمہ: "واذا بدلنا آیة مکان آیة. . ." کی تفسیر

د: موسیٰ کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص تھی اور خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد ختم ہوگئی.

[۱]

انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں

اس بحث میں قرآن کریم اور اسلامی روایات کی جانب رجوع کرتے ہوئے صرف ان امور کو بیان کریں گے جن سے صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں [نسخ] کا موضوع واضح اور روشن ہو جائے، اسی لئے ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ جیسے پیغمبروں کا تذکرہ نہیں کریں گے جن کی امتیں نابود ہو چکی ہیں، بلکہ ہماری گفتگو ان پیغمبروں سے مخصوص ہے جنکی شریعتیں ان کے بعد بھی زندہ رہیں، جیسے حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اس کو ہم زمانے کی ترتیب کے ساتھ ذکر کریں گے۔

حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اور محمدؐ کی شریعتوں میں اتحاد و یگانگت

اوّل: حضرت آدمؑ ابوالبشر

روایات میں منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: روز جمعہ تمام ایّام کا سردار ہے اور خدا کے نزدیک ان میں سب سے عظیم دن ہے، خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو اسی دن خلق فرمایا اور وہ اسی دن باغ (جنت) میں داخل ہوئے اور اسی دن زمین پر اترے (۱) اور حجر الاسود ان کے ہمراہ نازل کیا گیا۔ (۲)

دوسری روایات میں اس طرح آیا ہے: خداوند عالم نے پیغمبروں، اماموں اور پیغمبروں کے اوصیاء کو جمعہ کے دن خلق فرمایا۔

اسی طرح روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ جبرائیلؑ حضرت آدم علیہ السلام کو حج کیلئے لے گئے اور انہیں مناسک کی

---

(۱) صحیح مسلم، ج ۵، ص ۵ کتاب الجمعۃ باب فضل الجمعۃ، طبقات ابن سعد، ج ۱، طبع یورپ۔

(۲) مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۲، ۳۲۷ اور ۵۴۰۔ اخبار مکہ ازرقی (ت ۲۲۳ ھ) طبع ۱۲۷۵ ھ ص ۳۱۔

انجام دہی کا طریقہ سکھایا اور بعض روایات میں مذکور ہے:

بادل کے ٹکڑے نے بیت اللہ پر سایہ کیا، جبرائیل نے سات بار آدم کو اس کے اردگرد طواف کرایا پھر انہیں صفا و مروہ کی طرف لے گئے اور سات بار ان دونوں کے درمیان سعی [رفت و آمد] کی، پھر اسکے بعد ۹ ر ذی الحجہ کو عرفات میں لے گئے حضرت آدمؑ نے عرفہ کے دن عصر کے وقت خداوند عالم کی بارگاہ میں تضرع و زاری کی اور خداوند عالم نے ان کی توبہ قبول کرلی، اسکے بعد دسویں کی شب کو مشعر الحرام لے گئے تو وہاں آپ صبح تک خداوند عالم سے راز و نیاز اور مناجات میں مشغول رہے اور دسویں کے دن منیٰ لے گئے تو وہاں پر توبہ کے قبول ہونے کی علامت کے عنوان سے سر منڈوایا پھر دوبارہ انھیں مکہ واپس لائے اور سات بار کعبہ کا طواف کرایا، اسکے بعد خدا کی خوشنودی کی خاطر نماز پڑھی پھر نماز کے بعد صفا و مروہ کی سمت روانہ ہوئے اور سات بار سعی کی، خداوند عالم نے حضرت آدم وحوّا کی توبہ قبول کرنے کے بعد دونوں کو آپس میں ملادیا اور دونوں کو یکجا کردیا اور حضرت آدم کو پیغمبری کے لئے برگزیدہ فرمایا۔(۱)

دوم: ابوالانبیاء حضرت نوح علیہ السلام

داوند سبحان نے سورۂ نوح میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ☆ قَالَ يَاقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ☆ أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ☆ وَقَالُوا لَاتَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَاتَذَرُنَّ وَدًّا وَلَاسُوَاعًا وَلَايَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ☆(۲)

بیشک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی قوم کو ڈراؤ، نوحؑ نے کہا: اے قوم! میں آشکارا ڈرانے والا ہوں تاکہ خدا کی بندگی کرو اور اس کی مخالفت سے پرہیز کرو نیز میری اطاعت کرو۔

ان لوگوں نے کہا: اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کو نہ چھوڑو۔

قرآن کریم میں حضرت نوحؑ کی داستان کا جو حصہ ہماری بحث سے تعلق رکھتا ہے، وہ سورۂ شوریٰ میں خداوند متعال کا یہ قول ہے کہ فرماتا ہے:

---

(۱) طبقات ابن سعد، طبع یورپ، ج ۱،ص ۱۲، ۱۵، ۳۶، مسند احمد، ج ۱۔۵،ص ۱۷۸ اور ۲۶۵، مسند طیالسی (حدیث ۲۷۹/۹)، بحار الانوار ج ۱۱،ص ۱۶۷ اور ۱۹۷ حضرت آدمؑ کی کیفیت حج سے متعلق متعدد اور مختلف روایات پائی جاتی ہیں. (۲) نوح: ۱/۲/۳/۲۳.

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (۱)

وہی آئین وقانون تمہارے لئے تشریع کیا جس کا نوحؑ کو حکم دیا اور جس کی تم کو وحی کی اور ابراہیمؑ، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا، وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ کرو۔

کلمات کی تشریح

ا۔ودّ، سواع، یغوث اور نسر:علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق سے ،بحار الانوار میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسکا مضمون ابن کلبی کی کتاب الاصنام اور صحیح بخاری میں بھی آیا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

ودّ، سواع، یغوث اور نسر، نیکوکار، مومن اور خدا پرست تھے جب یہ لوگ مر گئے تو انکی موت قوم کے لئے غم واندوہ کا باعث اور طاقت فرسا ہوگئی، ابلیس ملعون نے ان کے ورثاء کے پاس آ کر کہا: میں ان کے مشابہ تمھارے لئے بت بنا دیتا ہوں تا کہ ان کو دیکھو اور انس حاصل کر و خدا کی عبادت کرو، پھر اس نے ان کے مانند بت بنائے تو وہ لوگ خدا کی عبادت کرتے اور بتوں کا نظارہ بھی اور جب جاڑے اور برسات کا موسم آیا تو انھیں گھروں کے اندر لے گئے اور مسلسل خداوند عزیز کی عبادت میں مشغول رہتے، یہاں تک کہ انکا زمانہ ختم ہوگیا اور ان کی اولاد کی نوبت آگئی وہ لوگ بولے یقیناً ہمارے آباء واجداد ان کی عبادت کرتے تھے، اس طرح خداوند کی عبادت کے بجائے انکی عبادت کرنے لگے، اسی لئے خداوند عالم ان کے قول کی حکایت کرتا ہے:

﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا﴾(۲)

۲۔وصیت: انسان کا دوسرے سے وصیت کرنا یعنی، ایسے مطلوب اور پسندیدہ کاموں کے انجام دینے کی سفارش اور خواہش کرنا جس میں اس کی خیر وصلاح دیکھتا ہے۔

خداوند عالم کا کسی چیز کی وصیت کرنا یعنی حکم دینا اور اس کا اپنے بندوں پر واجب کرنا ہے۔(۳)

---

(۱) شوریٰ: ۱۳/

(۲) بحار الانوار۔ ج ۳، ص ۲۴۸ اور ۲۵۲؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۳۹ سورۂ نوح کی تفسیر کے ذیل میں.

(۳) معجم الفاظ القرآن الکریم مادۂ وصی.

آیات کی مختصر تفسیر

خداوند عالم نے گزشتہ آیات میں خبر دی ہے کہ نوحؑ کو انکی قوم کے پاس بھیجا تا کہ انھیں ڈرائیں نوح نے ان سے کہا: میں تمہیں ڈرانے والا (پیغمبر) ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم سے کہوں: خدا سے ڈرو اور صرف اسی کی بندگی اور عبادت کرو اور خداوند عالم کے اوامر اور نواہی کے سلسلے میں میری اطاعت کرو، ان لوگوں نے انکار کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے جواب میں کہا: اپنے خدا کی عبادت سے دستبردار نہ ہونا! خداوند عالم نے آخری آیتوں میں بھی فرمایا:

اے امت محمدؐ! خداوند عالم نے تمہارے لئے وہی دین قرار دیا ہے جو نوحؑ کے لئے مقرر کیا تھا اور جو کچھ تم پر اے محمدؐ وحی کی ہے یہ وہی چیز ہے جس کا ابراہیمؑ، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا، پھر فرمایا اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ اندازی نہ کرو۔ (۱)

اور جو کچھ اس مطلب پر دلالت کرتا ہے وہی ہے جو خداوند عالم سورۂ (صافات) میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۔ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ۔ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۔وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (۲)

عالمین کے درمیان نوحؑ پر سلام ہو ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں تھے، پھر دوسروں کو غرق کر دیا اور ابراہیمؑ ان کے شیعوں میں سے تھے، جبکہ قلب سلیم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں آئے۔

شیعہ یعنی ثابت قدم اور پائدار گروہ جو اپنے حاکم و رئیس کے فرمان کے تحت رہے، شیعہ شخص، یعنی اسکے دوست اور پیرو۔ (۳)

اس لحاظ سے، آیت کے معنی: (ابراہیم نوح کے شیعہ اور پیرو کار تھے) یہ ہوں گے کہ ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کی شریعت کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔

خداوند عالم کی توفیق و تائید سے آئندہ مزید وضاحت کریں گے۔

---

(۱) آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر تبیان اور مجمع البیان میں ملاحظہ ہو۔

(۲) آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر "تبیان" ملاحظہ ہو (۳) لسان العرب مادہ: شیع۔

سوم: خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہماری بحث میں حضرت ابراہیمؑ سے مربوط آیات درج ذیل ہیں:

الف۔ سورہ حج:

﴿وَ اِذ بَوّ انا لِابراهیم مکان البیتِ ان لا تشرك بی شیئا وطهر بیتی للطا ئفین و القائمین والرکع السجود☆ واذن فی الناس بالحج یأ توك رجالا و علیٰ کل ضامر یأ تین من کلّ فج عمیق ☆ لیشهدوا منافع لهم و یذکروا اسم اللّٰه فی أیام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الا نعام﴾ (۱)

اور جب ہم نے ابراہیم کیلئے گھر (بیت اللہ) کو ٹھکانا بنایا تو ان سے کہا: کسی چیز کو میرے برابر اور میرا شریک قرار نہ دو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھو اور لوگوں کو حج کی دعوت دو تاکہ پیادہ اور لاغر سواریوں پر سوار دور دراز راہ سے تمھاری طرف آئیں، تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور خداوند عالم کا نام معین ایام میں ان چوپایوں پر جنھیں ہم نے انکا رزق قرار دیا ہے اپنی زبان پر لائیں:

ب۔ سورۂ بقرہ:

﴿و اِذ جعلنا البیت مثابةً للناس و امناً و اتخذ وا من مقام اِبراهیم مصلی و عهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طهرابیتی للطائفین و العا کفین و الرکع السجود... واذ یرفع أبراهیم القواعد من البیت و اسماعیل ربّنا تقبّل منا اِنك أنت السمیع العلیم ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لك و من ذریتنا أمة مسلمة لك و أرنا منا سکنا و تب علینا اِنّك أنت التوّاب الرحیم﴾(۲)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا ٹھکانہ اور ان کے امن و امان کا مرکز بنایا اور ان سے فرمایا مقام ابراہیمؑ کو اپنا مصلیٰ قرار دو اور ابراہیمؑ و اسماعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، مجاوروں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھو اور جب ابراہیم و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی

---

(۱) حج/۲۶۔۲۸ (۲) بقرہ/۱۲۵۔۱۲۸

دیواریں بلند کررہے تھے تو کہا: خدایا ہم سے اسے قبول فرما اس لئے کہ تو سننے اور دیکھنے والا ہے، خدایا! ہمیں اپنا مسلمان اور مطیع وفرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت سے بھی ایک فرمانبردار، مطیع و مسلمان امت قرار دے نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا اور ہماری توبہ قبول کر اس لئے کہ تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

ج۔ سورۂ بقرہ:

﴿و قالوا کونوا ھوداً او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملّۃ ابراھیم حنیفاً و ما کان من المشرکین قولوا آمنّا باللہ و ما أنزل الینا و ما أنزل الیٰ إبراھیم واسماعیل و اسحٰق ویعقوب و الأسباط وما أوتی موسیٰ وعیسیٰ و ما أوتیٰ النبیّون من ربّھم لا نفرق بین أحد منھم و نحن لہ مسلمون﴾(۱)

اور انھوں نے کہا: یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تا کہ ہدایت پاؤ؛ ان سے کہو: بلکہ حضرت ابراہیم کے خالص اور محکم آئین کا اتباع کرو کیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے ان سے کہو ہم خدا پر ایمان لائے، نیز اس پر بھی جو ہم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوا ہے، نیز جو کچھ موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء پر خداوند عالم کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ہم ان میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں جانتے اور ہم صرف خدا کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہیں۔

د۔ سورۂ آل عمران:

﴿ما کان إبراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً و لکن کان حنیفاً مسلماً و ما کان من المشرکین﴾(۲)

ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ ایک خالص خدا پرست اور مسلمان تھے اور وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

نیز اسی سورہ میں:

﴿قل صدق اللّٰہ فاتبعوا ملّۃ ابراھیم حنیفاً وما کان من المشرکین﴾(۳)

کہو! خداوند عالم نے سچ کہا ہے، لہذا ابراہیم کے خالص آئین کی پیروی کرو کیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

---

(۱) بقرہ/۱۳۵ و ۱۳۶

(۲) آل عمران/۶۸ (۳) آل عمران/۹۵

ہ۔ سورۂ انعام:

﴿قل انّنی ھدانی ربّی الی صراط مستقیم دیناً قیماً ملّة ابراھیم حنیفا و ما کان من المشرکین﴾(۱)

کہو! ہمارے خدا نے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے استوار و محکم دین اور ابراہیم کے خالص آئین کی وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔

ز۔ سورۂ نحل:

﴿ثمّ أوحینا الیك ان اتبع ملّة إبراھیم حنیفاًو ما کان من المشرکین﴾(۲)

پھر ہم نے تم کو وحی کی کہ ابراہیمؑ جو کہ خالص اور استوار ایمان کے مالک تھے نیز مشرکوں میں نہیں تھے ان کے آئین کی پیروی کرو۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ بوّانا: ھیّانا: ہم نے آمادہ کیا، جگہ دی اور اسے تمکن بخشا۔

۲۔ اذّن: اعلان کرو، دعوت دو، صدا دو، لفظ اذان کا مادہ یہی کلمہ ہے۔

۳. رجالاً: پا پیادہ، جو سواری نہ رکھتا ہو، راجل یعنی پیادہ (پیدل چلنے والا)

۴. البھیمة: ہر طرح کے چوپائے۔

۵. ضامر: دبلا پتلا لاغر اندام اونٹ۔

۶. فجّ: پہاڑوں کے درمیان درّہ کو کہتے ہیں۔

۷. مثابة: اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ رجوع کرتے ہیں:

﴿و إذجعلنا البیت مثابة للناس﴾

یعنی ہم نے گھر کو حجاج کے لئے رجوع اور بازگشت کی جگہ قرار دی تا کہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف آئیں، نیز ممکن ہے ثواب کی جگہ مراد ہو، یعنی لوگ مناسک حج وعمرہ کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ثواب و

---

(۱) انعام/۱۶۱ (۲) نحل/۱۲۳

جزا کے بھی مالک ہوں، نیز ان کے امن وامان کی جگہ ہے۔

۸۔ ﴿ مناسکنا، عبادا تنا ﴾ "نُسک" خدا کی عبادت اور وہ عمل جو خدا سے نزدیکی اور تقرب کا باعث ہو، جیسے حج میں قربانی کرنا کہ ذبح شدہ حیوان کو" نسیکہ " کہتے ہیں؛ منسک عبادت کی جگہ اور مناسک: عرفات، مشعر اور منیٰ وغیرہ میں اعمال حج اور اس کے زمان ومکان کو کہتے ہیں۔

۹. مقام ابراھیمؑ: کعبہ کے مقابل روئے زمین پر ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔

۱۰. حنیف: استوار، خالص، ضلالت وگمراہی سے راہ راست اور استقامت کی طرف مائل ہونے والا؛ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کا نام "حنیفیہ" ہے۔

۱۱۔ قِیماً، قِیم اور قَیِّم: ثابت مستقیم اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے دور۔

۱۲. ملة۔ دین، حق ہو یا باطل، اس لحاظ سے جب بھی خدا، پیغمبر اور مسلمان کی طرف منسوب ہو اس سے مراد دین حق ہے۔

آیات کی مختصر تفسیر:

خداوند عالم فرماتا ہے: اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ سے آگاہ کیا تاکہ اس کی تعمیر کریں اور جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو وہ دونوں اپنے پروردگار کو آواز دیتے ہوئے کہہ رہے تھے: خدایا! ہم سے اس عمل کو قبول کر اور ہمیں اپنا مطیع وفرمانبردار مسلمان بندہ قرار دے، نیز ہماری ذریت سے ایک سراپا تسلیم رہنے والی مسلمان امت قرار دے، نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا، خداوند سبحان نے انکی دعا قبول کر لی، ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو راہ خدا میں قربان کر رہے ہیں۔(۱) اس وقت اسماعیل سن رشد کو پہنچ چکے تھے اور باپ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے، ابراہیمؑ نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا اسماعیلؑ کو اس سے آگاہ کر دیا، انھوں نے کہا: بابا آپ جس امر پر مامور ہیں اسے انجام دیجئے، آپ مجھے عنقریب صابروں میں پائیں گے، لہٰذا جب دونوں فرمان خداوندی کے سامنے سراپا تسلیم ہو گئے اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو زمین پر لٹا دیا تاکہ راہ خدا

---

(۱) پیغمبر جو خواب میں دیکھتا ہے وہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔

میں قربان کریں تو خداوند عالم نے آواز دی: اے ابراہیمؑ! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا! کیونکہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے میں مشغول ہو گئے تھے اور یہ وہی چیز تھی جس کا انھوں نے خواب میں مشاہدہ کیا تھا، انھوں نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر چکے ہیں اسی اثنا میں خدا نے دنبہ کو اسماعیلؑ کا فدیہ قرار دیا اور ابراہیمؑ کے سامنے فراہم کر دیا اور انھوں نے اسی کی منیٰ میں قربانی کی۔

خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ حج کا اعلان کر دیں کہ عنقریب لوگ پا پیادہ اور سواری سے دور دراز مسافت طے کر کے حج کے لئے آئیں گے اور خداوند عالم نے اس گھر کو امن و امان کی جگہ اور ثواب کا مقام قرار دیا اور حکم دیا کہ لوگ مقام ابراہیمؑ کو اپنا مصلیٰ (نماز کی جگہ) بنائیں۔

خداوند عالم دیگر آیات میں ابراہیمؑ کے دین اور ملت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

ابراہیمؑ خالص اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے، وہ نہ تو مشرک تھے اور نہ یہودی اور نصرانی، جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے، خداوند عالم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آئین ابراہیم کی پیروی کریں اور پیغمبرؐ کو اس کام کے لئے مخصوص فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں سے کہیں:

ہمارے خدا نے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے، جو استوار دین اور حضرت ابراہیمؑ کی پاکیزہ ملت جو کہ شرک سے روگرداں اور اسلام کی طرف مائل تھے منجملہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کا اپنے جد ابراہیمؑ کی شریعت کی پیروی میں مناسک حج بجالانا بھی ہے اس طرح کہ جیسے انہوں نے حکم دیا تھا، رسولؐ خدا کی امت بھی ایسا ہی کرتی ہے اور مناسک حج اسی طرح سے بجالاتی ہے جس طرح ابراہیم خلیل الرحمٰن نے انجام دیا تھا۔

بحث کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدمؑ اور ان تمام لوگوں کے لئے جو ان کے زمانے میں زندگی گزار رہے تھے مبارک دن تھا، یہ دن حضرت خاتم الانبیاء اور ان کی امت کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے مبارک ہے۔

خانہ خدا کا حج آدمؑ، ابراہیمؑ اور خاتم الانبیاءؐ نیز ان کے ماننے والے آج تک بجالاتے ہیں اور اسی طرح ابدالآباد تک بجالاتے رہیں گے، خداوند عالم نے حضرت خاتم الانبیاء اور ان کی امت کے لئے وہی دین اور آئین مقرر فرمایا جو نوحؑ کے لئے تھا اور حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے پیرو اور ان کی شریعت کے تابع تھے، اسی لئے خداوند عالم نے خاتم الانبیاؐ اور ان کی امت کو حکم دیا کہ شریعت ابراہیمؑ اور ان کے محکم اور

پائندار دین کے تابع ہوں۔

پیغمبروں کی شریعتوں میں حضرت آدم سے پیغمبر خاتمؐ تک کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ گزشتہ شریعت کی آئندہ شریعت کے ذریعہ تجدید ہے اور کبھی اس کی تکمیل ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت آدمؑ نے حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کر کے حج کی بعض علامتوں کی تجدید کی اور خاتم الانبیاءؐ نے احرام کے میقاتوں کی تعیین کی مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنایا اور تمام نشانیوں کی وضاحت کر کے اس کی تکمیل کی۔

خداوند سبحان نے اسلامی احکام کو اس وقت کے انسانوں کی ضرورت کے مطابق حضرت آدم کے لئے ارسال فرمایا جو انسان اپنی کھیتی باڑی اور جانورں کے ذریعہ گزر اوقات کرتا تھا اور شہری تہذیب وتمدن سے دور تھا، جب نسل آدمیت کا سلسلہ آگے بڑھا اور حضرت نوحؑ کے زمانے میں آبادیوں کا وجود ہوا اور بڑے شہروں میں لوگ رہنے لگے تو انھیں متمدن اور مہذب افراد کے بقدر وسیع تر قانون کی ضرورت محسوس ہوئی، (انسان کی تجارتی، سماجی اور گوناگوں مشکلات کو دیکھتے ہوئے جن ضرورتوں کا بڑے شہروں میں رہنے والوں کو سامنا ہوتا ہے) تو خداوند عالم نے اسلامی احکام کی جتنی ضرورت تھی حضرت نوح پر نازل کیا، تاکہ ان کی ضرورتوں کی تکمیل ہو سکے جس طرح خاتم الانبیاءؐ پر زمانے کی ضرورت کے مطابق احکام نازل فرمائے۔

گزشتہ امتیں عام طور پر اپنے نبیوں کے بعد منحرف ہو کر شرک کی پجاری ہو گئیں جیسا کہ اولاد آدم کا کام حضرت نوحؑ کے زمانے میں بت پرستی تھا، ایسے ماحول میں پیغمبرؐ نے سب سے پہلے خالق کی توحید کی دعوت دی اور بتوں کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ اور حضرت خاتم الانبیاء تک تمام نبیوں کا یہی دستور اور معمول رہا ہے چنانچہ آنحضرت عرب کے بازاروں اور حجاج کے خیموں میں رفت وآمد رکھتے اور فرماتے تھے ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کہو! کامیاب ہو گے! کبھی بعض امتوں کے درمیان ان کے سرکش اور طاغوت صفت رہبر نے ''ربوبیت'' کا دعویٰ کیا جیسے نمرود ملعون نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ان کے پروردگار کے بارے میں احتجاج کیا اور سرکش اور طاغی فرعون نے (انا ربکم الاعلیٰ) کی رٹ لگائی، ایسے حالات میں خدا کے پیغمبر سب سے پہلے اپنی دعوت کا آغاز توحید ربوبی سے کرتے تھے، جیسا کہ ابراہیمؑ نے نمرود سے کہا: ﴿ربی الذی یحیی و یمیت﴾ میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔

اور حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا:

﴿ربّنا الذی اعطیٰ کلّ شیء خلقه ثمّ هدیٰ﴾۔(۱)

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کی خلقت کے تمام لوازم عطا کیے، اس کے بعد ہدایت فرمائی۔

حضرت موسیٰؑ کی فرعون سے اس گفتگو کی تشریح سورۂ اعلیٰ میں موجود ہے:

﴿سبّح اسم ربّك الأعلیٰ ۔ الذی خلق فسوّیٰ ۔ و الذی قدّر فهدیٰ ۔ و الذی أخرج المرعیٰ ۔ فجعله غثاءً أحویٰ﴾ (۲)

اپنے بلند مرتبہ اور عالی شان پروردگار کے نام کو منزہ سمجھو، وہی جس نے زیور تخلیق سے منظم و آراستہ فرمایا، وہی جس نے تقدیر معین کی ہے اور پھر ہدایت فرمائی، وہ جس نے چراگاہ کو وجود بخشا پھر اسے خشک اور سیاہ بنا دیا۔

سورۂ اعراف میں بیان ہوتا ہے:

﴿إنّ ربّكم الله الذی خلق السّموات و الأرض﴾(۳)

بیشک تمہارا رب وہ خدا ہے جس نے آسمان وزمین خلق کیا ہے۔

اس بنا پر بعض گزشتہ امتیں بنیادی عقیدہ توحید سے منحرف ہو جاتی تھیں جیسے حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ وغیرہ کی قومیں اور بعض عمل کے اعتبار سے اسلام سے منحرف ہو جاتی تھیں جیسے قوم لوط اور شعیب کے کرتوت۔

اگر قرآن کریم، پیغمبروں کی روایات، انبیاء کے آثار اور اخبار اسلامی مدارک میں بغور مطالعہ اور تحقیق کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بعد والے پیغمبر خداوند عالم کی جانب سے پہلے والے پیغمبروں پر نازل شدہ شریعت کی تجدید کرنے والے رہے ہیں، ایسی شریعت جو امتوں کی طرف سے محو اور تحریف ہو چکی تھی، اس لئے خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کہیں:

﴿آمنّا بالله و ما أنزل الینا و ما أنزل الیٰ ابراهیم و إسماعیل و إسحق و یعقوب و الأسباط و ما أوتی موسیٰ و عیسیٰ و ما أوتی النبیّون من ربّهم لا نفرّق بین أحد منهم ونحن له مسلمون﴾(٤)

کہو کہ ہم خدا اور جو کچھ خدا کی طرف سے ہم پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائے ہیں نیز ان تمام چیزوں پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحق، یعقوب اور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں، نیز جو کچھ

---

(۱)طہ/۵۰ (۲)اعلی/۱۔۵ (۳)اعراف/۵۴ (۴)بقرہ/۱۳۶

موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء کو خدا کی جانب سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی سے جدا تصور نہیں کرتے ہم تو صرف اور صرف فرمان خداوندی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں۔

سوال:

ممکن ہے کوئی سوال کرے: اگر پیغمبروں کی شریعتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں تو انبیاء کی شریعتوں میں نسخ کے معنی کیا ہوں گے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ما ننسخ من آیۃٍ أو ننسها نات بخیر منها أو مثلها الم تعلم أنّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر﴾(۱)

(کوئی حکم ہم اس وقت تک نسخ نہیں کرتے یا اسکے نسخ کو تاخیر میں نہیں ڈالتے جب تک کہ اس سے بہتر یا اس جیسا نہ لے آئیں کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے)۔

نیز خداوند عالم کی اس گفتگو میں ''تبدیل'' کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے:

﴿و إذا بدّلنا آیة مکان آیة و اللّٰہ اعلم بما ینزّل قالو إنّما أنت مفتر بل أکثرهم لا یعلمون﴾(۲)

(اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں [کسی حکم کو نسخ کرتے ہیں] تو خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے، کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو، بلکہ ان میں زیادہ تر لوگ نہیں جانتے)

جواب:

ہم اسکے جواب میں کہیں گے: یہاں پر بحث دو موضوع سے متعلق ہے:

۱۔ اصطلاح ''نسخ'' اور اصطلاح ''آیت''۔

۲۔ مذکورہ آیات کے معنی۔

انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کے متعلق چھان بین اور تحقیق کریں گے۔

---

(۱) سورۂ بقرہ/۱۰۶

(۲) سورۂ نحل/۱۰۱.

[۲]

نسخ وآیت کی اصطلاح اوران کے معنی

اوّل۔ نسخ:

نسخ؛ لغت میں ایک چیز کو بعد میں آنے والی چیز کے ذریعہ ختم کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں:

''نسخت الشمس الظل'' سورج نے سایہ ختم کردیا۔

نسخ؛ اسلامی اصطلاح میں: ایک شریعت کے احکام کو دوسری شریعت کے احکام کے ذریعہ ختم کرنا ہے، جیسے گزشتہ شریعتوں کے بعض احکام کا خاتم الانبیاء کی شریعت کے احکام سے نسخ یعنی ختم کرنا ہے، اسی طرح خاتم الانبیاء کی شریعت میں وقتی حکم کا دائمی حکم سے نسخ کرنا، جیسے مدینہ میں فتح مکہ سے پہلے مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت کی بنیاد پر میراث پانا رائج تھا جو فتح مکہ کے بعد اعزاء واقارب کے میراث پانے کے حکم سے منسوخ ہوگیا۔(۱)

دوم۔ آیت:

آیت؛ اسلامی اصطلاح میں تین معنی کے درمیان ایک مشترک لفظ ہے:

۱۔ انبیاء کے معجزہ کے معنی میں جیسا کہ موسیٰ ابن عمران سے سورۂ نمل میں خدا ارشاد فرماتا ہے:

﴿وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع آیاتٍ الیٰ فرعون و قومہ﴾(۲)

---

(۱) تفسیر طبری، ج۱۰،ص ۲۶، ۲۷، تفسیر ابن کثیرج ۲،ص ۳۲۸ اور ۳۲۱ اور تفسیر الدرالمنثور، ج۲،ص ۲۰۷۔

(۲) نمل/۱۲۔

اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرو تا کہ سفید درخشاں اور بے عیب باہر آئے یہ انھیں نہ گانہ معجزوں میں شامل ہے جن کے ہمراہ فرعون اور اس کے قوم کی جانب مبعوث کیے جا رہے ہو۔

۲۔ قرآنی الفاظ کی ترکیب جس کی تعیین شمارہ کے ذریعہ کی گئی ہے، جیسا کہ سورہ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿طٰسٓ تلك آيات القرآن و كتاب مبين﴾

طٰسٓ، یہ قرآنی آیتیں اور ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔

۳۔ کتاب الٰہی کے ایک یا چند حصے جس میں شریعت کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو۔(۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصوں کا آیت نام رکھنے سے مقصود اسکا مدلول اور معنی ہے یعنی وہ حکم جو اس حصہ میں آیا ہے اور ''نسخ'' اسی حکم سے متعلق ہے اور قرآن کے ان الفاظ کو شامل نہیں ہے جو کہ اس حکم پر دلالت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشترک الفاظ کے معنی، کلام میں موجود قرینے سے جو کہ مقصود پر دلالت کرتا ہے معین ہوتے ہیں۔

یہ نسخ اور آیت کے اسلامی اصطلاح میں معنی تھے اور اب موضوع بحث دو آیتوں کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

---

(۱) اس بات کی مبسوط اور مفصل شرح ((القرآن الكريم و روايات المدرستين)) کی دوسری جلد کی مصطلحات کی بحث میں مذکور ہوئی ہے۔

[۳]

آیۂ نسخ اور آیۂ تبدیل کی تفسیر

آیۂ نسخ:

نسخ کی آیت سورۂ بقرہ میں (۴۰ سے ۱۵۲) آیات کے ضمن میں آئی ہے اس ضمن میں جو کچھ ہماری بحث سے متعلق ہوگا اسے ذکر کر رہے ہیں:

﴿ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (۴۰) وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ (۴۱) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۴۲) يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (۴۷) وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (۴۸) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (۱)

اے بنی اسرئیل! ان نعمتوں کو یاد کرو، جو ہم نے تمہارے لئے قرار دی ہیں؛ اور جو تم نے ہم سے عہد و پیمان کیا ہے اس کو وفا کرو، تاکہ میں بھی تمہارے عہد و پیمان کو وفا کروں اور صرف مجھ سے ڈرو اور جو کچھ میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور تم لوگ سب سے پہلے اس کے انکار کرنے والے نہ ہو، نیز میری آیات کو معمولی قیمت پر فروخت نہ کرو اور صرف مجھ سے ڈرو اور حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اور جو حقیقت تم جانتے ہو اسے نہ چھپاؤ اے بنی اسرائیل! جو تم پر میں نے اپنی نعمتیں نازل کی

---

(۱) سورۂ بقرہ ۴۰ـ۶۳

ہیں اور تمہیں عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے اسے یاد کرو نیز اس دن سے ڈرو، جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی کی کسی کے بارے میں شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی کا کسی سے تاوان لیا جائے گا اور کسی صورت مدد نہیں کی جائے گی، اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا تھا نیز کوہ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (۸۷) وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ (۸۸) وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (۸۹) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ (۹۰) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۹۱) وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ﴾(۱)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد بلا فاصلہ پیغمبروں کو بھیجا؛ اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح و روشن دلائل دیئے اور اس کی روح القدس کے ذریعہ تائید کی، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیز لایا، تم نے سرکشی اور طغیانی دکھائی اور ایک گروہ کو جھٹلایا اور کچھ کو قتل کر ڈالا؟ تو ان لوگوں نے کہا: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں! نہیں، بلکہ خداوند عالم نے انھیں ان کے کفر کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور رکھا ہے پس بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں اور جب خدا کی طرف سے ان کے پاس کتاب آئی جو کہ ان کے پاس موجود کتاب میں نشانیوں کے مطابق تھی اور اس سے پہلے اپنے آپ کو کافروں پر کامیابی کی نوید دیتے تھے، ان تمام باتوں کے باوجود جب یہ کتاب اور شناختہ شدہ پیغمبران کے پاس آیا تو اسکا انکار کر گئے لہٰذا کافروں پر خدا کی لعنت ہو، بہت برے انداز میں انھوں نے اپنا سودا کیا کہ

---

(۱) بقرہ ۸۷۔ ۹۲

ناحق خدا کی نازل کردہ آیات کا انکار کر گئے اور اس بات پر کہ خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہے اپنی آیات ارسال کرے اعتراض کرنے لگے! لہٰذا دوسروں کے غیظ وغضب سے کہیں زیادہ غیظ وغضب میں گرفتار ہو گئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے: جو خدا نے بھیجا ہے اس پر ایمان لے آؤ، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے اور اسکے علاوہ کے منکر ہو جاتے ہیں جب کہ وہ حق ہے اور انکی کتاب کی بھی تصدیق کرتا ہے، کہو: اگر تم لوگ ایمان دار ہو تو پھر کیوں خدا کے پیغمبروں کو اس کے پہلے قتل کرتے تھے؟ اور موسیٰ نے ان تمام معجزات کو تمہارے لئے پیش کیا لیکن تم نے ان کے بعد ظالمانہ انداز میں گوسالہ پرستی شروع کر دی۔

﴿ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ (۹۹) وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۱۰۳) مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۱۰۵) مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(۱)

ہم نے تمہارے لئے روشن نشانیاں ارسال کیں اور بجز کفار کے کوئی ان کا انکار نہیں کرتا اور اگر وہ لوگ ایمان لا کر پرہیز گار ہو جاتے تو خدا کے پاس جو ان کے لئے جزا ہے وہ بہتر ہے اگر وہ علم رکھتے کافر اہل کتاب اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے خدا کی طرف سے تم پر خیر و برکت نازل ہو، جبکہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت کو اس سے مختص کر دے اور خداوند عالم عظیم فضل کا مالک ہے، جب بھی ہم کوئی حکم نسخ کرتے ہیں یا تاخیر میں ڈالتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مانند پیش کرتے ہیں کیا تمھیں نہیں معلوم کہ خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے؟

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ... وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۱۱۱) بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۱۲) وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى

---

(۱) بقرہ/۹۹۔۱۰۶

حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾(۱)

بہت سارے اہل کتاب از روئے کفر وحسد (جو کہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے) آرزومند ہیں کہ تمہیں اسلام اور ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں جبکہ ان پر حق مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے....اور کہتے ہیں کوئی بھی یہود ونصاریٰ کے علاوہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا، یہ انکی آرزوئیں ہیں ان سے کہو: اگر سچ کہتے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو، یقیناً جو کوئی اپنے آپ کو خدا کے سامنے سراپا تسلیم کردے اور پرہیزگار ہو جائے تو خدا کے نزدیک اس کی جزا ثابت ہے نہ ان پر کسی قسم کا کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ محزون و مغموم ہوگا، یہود ونصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے، مگر یہ کہ تم ان کے آئین کا اتباع کرو، ان سے کہو: ہدایت صرف اور صرف اللہ کی ہدایت ہے اور اگر آگاہ ہونے کے باوجود ان کے خواہشات کا اتباع کروگے تو خدا کی طرف سے کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہ ہوگا:

﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (۱۲۲) وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾(۲)

اے بنی اسرائیل! جو نعمتیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور تم کو تمام عالمین پر فضیلت و برتری عطا کی ہے اسے یاد کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا اور کوئی شفاعت اسے فائدہ نہیں دے گی اور کسی صورت مدد نہیں ہوگی۔

خداوند عالم نے ان آیات کے ذکر کے بعد ایک مقدمہ کی تمہید کے ساتھ جس کے بعض حصے کو اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے خانہ کعبہ بنانے کے سلسلے میں ہم نے ذکر کیا ہے، فرمایا:

الف: ﴿واذ يرفع أبراهيم القواعد من البيت و إسماعيل......﴾(۳)

اور جبکہ حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے۔

ب: ﴿واذ جعلنا البيت مثابة للناس و أمناً﴾(٤)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے رجوع کا مرکز اور امن وامان کی جگہ قرار دی۔

(۱) بقرہ/۱۱۹۔۱۲۰ (۲) بقرہ/۱۲۲، ۱۲۳ (۳) بقرہ/۱۲۷ (۴) بقرہ ۱۲۵

ج: ﴿و عهدنا الیٰ ابراهیم و اسماعیل أن طهرا بیتی للطّائفین و العاکفین و الرّکّع السجود﴾(۱)

اور ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں، مجاوروں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھیں۔

خداوند عالم ایسی تمہید کے ذریعہ ''نسخ'' کا موضوع معین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قَدْ نَرَی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (۱۴۴) وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ... (۱۴۵) الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(۲)

ہم آسمان کی جانب تمھاری انتظار آمیز نگاہوں کو دیکھتے ہیں یقیناً ہم تمہیں اس قبلہ کی جانب جسے تم دوست رکھتے ہو واپس کردیں گے لہٰذا اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑلو اور جہاں کہیں بھی رہو اپنا رخ اسی جانب رکھو، یقیناً جن لوگوں کو آسمانی کتاب دی گئی ہے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فرمان حق ہے جو کہ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور خداوند عالم جو وہ کرتے ہیں اس سے غافل نہیں ہے اور اگر اہل کتاب کیلئے تمام آیتیں لے آؤ تب بھی وہ تمہارے قبلہ کا اتباع نہیں کریں گے اور تم بھی ان کے قبلہ کا اتباع نہیں کرو گے، جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے اس (پیغمبر) کو وہ اپنے فرزندوں کی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں، یقیناً ان میں سے کچھ لوگ حق کو دانستہ طور پر چھپاتے ہیں۔

خداوند عالم اہل کتاب کی مسلمانوں سے (تعویض قبلہ کے سلسلہ میں) جنگ وجدال کی بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۴۲)... وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا

(۱) بقرہ/۱۲۵ (۲) بقرہ/۱۴۴ تا ۱۴۶

كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (۱)

عنقریب ناعاقبت اندیش اور بیوقوف لوگ کہیں گے: کس چیز نے انھیں اس قبلہ سے جس پر وہ تھے پھیر دیا ہے؟ کہو، مغرب و مشرق سب خدا کے ہیں خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، ہم نے اس (پہلے) قبلہ کو جس پر تم تھے صرف اس لئے قرار دیا تھا تاکہ وہ افراد جو پیغمبر کا اتباع کرتے ہیں ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف لوٹ سکتے ہیں ممتاز اور مشخص ہو جائیں یقیناً یہ حکم ان لوگوں کے علاوہ جن کی خدا نے ہدایت کی ہے دشوار تھا اور خدا کبھی تمہارے ایمان کو ضایع نہیں کرے گا، کیوں کہ خداوند عالم لوگوں کی نسبت رؤف و مہربان ہے۔

آیہ تبدیل:

آیہ تبدیل سورہ نحل میں ۱۰۱ سے ۱۲۴ آیات کے ضمن میں ذکر ہوئی ہے، (۲) ہم اس بحث سے مخصوص آیات کا ذکر کریں گے، خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۱۰۱) قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (۱۰۲) إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ (۱۰۵) فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (۱۱۴) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۱۵) وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (۱۱۶) وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ... (۱۱۸) ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۲۳) إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ...﴾ (۳)

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں (ایک حکم کو کسی حکم کی جگہ قرار دیتے ہیں) خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو انہیں بلکہ اکثریت ان کی نہیں جانتی، کہو: اسے روح القدس نے تمہارے پروردگار کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ با ایمان

(۱) بقرہ/ ۱۴۲، ۱۴۳ (۲) بحث کی مزید شرح و تفصیل نیز اس کے مدارک و ماخذ "قرآن کریم اور مدرستین کی روایات"؛ ج۱، بحث: اسلامی اصطلاحات کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے۔ (۳) نحل: ۱۰۱/ ۱۰۲/ ۱۰۵/ ۱۱۴/ ۱۱۵/ ۱۱۶/ ۱۱۸/ ۱۲۳/ ۱۲۴.

افراد کو ثابت قدم رکھے نیز مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہو، صرف وہ لوگ افترا پردازی کرتے ہیں جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں، لہٰذا جو کچھ تمہارے لئے خدا نے روزی معین کی ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور نعمت خداوندی کا شکر یہ ادا کرو، اگر اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہو۔ خداوند عالم نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ تمام اشیاء جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو حرام کیا ہے، لیکن جو مجبور و مضطر ہو جائے (اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں) جبکہ حد سے زیادہ تجاوز و تعدی نہ کرے خداوند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس جھوٹ کی بنا پر جو کہ تمہاری زبان سے جاری ہوتا ہے نہ کہو: ''یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے'' تا کہ خدا پر افتراء اور بہتان نہ ہو، یقیناً جو لوگ خدا پر افتراء پردازی کرتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے، جو کچھ اس سے پہلے ہم نے تمہارے لئے بیان کیا ہے، یہود پر حرام کیا ہے، پھر تم پر وحی نازل کی کہ ابراہیمؑ کے آئین کی پیروی کرو جو کہ خالص اور محکم ایمان کے مالک تھے اور مشرکوں میں نہیں تھے، سنیچر کا دن صرف ان لوگوں کے برخلاف اور ضرر میں قرار دیا گیا، جو لوگ اس دن کے بارے میں اختلاف و نزاع کرتے تھے۔

لیکن جن چیزوں کی خداوند عالم نے گزشتہ زمانہ میں پیغمبرؐ کے لئے حکایت کی ہے اور اس سورہ کی ۱۱۸ ویں آیت میں اس کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے:

الف:۔ سورہ آل عمران کی ۹۳ ویں آیت:

﴿کل الطعام کان حلاّ لبنی أسرائیل ألا ما حرّم أسرائیل علی نفسه﴾

تمام غذائیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جز ان چیزوں کے جسے اسرائیل (یعقوب) نے اپنے آپ پر حرام کر لیا تھا۔

ب:۔ سورۂ انعام کی ۱۴۶ ویں آیت:

﴿ وماعلی الذین هادوا حرّمنا کلّ ذی ظفر و من البقر و الغنم حرّمنا علیهم شحومهما اِلا ما حملت ظهورهما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلك جزیناهم ببغیهم و اِنّا لصادقون﴾(۱)

---

(۱) اسراء/۲

اور ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا (وہ حیوانات جن کے کھر ملے ہوتے ہیں) گائے، بھیڑ سے صرف چربی ان پر حرام کی، جزاس چربی کے جوان کی پشت پر پائی جاتی ہے اور پہلوؤں کے دونوں طرف ہوتی ہے، یا وہ جو ہڈیوں سے متصل ہوتی ہے، یہ کیفر وسزا ہم نے ان کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے دی ہے اور ہم سچے ہیں۔

کلمات کی تشریح:

۱. ﴿مصدقاً لما معکم﴾ یعنی قرآن اور پیغمبر کے صفات، پیغمبر کے مبعوث ہونے اور آپ پر قرآن نازل ہونے کے بارے میں توریت کے اخبار کی تصدیق کرتے ہیں، جیسا کہ توریت کے سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب (میں طبع ریچارڈ واٹس لندن ۱۸۳۱ء عربی زبان میں) آیا ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

یہ ہے وہ دعائے خیر جسے مرد خدا حضرت موسیٰ نے اپنی موت سے پہلے بنی اسرائیل پر پڑھی تھی اور فرمایا تھا: خداوند عالم سینا سے نکلا اور ساعیر سے نور افشاں ہوا اور کوہ فاران سے آشکار ہوا اور اس کے ہمراہ ہزاروں پاکیزہ افراد ہیں، اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے، لوگوں کو دوست رکھتا ہے، تمام پاکیزہ لوگ اس کی مٹھی میں ہیں جو لوگ ان سے قریب ہیں اس کی تعلیم قبول کرتے ہیں، موسیٰ نے ہمیں ایسی سنت کا فرمان دیا جو جماعت یعقوب کی میراث ہے۔ یہی نص (ریچارڈ واٹس لندن ۱۸۳۹ء، فارسی زبان میں) اس طرح ہے:

۳۳ واں باب

۱۔ یہ ہے وہ دعائے خیر جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے قبل بنی اسرائیل پر پڑھی تھی۔

۲۔ اور کہا: خداوند عالم سینا سے برآمد ہوا اور سعیر سے نمودار ہوا اور کوہ فاران سے نور افشاں ہوا اور دس ہزار مقرب اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ وارد ہوا اور اس کے داہنے ہاتھ سے آتش بار شریعت ان لوگوں تک پہنچی۔

۳۔ بلکہ قبائل کو دوست رکھا اور اس کے تمام مقدسات تیرے قبضہ اور اختیار میں ہیں اور مقربین درگاہ تیری قدم بوسی کرتے ہوئے تیری تعلیم قبول کریں گے

۴۔موسیٰ نے ہمیں ایسی شریعت کا حکم دیا جو بنی یعقوبؑ کی میراث ہے.....

یہی نص طبع آکسفورڈ یونیورسٹی (۱) لندن میں (بغیر تاریخ طباعت) صفحہ نمبر ۱۸۴ پر اس طرح آئی ہے:

یہ انگریزی نص فارسی زبان میں مذکورہ نص سے یکسانیت اور یگانگت رکھتی ہے:

CHAPTER 33

And this the blessing,where with moses the man of God

blessed the children of israel before his death

2 and he said ,the LORD came from sinai and rose up

from seir unto them ;he shined forth from mount paran and he

came with ten thousands of saints; from his right hand went

,a fiery law for them.

3 yea,he loved the people ,all his saints are in thy hand :and

they sat down at thy feet ;every one shall receive of thy

words.

4 moses commanded us a law .even the inheritance of

the congregation of jacob(1)

اس نص میں مذکور ہے کہ (وہ دس ہزار مقرب افراد کے ساتھ آیا) یعنی ہزاروں کی عدد معین کیے، خواہ پہلی نص میں بغیر اس کے کہ ہزاروں کی تعداد معین کرے آیا ہے: ''اس کے ساتھ ہزاروں پاکیزہ افراد'' کیونکہ جس نے غار حرا سے فاران میں ظہور کیا پھر دس ہزار افراد کے ہمراہ مکہ کی سرزمین پر قدم رکھا وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اہل کتاب نے عصر حاضر میں اس نص میں تحریف کردی ہے

(۱) یہ طباعت سرخ اور سیاہ رنگ کے ساتھ (فقط) عہد جدید کے حصہ میں مشخص ہوگی.

تاکہ نبی کی بعثت کے متعلق توریت کی بشارتوں کو چھپادیں اور ہم نے (ایک سو پچاس جعلی صحابی) نامی کتاب کی دوسری جلد کی پانچویں تمہید میں اس بات کی تشریح کی ہے۔

''مصدقاً لما معکم'' کی تفسیر میں بحث کا نتیجہ:

توریت کا یہ باب واضح طور پر یہ کہتا ہے: موسیٰ ابن عمرانؑ نے اپنی موت سے قبل اپنی وصیت میں بنی اسرائیل سے کہا ہے: پروردگار عالم نے توریت کو کوہ سینا پر نازل کیا اور انجیل کو کوہ سعیر پر اور قرآن کو کوہ فاران (مکہ) پر پھر تیسری شریعت کی خصوصیات شمار کرتے ہوئے فرمایا:

جب وہ مکہ میں آئے گا دس ہزار لوگ اس کے مقربین میں سے اس کے ہمراہ ہوں گے، یہ وہی دس ہزار رسول خداؐ کے سپاہی ہیں جو فتح مکہ میں تھے اور یہ تیسری شریعت، شریعت جہاد ہے۔

اور یہ کہ اس کی امت اس کی تعلیمات کو قبول کرے گی، اس تصریح میں بنی اسرائیل کے موقف کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے منحرف ہو کر گوسالہ پرستی شروع کر دی اور اپنے پیغمبر موسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام سے جنگ و جدال کرتے رہے... قرآن اور توریت میں اس کا تذکرہ ہوا ہے۔

ہم یہاں پر نہایت ہی اختصار سے کام لیں گے، کیونکہ اگر ہم چاہیں کہ وہ تمام بشارتیں جو خاتم الانبیاء کی بعثت سے متعلق ہیں (ان تمام تحریفات کے باوجود جسکے وہ مرتکب ہوئے ہیں) جو کہ باقی ماندہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں اور وہ آسمانی کتابیں جو حضرت خاتم الانبیاء کے زمانے میں اہل کتاب کے پاس تھیں، اگر ہم ان تمام بشارتوں کو پیش کرنے لگیں تو بحث طولانی ہو جائے گی، البتہ انھیں بشارتوں کے سبب خداوند سبحان چند آیات کے بعد فرماتا ہے:

﴿الذین آتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم و أن فریقاً منھم لیکتمون الحقّ و ھم یعلمون﴾(۱)

جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ لوگ اس (پیغمبر) کو اپنے فرزندوں کی طرح پہچانتے ہیں یقیناً ان کے بعض گروہ حق کو دانستہ طور پر چھپاتے ہیں۔

بنا براین مسلم ہے کہ خاتم الانبیاءؐ کی قرآن کے ساتھ بعثت، پیغمبرؐ اور ان کی امت کے مخصوص صفات

---

(۱) سورہ بقرہ/۱۴۶۔

ان چیزوں کی تصدیق ہیں جو اہل کتاب کے نزدیک توریت اورانجیل میں ہیں (عالمین کے پروردگار ہی سے حمدوستائش مخصوص)

۲۔﴿لاتلبسوا الحقّ بالباطل﴾

حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو کہ حقیقت پوشیدہ ہوجائے یا یہ کہ حق کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ کہ اسے مشکوک بناکر پیش کرو۔

۳. "عدل": فدیہ، رہائی کے لئے عوض دینا۔

۴. "قفّینا": لگاتار ہم نے بھیجا یعنی ایک کے بعد دوسرے کو رسالت دی۔

۵. "غلف" جمع اغلف جو چیز غلاف اور پوشش میں ہو۔

۶. "یستفتحونَ" کامیابی چاہتے تھے، جنگ میں دشمن پر فتح حاصل کرنے کیلئے یعنی اہل کتاب پیغمبر خاتمؐ کا نام لے کر اور انہیں شفیع بنا کر خدا کے نزدیک کامیابی چاہتے تھے۔(۱)

۷. "ننسَها: نوخّرھا:" اُسے تاخیر میں ڈال دیا، ننسَھا ،ننسِئھا کا مخفف اور نسأ کے مادہ سے ہے، یعنی ہر وہ حکم جسے ہم نسخ کریں یا اس کے نسخ میں تاخیر کریں تو اس سے بہتر یا اس کے مانندلاتے ہیں۔

"نُنسِھا ،نُنسِیُھا" کا مخفف مادہ نسی سے جس کے معنی نسیان اور فراموشی کے ہیں، نہیں ہوسکتا تاکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ جس آیت قرآن کی قرائت لوگوں کے حافظہ سے بھلادیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لے آئیں گے، جیسا کہ بعض لوگوں نے اسی طرح کی تفسیر کی ہے(۲) کیونکہ:

الف۔خداوند متعال نے خود ہی قرآن کی فراموشی اور نسیان سے حفاظت کی ضمانت لی ہے اور فرمایا ہے:﴿سنقرئک فلا تنسی﴾ ہم تم پر عنقریب قرآن پڑھیں گے اور تم کبھی اسے فراموش نہیں کروگے۔

ب۔اس بات میں کسی قسم کی کوئی مصلحت نہیں ہے کہ اس کو لوگوں کے حافظہ سے مٹادیا جائے ،جب کہ خداوند عالم نے خود آیات لوگوں کے پڑھنے کے لئے نازل کی ہیں پھر کیوں ان کے حافظہ سے مٹادے گا؟

۸۔ھادوا وھودا، ھادوا: یہودی ہوگئے ،ھود جمع ہے ھائد کی یعنی یہودی لوگ۔

۹. "فضلتکم علی العالمین": یعنی خداوند عالم نے تم کو اس زمانے میں مصر کے فرعونیوں، قوم عمالقہ اور دیگر شام والوں پر فوقیت دی ہے۔

---

(۱) تفسیر طبری آیہ مذکورہ (۲) آیت کی تفسیر سے متعلق تفسیر قرطبی ،طبری اور سعد ابن ابی وقاص سے ان دونوں کی روایت کی طرف مراجعہ ہو۔

۱۰۔ **شطر**: شطر کے کئی معنی ہیں کہ منجملہ ''جہت'' اور ''طرف'' ہیں۔

۱۱۔ ''**ما کان اللہ لیضیع ایمانکم**'': خداوند عالم ہرگز ان نمازوں کو جو تحویل قبلہ سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی ہیں ضائع نہیں کرے گا۔

۱۲۔ ''**اذا بدلنا**'' : جب بھی جاگزیں کریں، ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کردیں، عوض اور بدل کے درمیان یہ فرق ہے کہ: عوض جنس کی قیمت ہوتا ہے اور بدل اصل کا جاگزیں اور قائم مقام ہوتا ہے۔

۱۳۔ ''**روح القدس**'' : ایک ایسا فرشتہ جس کے توسط سے خداوند عالم قرآن، احکام اور اس کی تفسیر پیغمبر پر نازل کرتا تھا۔

۱۴۔ ''**ذی ظفر**'' : ناخن دار یہاں پر مراد ہر وہ حیوان ہے جس کے سم میں شگاف نہیں ہوتا جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، غاز، واللہ عالم بالصواب۔

۱۵۔ ''**الحوایا**'': آنتیں۔

۱۶۔ ''**ما اختلط بعظم**'': وہ چربی جو ہڈی سے متصل ہو۔

تفسیر آیات

۱۔ آیۂ تبدیل:

وہ آیت جو سورۂ نحل کی مکی آیات کے ضمن میں آئی ہے: خداوند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے: جب کبھی ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ قرار دیتے ہیں یعنی گزشتہ شریعت کا کوئی حکم اٹھا کر کوئی دوسرا حکم جو قرآن میں مذکور ہے اس کی جگہ رکھ دیتے ہیں تو ہمارے رسول سے کہتے ہیں: تم جھوٹ بولتے ہو۔

اے پیغمبر! کہو: قرآنی احکام کو مخصوص فرشتہ خدا کی جانب سے حق کے ساتھ لاتا ہے تاکہ مومنین اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہو، تم جھوٹ بولنے والے یا گڑھنے والے نہیں ہو، جھوٹے وہ لوگ ہیں جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے، یعنی مشرکین، وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں۔

خداوند عالم اس کے بعد محل اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے: جو کچھ ہم نے تم کو روزی دی ہے جیسے اونٹ کا گوشت اور حیوانات کی چربی اور اسکے مانند جس کو بنی اسرائیل پر ہم نے حرام کیا تھا، حلال و

پاکیزہ طور پر کھاؤ، کیونکہ خداوندعالم نے اسے تم پر حرام نہیں کیا بلکہ صرف مردار، خون، سوّر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو ان کا کھانا تم پر حرام کیا ہے، سوائے مضطر اور مجبور انسان کے جو کہ اس کے کھانے پر مجبور ہو، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں تم لوگ اپنے پاس سے نہ کہو: ''یہ حرام ہے اور وہ حلال ہے'' جیسا کہ مشرکین کہتے تھے اور خداوندعالم نے سورہ انعام کی ۱۳۸ سے ۱۴۰ ویں آیات میں اس کی خبر دی ہے کہ یہ سب مشرکوں کا کام ہے، رہا سوال یہود کا تو خداوندعالم نے ان لوگوں پر مخصوص چیزوں کو حرام کیا تھا جس کا ذکر سورۂ انعام میں آیا ہے۔

رہے تم اے پیغمبرؐ! تو ہم نے تم پر وحی کی: حلال وحرام میں ملت ابراہیمؑ کے پیرو رہو اور شریعت ابراہیمؑ کے تمام امور میں سے یہ ہے کہ جمعہ کا دن ہفتہ میں آرام کرنے کا دن ہے، لیکن سنیچر تو صرف بنی اسرائیل کے لئے تعطیل کا دن تھا ان پر اس دن کام حرام تھا جیسا کہ سورۂ اعراف کی ۱۶۳ ویں آیت میں مذکور ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی بنیاد پر تبدیل آیت کے معنی یہاں پر یہ ہیں کہ صرف توریت کے بعض احکام کو قرآن کے احکام سے تبدیل کرنا ہے اور شریعت اسلامی کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شریعت کی طرف بازگشت ہے۔

جو چیز ہمارے بیان کی تاکید کرتی ہے، خداوند سبحان کا فرمان ہے کہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿و اِذا بد لنا آیة مکان آیة ...... قالوا انما مفتر...... قل نزّله روح القدس﴾

کیونکہ لفظ '' نزلہ '' میں مذکر کی ضمیر آیت کے معنی یعنی ''حکم'' کی طرف پلٹتی ہے اور اگر بحث اس آیت کی تبدیل کے محور پر ہوتی جو کہ سورہ کا جز ہے تو مناسب یہ تھا کہ خداوند سبحان فرماتا: ''قل نزلها روح القدس '' یعنی مونث کی ضمیر ذکر کرتا نہ مذکر کی (خوب دقت اور غور وخوص کیجئے)۔

۲۔ آیۂ نسخ:

یہ آیت سورہ بقرہ کی مدنی آیات کے درمیان آئی ہے، خداوند متعال ان آیات میں فرماتا ہے:

اے بنی اسرائیل؛ خداوندعالم کی نعمتوں کو اپنے اوپر یاد کرو اور اس کے عہد و پیمان کو وفا (پورا) کرو وہ پیمان جو توریت بھیجنے کے موقع پر ہم نے تم سے لیا تھا اور تم سے کہا تھا: جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم انداز میں لے لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو۔

اس میں خاتم الانبیاءؐ کی بعثت سے متعلق بشارت تھی خدا سے اپنے عہد و پیمان کو وفا کرو تا کہ خدا بھی اپنے پیمان کو جو تم سے کیا ہے وفا کرے اور اپنی نعمتوں کا دنیا و آخرت میں تم پر اضافہ کرے اور جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ کہ وہ یقیناً جو کچھ تمہارے پاس کتاب خدا میں موجود ہے سب کا اثبات کرتا ہے، حق کو نہ چھپاؤ اور اسے دانستہ طور پر باطل سے پوشیدہ نہ کرو، خداوند عالم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد بھی رسولوں کو بھیجا کہ انھیں میں سے عیسیٰ ابن مریمؑ بھی تھے وہی جن کی خدا نے روشن دلائل اور روح القدس کے ذریعہ تائید کی، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی پیغمبر نے تمہارے نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیز پیش کی تو تم لوگوں نے تکبر سے کام لیا کچھ لوگوں کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کر ڈالا؟ اور کہا ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان چیزوں کو ہم نہیں سمجھتے ہیں، اب بھی قرآن خدا کی جانب سے تمہارے لئے نازل ہوا ہے اور جو خبریں تمہارے پاس ہیں ان سے بھی ثابت ہے پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو جبکہ تم اس سے پہلے کفار پر کامیابی کے لئے اس کے نام کو اپنے لئے شفیع قرار دیتے تھے اور اب تو پیغمبرؐ آگئے ہیں اور تم لوگ پہچانتے بھی ہو پھر بھی اس کا اور جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے ان سب کا انکار کرتے ہو، تم نے خود کو ایک بری قیمت پر بیچ ڈالا کہ جو خدا نے نازل کیا اس کا انکار کرتے ہو، اس بات پر انکار کرتے ہو کہ کیوں خدا نے حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں پیغمبر بھیجا حضرت یعقوبؑ کی نسل میں یہ شرف پیغمبری کیوں عطا نہیں کیا؟ لہٰذا وہ غضب خداوندی کا شکار ہو گئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

اور جب یہود سے کہا گیا: جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ، تو انھوں نے کہا: جو کچھ ہم لوگوں پر نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم پر نازل نہیں ہوا ہے ہم اس کے منکر ہیں، جب کہ وہ جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا حق ہے اور انبیاء کی کتابوں میں موجود اخبار کی تصدیق اور اثبات کرتا ہے یعنی وہ اخبار جو بعثت خاتم الانبیاء سے متعلق ہیں اور ان کے پاس ہیں، اے پیغمبر! ان سے کہہ دو! اگر تم لوگ خود کو مومن خیال کرتے ہو تو پھر کیوں اس سے پہلے آنے والے انبیاء کو قتل کر ڈالا؟ کس طرح کہتے ہو کے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ہم ایمان لائے ہیں جب کہ حضرت موسیٰ روشن علامتوں اور آیات کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور تم لوگ خدا پر ایمان لانے کے بجائے گوسالہ پرست ہو گئے؟! اس وقت بھی خداوند عالم نے جس طرح حضرت موسیٰ پر روشن آیات نازل کی تھیں اسی طرح خاتم الانبیاء محمدؐ پر بھی نازل کی ہیں اور بجز کافروں کے اس کا کوئی منکر نہیں ہوگا۔

اگر یہود ایمان لے آئیں اور خدا سے خوف کھائیں یقیناً خدا انھیں جزا دے گا، لیکن کیا فائدہ کہ اہل کتاب کے کفار اور مشرکین کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم مسلمانوں پر کسی قسم کی کوئی آسمانی خبر یا کتاب نازل ہو، جب کہ خداوند عالم جسے چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کر دے۔

خداوند عالم اگر کوئی حکم نسخ کرے یا اسے تاخیر میں ڈالے تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لے آتا ہے خدا ہر چیز پر قادر اور توانا ہے۔

بہت سارے اہل کتاب اس وجہ سے کہ وحی الٰہی بنی اسرائیل کے علاوہ پر نازل ہوئی ہے حاسدانہ طور پر یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کے بجائے کفر کی طرف پھیر دیں اور ایسا اس حال میں ہے کہ حق ان پر روشن اور آشکار ہو چکا ہے! یہ تم لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کے علاوہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا یعنی تم لوگ اپنے اسلام کے باوجود بہشت سے محروم رہو گے؛ کہو: اپنی دلیل پیش کرو! البتہ جو بھی اسلام لے آئے اور نیک اور اچھا عمل انجام دے اسکی جزا خدا کے یہاں محفوظ ہے اور یہود و نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تم ان کے دین کا اتباع کرو۔

اُس کے بعد یہود کو مخاطب کر کے فرمایا: اے بنی اسرائیل؛ جن نعمتوں کو ہم نے تم پر نازل کیا ہے اور تم لوگوں کو تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت و برتری دی ہے اسے یاد کرو اور روز قیامت سے ڈرو۔

اس کے بعد یہود اور پیغمبرؐ کے درمیان نزاع و دشمنی و عداوت کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ہم بیت المقدس سے تحویل قبلہ کے سلسلے میں آسمان کی طرف تمہاری انتظار آمیز نگاہوں سے باخبر ہیں ابھی اس قبلہ کی طرف تمھیں لوٹا دیں گے جس سے تم راضی و خوشنود ہو جاؤ گے۔

(اے رسول!) تم جہاں کہیں بھی ہو اور تمام مسلمان اپنے رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیں اہل کتاب، یہود جو تم سے دشمنی کرتے ہیں اور نصاریٰ یہ سب خوب اچھی طرح جانتے ہیں قبلہ کا کعبہ کی طرف موڑنا حق اور خداوند کی جانب سے ہے اور تم جب بھی کوئی آیت یا دلیل پیش کرو تمہاری بات نہیں مانیں گے اور تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔

عنقریب بیوقوف کہیں گے: انھیں کونسی چیز نے سابق قبلہ بیت المقدس سے روک دیا ہے؟ کہو حکم، حکم خدا ہے مشرق و مغرب سب اسکا ہے جسے چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، بیت المقدس کو اس کا قبلہ بنانا اور پھر مکہ کی طرف موڑنا لوگوں کے امتحان کی خاطر تھا مکہ والوں کو کعبہ سے بیت المقدس کی طرف اور

یہود کو مدینہ میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ کر امتحان کرتا ہے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ آیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ یہ موضوع حق اور خداوند عالم کی جانب سے ہے اپنے قومی وقبائلی اور اسرائیلی تعصب سے باز آتے ہیں یا نہیں اور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں یا نہیں اور اس گروہ کا امتحان اس وجہ سے ہوا تا کہ رسولؐ کے ماننے والے ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف پھر جائیں گے مشخص اور ممتاز ہو جائیں، انکی نمازیں جو اس سے قبل بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں خدا کے نزدیک برباد نہیں ہوں گی۔

اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ تبدیلی آیت سے مراد، جس کا ذکر سورۂ نحل کی مکی آیات میں قریش کی نزاع اور اختلاف کے ذکر کے تحت آیا ہے، خدا کی جانب سے ایک حکم کا دوسرے حکم سے تبدیل ہونا ہے، اس نزاع کی تفصیل سورۂ انعام کی ۱۳۸تا۱۴۶ ویں آیات میں آئی ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ (یہود مدینہ کی داستان میں) نسخ آیت اور اس کی مدت کے خاتمہ سے مقصود و مراد موسیٰ کی شریعت میں نسخ حکم یا ایک خاص شریعت کی مدت کا ختم ہونا ہے (اس حکمت کی بناء پر جسے خدا جانتا ہے)

راغب اصفہانی نے لفظ (آیت) کی تفسیر میں صحیح راستہ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں: کوئی بھی جملہ جو کسی حکم پر دلالت کرتا ہے آیت ہے، چاہے وہ ایک کامل سورہ ہو یا ایک سورہ کا بعض حصہ (سورہ میں آیت کے معنی کے اعتبار سے) یا اس کے چند حصے ہوں۔

لہٰذا مذکورہ دو آیتوں میں ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرنے اور آیت کے نسخ اور اس کے تاخیر میں ڈالنے سے مراد یہی ہے کہ جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے، اب آئندہ بحث میں حضرت موسیٰ کی شریعت میں نسخ کی حیثیت اور اس کی حکمت (خدا کی اجازت اور توفیق سے) تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

[۴]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص ہے

حضرت موسیٰؑ کی شریعت جس کا تذکرہ توریت میں آیا ہے بنی اسرائیل سے مخصوص ہے، جیسا کہ سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب کے چوتھے حصّہ میں آیا ہے:

''موسیٰ نے ہم کو ایک ایسی سنت کا حکم دیا ہے جو کہ جماعت یعقوب کی میراث ہے''

یعنی موسیٰ نے ہمیں ایک ایسی شریعت کا حکم دیا ہے جو کہ جماعت یعقوب یعنی بنی اسرائیل سے مخصوص ہے، گزشتہ آیات میں بھی اس خصوصیت کا ذکر ہوا ہے، آئندہ بحث میں انشاء اللہ امر نسخ کی بسط و تفصیل کے ساتھ تحقیق و بررسی کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نسخ کی حقیقت

اس بحث میں ہم سب سے پہلے قرآن سے (زمانے کے تسلسل کا لحاظ کرتے ہوئے) بنی اسرائیل کی داستان کا آغاز کریں گے، پھر ان کی شریعت میں نسخ کے مسئلہ کو بیان کریں گے۔

اوّل: بنی اسرائیل کو نعمت خداوندی کی یاددہانی

۱۔ خداوند عالم سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یا بنی اسرائیل أذکروانعمتی التی أنعمت علیکم و أنی فضّلتکم علی العالمین.. و إذ نجّینا کم من آل فرعون یسومو نکم سوء العذاب یذ بحون أبناء کم و یستحیون نساء کم و فی ذلکم بلاء من ربکم عظیم) (و أذفرقنا بکم البحر فانجینا کم وأغرقنا آل فرعون و نتم تنظرون ـ و أذ واعدناموسیٰ أربعین لیلة ثم اتخذتم العجل من

بعده و أنتم ظالمون ﴾(۱)

اے بنی اسرائیل! جونعمتیں ہم نے تم پر نازل کی ہیں انھیں یاد کرو اور یہ کہ ہم نے تم کو عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے...اور جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے خونخوار چنگل سے آزادی دلائی وہ لوگ تمھیں بری طرح شکنجہ میں ڈالے ہوئے تھے تمہارے فرزندوں کے سر اڑا دیتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے عظیم امتحان تھا اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو شگاف کیا اور تمھیں نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کر ڈالا، درانحالیکہ یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور جب موسیٰ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا پھر تم لوگوں نے اس کے بعد گوسالہ کا انتخاب کیا جب کہ تم لوگ ظالم وستم گر تھے۔

۲۔ سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علیٰ أصنام لهم قالوا یا موسیٰ اجعل لنا إلهاً کما لهم آلهة قال انکم قوم تجهلون﴾ (۲)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کرایا راستے میں ایسے گروہ سے ملاقات ہوئی جو خضوع خشوع کے ساتھ اپنے بتوں کے اردگرد اکٹھا تھے، تو ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ان کے خداؤں کے مانند کوئی خدا بنا دو، انہوں نے فرمایا: سچ ہے تم لوگ ایک نادان اور جاہل قوم ہو۔

۳۔ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و اضلّهم السامری ...... فکذلك القی السّامری۔ فاخرج لهم عجلاً جسداً له خوار فقالو هذا إلهکم وإله موسیٰ ...... و لقد قال لهم هارو ن من قبل یا قوم إنّما فتنتم به و إنّ ربّکم الرحمن فا تبعونی و أطیعوا أمری۔ قالو لن نبرح علیه عاکفین حتیٰ یرجع إلینا موسیٰ﴾

اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا...اور سامری نے اس طرح ان کے اندر القاء کیا اور ان کے لئے گوسالہ کا ایسا مجسمہ جس میں سے گوسالہ کی آواز آتی تھی بنا دیا تو ان سب نے کہا: یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے...اور اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہا: اے میری قوم والو! تم لوگ اس کی وجہ سے امتحان میں مبتلا ہو گئے ہو، تمہارا رب خداوند رحمان ہے میری پیروی کرو اور میرے حکم وفرمان کی اطاعت کرو، کہنے لگے:

---

(۱) بقرہ/ ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۱ (۲) اعراف/ ۱۳۸

ہم اسی طرح اس کے پابند ہیں یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ کر آجائیں۔(۱)

۴۔سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا:

﴿واذ قال موسیٰ لقومه يا قوم انّكم ظلمتم انفسكم باتّخاذكم العجل فتوبوا ألى بارئكم فاقتلوا أنفسكم ذلكم خير لكم عند بارئكم فتاب عليكم انّه هو التوّاب الرّحيم﴾(۲)

اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے گوسالہ کا انتخاب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہٰذا توبہ کرو اور اپنے خالق کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے نفسوں کو قتل کر ڈالو کیونکہ یہ کام تمہارے ربّ کے نزدیک بہتر ہے پھر خداوند عالم نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

دوم: توریت اور اس کے بعض احکام:

۱۔خداوند عالم سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

﴿واذ أخذنا ميثاقكم و رفعنا فوقكم الطّور خذوا ما آتيناكم بقوّة و اذكروا ما فيه لعلّكم تتقون﴾(۳)

اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا (اور تم سے کہا) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم طریقے سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

۲۔سورۂ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وآتينا موسیٰ الكتاب وجعلناه هُدىً لبني اسرائيل...﴾(۴)

اور ہم نے موسیٰ کو آسمانی کتاب عطا کی اور اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا وسیلہ قرار دیا۔

۳۔سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كلّ الطعام كان حلّا لبني اسرائيل الّا ما حرّم اسرائيل علیٰ نفسه من قبل أن تنزّل التوراة...﴾(۵)

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جز ان اشیاء کے جنہیں خود اسرائیل (یعقوبؑ)

---

(۱) طٰہٰ/۸۵، ۹۱۔(۲) بقرہ/۵۴ (۳) بقرہ/۶۳، اس مضمون سے ملتی جلتی آیتیں سورہ بقرہ کی ۹۳ ویں آیت اور سورۂ اعراف کی ۱۷۱ ویں آیت میں بھی آئی ہیں)(۴) اسراء/۲(۵) آل عمران/۹۳

نے توریت کے نزول سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

۴۔سورۂ انعام میں فرمایا:

﴿و ماعلی الذین هادوا حرّمنا کلّ ذی ظفر من البقر و الغنم حرّمنا علیهم شحومهما الا ماحملت ظهورهما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلك جزیناهم ببغیهم و انّا لصادقون﴾(۱)

یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا، گائے اور گوسفند سے ان کی چربی ان پر حرام کی جز اس چربی کے جو ان کی پشت پر ہو یا جو پہلو میں ہو یا جو ہڈیوں سے متصل اور مخلوط ہو یہ ان کی بغاوت و سرکشی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے انھیں اور سزا کا مستحق قرار دیا اور ہم سچ کہتے ہیں۔

۵۔سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و علی الذین هادوا حرّمنا ما قصصنا علیك من قبل و ما ظلمنا هم و لكن كانوا انفسهم یظلمون﴾(۲)

اور ہم نے جن چیزوں کی اس سے پہلے تمہارے لئے تفصیل بیان کی ہے، ان چیزوں کو یہود پر حرام کیا؛ ہم نے ان پر ظلم و ستم نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے خود اپنے نفوس پر ظلم کیا ہے۔

۶۔سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یَسْألُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً ... فَعَفَوْنَا عَنْ ذَٰلِكَ... (۱۵۳) وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِیثَاقِهِمْ.... وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِیثَاقًا غَلِیظًا (۱۵۴) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِیثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآیَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِیَاءَ ... (۱۵۵) وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیمًا (۱۵۶) فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِینَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیلِ اللَّهِ كَثِیرًا (۱۶۰) وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ....﴾(۳)

اہل کتاب تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو؛ انھوں نے تو حضرت موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز کی خواہش کی تھی اور کہا تھا: خدا کو واضح اور آشکار طور سے ہمیں دکھاؤ......لیکن ہم نے انھیں درگزر کردیا...اور ہم نے ان کے عہد کی خلاف ورزی کی بنا پر ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کردیا۔

(۱)انعام/۱۴۶(۲)نحل/۱۱۸(۳)نساء/۱۵۳/۱۵۴/۱۵۵/۱۵۶/۱۶۰/۱۶۱.

اوران سے کہا: سنیچر کے دن تجاوز اور تعدی نہ کرو اوران سے محکم عہد و پیمان لیا، ان کی پیمان شکنی، آیات خداوندی کا انکار، پیغمبروں کے قتل اوران کے کفر کی وجہ سے نیز اس عظیم تہمت کی وجہ سے جو حضرت مریم پر لگائی، نیز اس ظلم کی وجہ سے جو یہود سے صادر ہوا اور بہت سارے لوگوں کو راہ راست سے روکنے کی وجہ سے بعض پاکیزہ چیزوں کو جوان پر حلال تھیں ان کے لئے ہم نے حرام کردیا اور ربا اور سود خوری کی وجہ سے جب کہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے اموال کو باطل انداز سے خرد برد کرنے کی بنا پر۔

۷۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و سئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحراذ يعدون فى السبت إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شُرّعاً ويوما لايسبتون لاتاتيهم كذلك نبلوهم بما كانوايفسقون﴾(۱)

دریا کے ساحل پر واقع ایک شہر کے بارے میں ان سے سوال کرو؛ جب کہ سنیچر کے دن تجاوز کرتے تھے، اس وقت سنیچر کو دریا کی مچھلیاں ان پر ظاہر ہوجاتی تھیں اوراس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اس طرح ظاہر نہیں ہوتی تھیں، اس طرح سے ہم نے ان کا اس چیز سے امتحان لیا جس کے نتیجہ میں وہ نافرمانی کرتے تھے۔

۸۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿انّما جعل السبت على الذين اختلفو فيه﴾(۲)

سنیچر کا دن صرف اور صرف ان کے مجازات اور سزا کے عنوان سے تھا ان لوگوں کے لئے جو اس میں اختلاف کرتے تھے۔

سوم: خداوند عالم کی بنی اسرائیل پر نعمتیں اوران کی سرکشی ونافرمانی

۱۔ خداوند عالم سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذْ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنْ اضْرِب بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (۱۶۰) وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ

---

(۱) اعراف/۱۶۳۔ بقرہ/۶۵۔ نساء/۴۷، ۱۵۴ (۲) نحل/۱۲۴

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ (۱۶۱) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴾(۱)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک نسل کے بارہ قبیلوں میں تقسیم کردیا اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ان کو ہم نے وحی کی: اپنے عصا کو پتھر پر مارو! اچانک اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اس طرح سے کہ ہر گروہ اپنے گھاٹ کو پہچانتا تھا اور بادل کو ان پر سائبان۔ قرار دیا اور ان کے لئے من وسلوىٰ بھیجا (اور ہم نے کہا) جو تمھیں پاکیزہ رزق دیا ہے اسے کھاؤ انھوں نے ہم پر ستم نہیں کیا ہے بلکہ خود پر ستم کیا ہے اور جس وقت ان سے کہا گیا: اس شہر (بیت المقدس) میں سکونت اختیار کرو اور جہاں سے چاہو وہاں سے کھاؤ اور کہو: خدایا ہمارے گناہوں کو بخش دے! اور اس در سے تواضع وانکساری کے ساتھ داخل ہو جاؤ تا کہ تمہارے گناہوں کو ہم بخش دیں اور نیکو کاروں کو اس سے بڑھ کر جزا دیں، لیکن ان ستمگروں نے جو ان سے کہا گیا تھا اس کے علاوہ بات کہی یعنی اس میں تبدیلی کردی اور ہم نے اس وجہ سے کہ وہ مسلسل ظالم وستمگر رہے ہیں ان کے لئے آسمان سے بلا نازل کردی ہے۔

۱۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ (۲۰) يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ (۲۱) قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ (۲۲) قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۳) قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (۲۴) قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (۲۵) قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، جبکہ اس نے تمہارے درمیان پیغمبروں کو بھیجا اور تمھیں حاکم بنایا اور تمہیں ایسی چیزیں عطا کیں کہ دنیا والوں میں کسی کو

(۱) اعراف ۱۶۰/ ۱۶۲

ویسی نہیں دی ہیں، اے میری قوم! مقدس سرزمین میں جسے خداوند عالم نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے داخل ہو جاؤ اور الٹے پاؤں واپس نہ ہونا ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگے، ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہاں ستمگر لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہیں جاتے اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے، خداترس دو مردوں نے جن پر خدا نے نعمت نازل کی تھی کہا: تم لوگ ان کے پاس شہر کے دروازہ سے داخل ہو جاؤ اگر تم دروازہ میں داخل ہو گئے تو یقیناً ان پر کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا پر بھروسہ کرو، ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہ لوگ جب تک وہاں ہیں ہم لوگ ہرگز داخل نہیں ہوں گے! تم اور تمہارا رب جائے اور ان سے جنگ کرے ہم یہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں، کہا: پروردگارا! میں صرف اپنا اور اپنے بھائی کا ذمہ دار ہوں، میرے اور اس گناہ گار جماعت کے درمیان جدائی کردے، فرمایا: یہ سرزمین ان کے لئے چالیس سال تک کے لئے ممنوع ہے وہ لوگ ہمیشہ سرگرداں اور پریشان رہیں گے اور تم اس گناہ گار قوم پر غمگین مت ہو۔(۱)

کلمات کی تشریح

۱۔ ''اسرائیل'': یعقوب، آپ ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند حضرت اسحٰق کے بیٹے ہیں، ان کا لقب اسرائیل ہے بنی اسرائیل ان ہی کی نسل ہے جو ان کے بارہ بیٹوں سے ہے۔

۲۔ ''یسومونکم'': تمکو عذاب دیتے تھے، رسوا کن عذاب۔

۳۔ ''یستحیون'': زندہ رکھتے تھے۔

۴۔ ''یعکفون'': خاضعانہ طور پر عبادت کرتے تھے، پابند تھے۔

۵۔ ''خوار'': گائے اور بھیڑ کی آواز۔

۶۔ ''لن نبرح'': ہم ہرگز جدا نہیں ہوں گے، آگے نہ بڑھیں گے۔

۷۔ ''فتنتم'': تمہارا امتحان لیا گیا، آزمائش خداوندی، بندوں کے امتحان کے لئے ہے اور ابلیس اور لوگوں کا فتنہ، گمراہی اور زحمت میں ڈالنے کے معنی میں ہے، خداوند عالم نے لوگوں کو فتنہ ابلیس سے خبردار کیا ہے اور فرمایا ہے:

---

(۱) مائدہ/۲۰، ۲۶

﴿ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان﴾

اے آدم کے بیٹو! کہیں شیطان تمھیں فتنہ اور فریب میں مبتلا نہ کرے: اور لوگوں کے فتنہ کے بارے میں فرمایا:

﴿إنّ الذین فتنوا المومنین و المومنات ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جهنم و لهم عذاب الحریق﴾

بیشک جن لوگوں نے باایمان مردوں اور عورتوں کو زحمتوں میں مبتلا کیا ہے پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کیلئے جہنم کا عذاب اور جھلسا دینے والی آگ کا عذاب ہے۔

۸۔ ''بارى'': خالق اور ہستی عطا کرنے والا.

۹۔ ''أسباطاً'': اسباط یہاں پر قبیلہ اور خاندان کے معنی میں ہے۔

۱۰۔ ''فانبجست'': ابلنے لگا، پھوٹ پڑا۔

۱۱۔ ''المن و السلوی'': المن؛ جامد شہد کے مانند چپکنے والی اور شیریں ایک چیز ہے اور السلوی؛ بٹیر، ایسا پرندہ جس کا شمار بحر ابیض کے پرندوں میں ہوتا ہے، جو موسم سرما میں مصر اور سوڈان کی طرف ہجرت اختیار کرتا ہے۔

۱۲۔ ''حِطّة'': ہمارے گناہ کو جھاڑ دے، دھودے، ہمارے بوجھ کو ہلکا کردے۔

۱۳۔ ''رفعنا'': ہم نے بلند کیا، رفعت عطا کی۔

۱۴۔ ''میثاقکم'': تمہارا عہد و پیمان، میثاق: ایسا عہد و پیمان جس کی تاکید کی گئی ہو، عہد و پیمان کا پابند ہونا۔

۱۵۔ ''رجز'': عذاب، رجز الشیطان... اس کا وسوسہ۔

۱۶۔ ''یتیھون'': حیران و پریشان ہوتے ہیں، راستہ بھول جاتے ہیں۔

۱۷۔ ''لا تأس'': غمزدہ نہ ہو، افسوس نہ کرو۔

۱۸۔ ''لا تعدوا'': تجاوز نہ کرو، ظلم و ستم نہ کرو۔

۱۹۔ ''میثاقاً غلیظاً'': محکم و مضبوط عہد و پیمان۔

۲۰۔ ''الحوایا'': آنتیں

۲۱۔ "شرعًا": آشکار اور نزدیک۔

۲۲۔ جعل لهم: ان کے لئے قانون گزاری کی، قانون مقرر و معین کیا۔

آیات کی تفسیر

خداوند عالم نے گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل سے فرمایا: اُن نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور تمہارے درمیان پیغمبروں اور حکام کو قرار دیا نیز من وسلویٰ جیسی نعمت جو کہ دنیا میں کسی کو نہیں دی ہے تمہیں دی، خداوند سبحان نے انھیں فرعون کی غلامی، اولاد کے قتل اور عورتوں کو کنیزی میں زندہ رکھنے کی ذلت سے نجات دی، فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا اور انہیں دریا سے عبور کرا دیا، اس کے باوجود جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بتوں کی عبادت اور پوجا میں مشغول ہیں، تو موسیٰ سے کہا: ہمارے لئے بھی انہی کے مشابہ اور مانند خدا بنا دو تا کہ ہم اس کی عبادت اور پرستش کریں! اور جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر توریت لینے گئے تو یہ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے اور جب موسیٰ نے انھیں حکم دیا کہ اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جائیں جو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہے تو ان لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! وہاں ظالم اور قدرت مند گروہ (عمالقہ) ہے جب تک وہ لوگ وہاں سے خارج نہیں ہوں گے ہم وہاں داخل نہیں ہو سکتے "یوشع" یا "مسح" اور ان کی دوسری فرد نے ان سے کہا: شہر میں داخل ہو جاؤ بہت جلدی کامیاب ہو جاؤ گے، تو انھوں نے سرکشی اور نافرمانی کی اور بولے: اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جائے اور عمالقہ سے جنگ کرے ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں! موسیٰ نے کہا: پروردگارا! میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا مالک و مختار ہوں میرے اور اس گناہ گار قوم کے درمیان جدائی کر دے! خداوند سبحان نے فرمایا: یہ مقدس اور پاکیزہ سرزمین ان لوگوں پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دی گئی ہے اتنی مدت یہ لوگ سینا نامی صحرا میں حیران و سرگرداں پھرتے رہیں گے تم ان گناہ گاروں کی خاطر غمگین نہ ہو۔

خداوند عالم ان لوگوں کے بارے میں سورۂ اعراف میں فرماتا ہے: بنی اسرائیل کو بارہ خاندان اور قبیلوں میں تقسیم کیا اور انھوں نے جب موسیٰ سے پانی طلب کیا تو ہم نے موسی پر وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ، نیز بادل کو ان کے سروں پر سایہ فگن کر دیا تا کہ خورشید کی حرارت وگرمی سے محفوظ رہیں، شہد کے مانند شرینی اور پرندہ کا گوشت ان کے کھانے کے لئے فراہم کیا،

پھر کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ان سے کہا گیا: اس شہر میں جو کہ تمہارے روبرو ہے سکونت اختیار کرو اور اس کے محصولات سے کھاؤ اور شہر کے دروازے سے داخل ہوتے وقت خدا کا شکر ادا کرو اور اس کا سجدہ ادا کرتے ہوئے کہو! "حطة" یعنی خداوندا! ہمارے گناہوں کو بخش دے ستمگروں نے اس لفظ کو بدل ڈالا اور "حطة" کے بجائے "حنطة" کہنے لگے، (۱) یعنی ہم گندم (گیہوں) کے سراغ میں ہیں! خداوند عالم نے ان کے اس اعمال کے سبب آسمان سے عذاب نازل فرمایا۔

خداوند عالم نے سورۂ نساء میں فرمایا: اے پیغمبرؐ! تم سے اہل کتاب کی خواہش ہے کہ تم کوئی کتاب ان کے لئے آسمان سے نازل کرو، یہ لوگ تو اس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰ سے مطالبہ کر چکے ہیں کہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھلا دو تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیا اور کوہِ طور کو ان کے اوپر جگہ دی۔

اسرائیل (یعقوب) کی پسندیدہ اور مرغوب ترین غذا دودھ اور اونٹ کا گوشت تھی، یعقوبؑ ایک طرح کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور خدا نے انھیں شفا بخشی، تو انھوں نے بھی خداوند عالم کے شکرانے کے طور پر محبوب ترین کھانے اور پینے کی چیزوں کو جیسے دودھ اور اونٹ کا گوشت وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اسی طرح انھوں نے جگر اور گردے کی مخصوص چربی نیز دیگر چربی کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیا کیونکہ اس چربی کو ماضی میں قربانی کے لئے لے جاتے تھے اور آگ اسے کھا جاتی تھی۔ (۲)

قوم یہود کا خدا سے جو عہد و پیمان تھا منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ جن کے مبعوث ہونے کی موسیٰؑ ابن عمران نے بشارت دی ہے یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی بعثت، ان پر ایمان لائیں، اس بشارت کو اس سے پہلے ہم نے توریت کے سفر تثنیہ سے نقل کیا ہے۔

احکام کے بارے میں بھی انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ شنبہ یعنی سنیچر کے دن تجاوز نہیں کریں گے (کام کاج چھوڑ دیں گے) خدا نے اس سلسلے میں محکم اور مضبوط عہد و پیمان لیا تھا، ان لوگوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور آیات خداوندی کا انکار کر گئے اور پاک و پاکیزہ خاتون مریمؑ پر عظیم بہتان

---

(۱) آیت کی تفسیر کے ذیل میں بحار الانوار اور مجمع البیان میں اسی طرح مذکور ہے

(۲) سیرۂ ابن ہشام، طبع حجازی قاہرہ، ج ۲، ص ۱۶۸، ۱۶۹ جو کچھ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے تفسیر طبری اور سیوطی سے ماخوذ ہے میرے خیال میں جو کچھ سیرۂ ہشام میں ہے وہ متن میں مذکور عبارت سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

باندھا اور زبردست الزام لگایا اسی لئے تو خداوند عالم نے تادیب کے عنوان سے ، بہت سی پاکیزہ چیزوں کو جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیا اور جب وہ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے تو انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں یعنی جس نے بھی گوسالہ پر ایمان نہیں رکھا گوسالہ پرستوں قتل کرے اسی طرح جب یہ لوگ خدا پر ایمان لانے سے مانع ہوئے اور سود کا معاملہ کرنے لگے اور سود کھانے لگے ، باوجودیکہ سود (ربا) سے انھیں منع کیا گیا تھا تو اُن پر حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔

ان کی دوسری مخالفت اس پیمان کا توڑنا تھا جو انھوں نے خدا سے کیا تھا کہ شنبہ کے دن مچھلی کا شکار نہیں کریں گے اور اس کے لئے انھیں سخت تاکید کی گئی تھی ، سنیچر کے دن مچھلیاں ساحل کے کنارے سطح آب پر آجاتی تھیں لیکن دیگر ایام میں ایسا نہیں کرتی تھیں اور یہ ان کا مخصوص امتحان تھا سنیچر کے دن چھٹی کرنا صرف اور صرف بنی اسرائیل سے مخصوص تھا ، وہی لوگ کہ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ، اس امتحان میں گرفتار ہوئے۔

خداوند عالم سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

اہل کتاب یہودی تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے لئے آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو ، یہ لوگ تو اس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰؑ سے مطالبہ کر چکے ہیں کہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھاؤ تاکہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیا اور کوہ طور کو ان کے سروں پر لٹکا دیا اور ان سے سخت اور محکم عہد و پیمان لیا کہ جو کچھ موسیٰ ابن عمران ان کے لئے لائے ہیں اس پر ایمان لا کر عمل کریں گے ، ہمارے پیمان کا بعض حصہ خدا کے پیغمبر بالخصوص حضرت عیسیٰؑ ابن مریم اور محمد ابن عبد اللہ پر ایمان لانا تھا ، لیکن ان لوگوں نے مریم عذرا پر ناروا تہمت لگائی اور توریت کے احکام کو کذب پر محمول کیا ، خدا کے نبیوں کا انکار کیا اور بہت سوں کو قتل کر ڈالا اور راہ خدا سے روکا ، سود لیا ، لوگوں کے اموال کو ناجائز طور پر خورد و برد کیا تو ہم نے بھی ان تمام ظلم و ستم کے باعث ان پاکیزہ چیزوں کو جو اس سے پہلے ان کے لئے حلال تھیں حرام کر دیا ، ان پر حرام ہونے والی اشیاء میں سنیچر کے دن ساحل پر رہنے والوں کے لئے مچھلی کا شکار کرنا بھی تھا جہاں اس دن مچھلیاں آشکار طور پر ان سے نزدیک ہو جاتی تھیں اور خودنمائی کرتی تھیں۔

بحث کا نتیجہ

خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو مصر کے ''فرعونیوں'' اور شام کے ''عمالقہ'' اور اس عصر کی تمام ملتوں پر فضیلت اور برتری دی تھی بہت سے انبیاء جیسے موسیٰ، ہارونؑ، عیسیٰؑ اور ان کے اوصیاء کو ان کے درمیان مبعوث کیا اور اس سے بھی اہم یہ کہ توریت ان پر نازل کی، ان سے سخت اور محکم پیمان لیا تا کہ جو کچھ ان کی کتابوں میں مذکور ہے اس پر عمل کریں، ''من وسلویٰ'' جیسی نعمت کا نزول، پتھر سے ان کے لئے پانی کا چشمہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ نعمتوں سے سرفراز فرمایا، لیکن ان لوگوں نے تمام نعمتوں کے باوجود آیات الٰہی کا انکار کیا اور گوسالہ کے پجاری ہو گئے، سود لیا، لوگوں کے اموال ناجائز طور پر کھائے اور اس کے علاوہ ہر طرح کی نافرمانی اور طغیانی کی، ایسے لوگوں کے اپنے آلودہ نفوس کی تربیت کی سخت ضرورت تھی اس لئے خداوند عالم نے ان پر خود کو قتل کرنا واجب قرار دیا نیز سنیچر کے دن دنیاوی امور کی انجام دہی ان پر حرام کردی، لیکن ان لوگوں نے سنیچر کے دن ترک عمل پر اختلاف کیا، جیسا کہ اس ساحلی شہر کے لوگوں نے بھی اس سلسلے میں حیلے(۱) اور بہانے سے کام لیا! خداوند سبحان نے ان چیزوں کو جو کچھ اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کیا تھا (چربی، اونٹ کا گوشت اور اس جیسی چیزوں کا کھانا) ان کی جان کی حفاظت کی غرض سے ان پر بھی حرام کردیا، اس کے علاوہ چونکہ بنی اسرائیل ہمیشہ قبائلی اتحاد و یکجہتی اور اٹوٹ رشتہ کے محتاج تھے تا کہ ان سرکش وطاغی عمالقہ اور قبطیوں کا مقابلہ کرسکیں جو ان کو چاروں طرف سے اپنے محاصرہ میں لئے ہوئے تھے، لہٰذا خداوند عالم نے بھی قبل اس کے کہ ہیکل سلیمان نامی معروف مسجد کی تعمیر کریں، ان پر واجب قرار دیا کہ سب ایک ساتھ عبادت کے لئے ''خیمہ اجتماع'' کے پاس جمع ہوں اور اپنی دینی رسومات کو ہارون کے فرزندوں کی سرپرستی میں بجا لائیں جس طرح عیسیٰ ابن مریم کو اور ان کی مادر گرامی مریمؑ کو جو کہ حضرت داؤدؑ کی نسل (جو بنی اسرائیل کے یہودا کی نسل) سے تھیں ان کی طرف روانہ کیا اور بعض وہ چیزیں جو ان پر حرام تھیں حلال کردیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی زبانی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) مادہ ''سبت'' کے سلسلے میں کتاب قاموس کتاب مقدس، تفسیر طبری، ابن کثیر اور سیوطی ملاحظہ ہو۔

﴿انّی قد جئتکم بآیة من ربّکم...)و مصدقاً لما بین یدیّ من التوراة و لأحلّ لکم بعض الذی حرّم علیکم...﴾(۱)

میں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے لئے ایک نشانی لایا ہوں اور جو کچھ مجھ سے پہلے توریت میں موجود تھا اس کی تصدیق اور اثبات کرتا ہوں اور آیا ہوں تاکہ بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں حلال کردوں۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے واضح ہوگیا کہ انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ ابن عمرانؑ سے لے کر عیسیٰ ابن مریم تک بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، نیز توریت میں بعض شرعی احکام بھی صرف بنی اسرائیل کی مصلحت کے لئے نازل ہوئے ہیں اس بنا پر ایسے احکام موقت یعنی وقتی ہوتے ہیں اور یہ ان چیزوں کے مانند ہیں جنہیں اسرائیل (یعقوبؑ) نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا لہٰذا ان میں بعض کی مدت عیسیٰ ابن مریم کی بعثت سے تمام ہوگئی اور آپؑ نے ان محرمات میں سے کچھ کو ان کے لئے حلال کردیا اور کچھ باقی بچے ہوئے تھے جن کی مدت حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی بعثت تک تھی وہ بھی تمام ہوگئی لہٰذا ایسے میں آنحضرتؐ آئے اور ان سب کی مدت تمام ہونے کو بیان فرمایا۔

خداوندعالم اس موضوع کو سورۂ اعراف میں اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿الذین یتبعون الرسول النّبی الأمیّ الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوارة و الأنجیل یأمرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر و یحلّ لهم الطیّبات و یحرّم علیهم الخبائث و یضع عنهم أصرهم و الأغلال التی کانت علیهم﴾ (۲)

جو لوگ اس رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کے صفات توریت اور انجیل میں جو خود ان کے پاس موجود ہے، لکھا ہوا ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی اور منکر سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان کے سنگین بار کو ان پر سے اٹھادیا ہے اور جن زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے انھیں اس سے آزاد کردیتا ہے۔

"اِصرهم": ان کے سنگین بوجھ یعنی وہ سخت تکالیف واحکام جو ان کے ذمہ تھے۔

نسخ کی یہ شان حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں ان سے پہلے شرائع کی بنسبت تھی، اسی طرح بعض وہ چیزیں

(۱) آل عمران/۴۹-۵۰ (۲) اعراف/۱۵۷

جو موسیٰؑ کی شریعت میں تھیں حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی شریعت میں نسخ ہو گئیں۔

"نسخ" کی دوسری قسم یہ ہے کہ یہ نسخ صرف ایک پیغمبر کی شریعت میں واقع ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

ایک پیغمبرؐ کی شریعت میں نسخ کے معنی

ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی کی شناخت کے لئے، اس کے کچھ نمونے جو حضرت خاتم الانبیاء کی شریعت میں واقع ہوئے ہیں بیان کر رہے ہیں:

یہ نمونہ وجوب صدقہ کے نسخ ان لوگوں کے لئے تھا جو چاہتے تھے کہ پیغمبر سے نجویٰ اور راز و نیاز کی باتیں کریں، جیسا کہ سورۂ "مجادلہ" میں ذکر ہوا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَةً ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۲) ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَاتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۳)﴾(۱)

اے صاحبان ایمان! جب رسول اللہ سے نجویٰ کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ دو، یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ہے اور اگر صدقہ دینے کو تمھارے پاس کچھ نہ ہو تو خداوند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے، کیا تم نجویٰ کرنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈرتے ہو؟ اب جبکہ یہ کام تم نے انجام نہیں دیا اور خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی، تو نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور خدا و پیغمبر کی اطاعت کرو کیونکہ تم جو کام انجام دیتے ہو اس سے خدا آگاہ اور باخبر ہے۔

اس داستان کی تفصیل تفاسیر میں اس طرح ہے:

بعض صحابہ حد سے زیادہ پیغمبرؐ سے نجویٰ کرتے تھے اور اس کام سے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ پیغمبرؐ کے خاص الخاص اور نزدیک ترین افراد میں سے ہیں، رسول اکرمؐ کا کریمانہ اخلاق بھی ایسا تھا کہ کسی ضرورتمند کی درخواست کو رد نہیں کرتے تھے، یہ کام رسول اکرمؐ کے لئے بسا اوقات دشواری کا باعث بن جاتا تھا اس کے باوجود آپ اس پر صبر و تحمل کرتے تھے۔

---

(۱) مجادلہ/۱۲، ۱۳، (اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں تفسیر طبری اور دیگر روائی تفاسیر دیکھئے)

اس بنا پر جو لوگ پیغمبر سے نجوی کرنا چاہتے تھے ان کے لئے صدقہ دینے کا حکم نازل ہوا پھر اس گروہ نے پیغمبرؐ سے نجویٰ کرنا چھوڑ دیا لیکن حضرت امام علیؑ بن ابی طالب نے ایک دینار کو دس درہم میں تبدیل کر کے دس مرتبہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرمؐ سے اہم چیزوں کے بارے میں نجویٰ و سرگوشی فرمائی. اس ہدف کی تکمیل اور اس حکم کے ذریعہ اس گروہ کی تربیت کے بعد اس کی مدت تمام ہوگئی اور صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہوگیا (اٹھالیا گیا)۔

نسخ کی بحث کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدمؑ سے لیکر انبیاء بنی اسرائیل کے زمانے تک یعنی موسیٰ ابن عمرانؑ سے عیسیٰ بن مریمؑ تک بنی آدم کے لئے ایک مبارک اور آرام کا دن تھا۔

اسی طرح حضرت آدمؑ اور ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک سارے پیغمبروں نے مناسک حج انجام دیئے، میدان عرفات، مشعر اور منیٰ گئے اور خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا، اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس کے بعد اپنے تابعین اور ماننے والوں کے ہمراہ حج میں خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

حضرت نوحؑ نے بھی حضرت آدم کے بعد ان کی شریعت کی تجدید کی اور حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شریعت کے مانند شریعت پیش کی اور ان کے بعد تمام انبیاء نے ان کی پیروی کی کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے:

۱۔ ﴿شرع لکم من الدین ما وصّیٰ بہ نوحاً...﴾ (۱)
تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا نوحؑ کو حکم دیا تھا۔

۲۔ ﴿وأن من شیعۃ لإبراھیم﴾
ابراہیم ان کے پیروکاروں اور شیعوں میں تھے۔ (۲)

۳۔ خاتم الانبیاءؐ اور ان کی امت سے بھی فرماتا ہے:

الف۔ ﴿اتبع ملّۃ ابراھیم حنیفاً﴾
ابراہیمؑ کے خالص اور محکم دین کا اتباع کرو۔

ب۔ ﴿فاتّبعوا ملّۃ إبراھیم حنیفاً﴾

(۱) شوریٰ/۱۳ (۲) صافات/۸۳

پھر ابراہیمؑ کے خالص اور محکم واستوار دین کا اتباع کرو۔(۱)

اس لحاظ سے رسولوں کی شریعتیں حضرت آدمؑ کے انتخاب سے لے کر حضرت خاتمؐ کے چناؤ اور انتخاب تک یکساں ہیں مگر جو کچھ انبیاء بنی اسرائیل کی ارسالی شریعت میں موسیٰ ابن عمرانؑ سے عیسیٰ بن مریم تک وجود میں آیا اس میں خاص کر اس قوم کی مصلحت کا لحاظ کیا گیا تھا، خداوند عالم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔﴿کلّ الطّعام کان حلاً لبنی اسرائیل الاّ حرّم اسرائیل علیٰ نفسه﴾(۲)

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، بجز اس کے جسے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

۲۔﴿و علیٰ الذین هادوا حرمنا ما قصصنا علیك من قبل﴾(۳)

اور اس سے پہلے جس کی تم سے ہم نے شرح وتفصیل بیان کی وہ سب ہم نے قوم یہود پر حرام کردیا۔

۳۔﴿انّما جعل السبت علیٰ الذین اختلفوا فیه﴾ (٤)

سنیچر کے دن کی تعطیل صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

توریت کے سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب کے چوتھے حصّہ میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے: ''موسیٰ نے ہمیں بالخصوص اولاد یعقوبؑ کی شریعت کا حکم دیا ہے''

اس تغییر کی بھی حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل ایک ہٹ دھرم، ضدی، جھگڑالو اور کینہ پرور قوم تھی اس قوم کے لوگ اپنے انبیاء سے عداوت ودشمنی کرتے اور نفس امارہ کی پیروی کرتے تھے اور دشمنوں کے مقابلہ میں سستی، بے چارگی اور زبوں حالی کا مظاہرہ کرتے، یہ لوگ اس کے بعد کہ خدا نے ان کے لئے دریا میں راستہ بنایا اور فرعون کی غلامی جیسی ذلت ورسوائی سے نجات دی، گوسالہ پرست ہوگئے اور مقدس سرزمین جسے خدا نے ان کے لئے مہیا کیا تھا، عمالقہ کے ساتھ مقابلہ کی دہشت سے اس میں داخل ہونے سے انکار کرگئے؛ اس طرح کی امت کے نفوس کی از سر نو تربیت اور تطہیر کے لئے شریعت میں ایک قسم کی سختی درکار تھی لہٰذا وہ مومنین جو خود گوسالہ پرست نہیں تھے انھیں گوسالہ پرست مرتدین کو قتل کرڈالنے کا حکم دیا گیا، نیز ان پر سنیچر کے دن کام کرنا حرام کردیا گیا اور انھیں صحرائے سینا میں چالیس سال تک حیران وسرگرداں بھی رہنا پڑا۔

---

(۱) آل عمران/۹۵ (۲) آل عمران/۹۳

(۳) نحل/۱۱۸ (۴) نحل/۱۲۴

دوسری طرف، اس لحاظ سے کہ وہ اپنے زمانہ کے تنہا مومن تھے اور ان کے گرد و نواح کا، تجاوز گر کافروں اور طاقتور ملتوں نے احاطہ کر رکھا تھا لہٰذا انھیں آپس میں قوی و محکم ارتباط و اتحاد کی شدید ضرورت تھی تا کہ اپنے کمزوریوں کی تلافی کرتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور دوسروں سے خود کو جدا کرتے ہوئے اپنی مستقل شناخت بنائیں اور اپنے درمیان اتحاد و اتفاق قائم رکھیں، لہٰذا خداوند عالم نے ان اہداف تک پہنچنے کے لئے ان کے لئے ایک مخصوص قبلہ معین فرمایا، جس میں وہ تابوت رکھا تھا کہ جس میں الواح توریت، ان سے مخصوص کتاب شریعت اور آل موسیٰ اور ہارون کا تمام ترکہ تھا۔(۱) نیز بہت سے دیگر قوانین جو ان کے زمان و مکان کے حالات اور ان کی خاص ظرفیت کے مطابق تھے ان کے لئے نازل فرمائے۔

حضرت عیسی بن مریم کے زمانہ میں بعض حالات کے نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض قوانین ختم ہو گئے اور عیسیٰ نے ان میں سے بعض محرمات کو خدا کے حکم سے حلال کر دیا۔

حضرت خاتم الانبیاء کے زمانہ میں بنی اسرائیل شہروں میں پھیل گئے اور تمام لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے، وہ لوگ جن ملتوں کے درمیان زندگی گزار رہے تھے اس بات سے کہ ان کی حقیقت جدا ہے اور دوسرے لوگ یہ درک کرلیں کہ یہ لوگ ان لوگوں کی جنس سے نہیں ہیں اور ان کا رہن وسہن پڑوسیوں اور دیگر ہم شہریوں سے الگ تھلگ ہے، وہ لوگ آزردہ خاطر رہتے تھے خاص کر شہر والے اسرائیلیوں کو اپنوں میں شمار نہیں کرتے تھے اور انھیں ایک متحد سماج و معاشرہ کے لئے مشکل ساز اور بلوائی سمجھتے تھے، اسی لئے جو احکام انھیں دیگر امتوں سے جدا اور ممتاز کرتے تھے ان کے لئے وبال جان ہو گئے سنیچر کے دن کی تعطیل جیسے امور جو کہ تمام امتوں کے برخلاف تھے ان کے لئے بار ہو گئے جیسا کہ سفر سفینہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت خاتم الانبیاء محمد ابن عبد اللہ ﷺ نے خداوند عالم کے حکم سے ان کی مشکل برطرف کر دی اور گزشتہ زمانوں میں جو چیزیں ان پر حرام ہو گئی تھیں ان سب کو حلال کر دیا، خداوند عالم نے سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿الذین یتبعون الرسول النبیّ الأمّی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ و الأنجیل یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحلّ لھم الطیّبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم إصرھم و الأغلال الّتی کانت علیھم﴾(۲)

---

(۱) سورۂ بقرہ/۲۴۸ (۲) اعراف/۱۵۷

وہ لوگ جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ پیغمبران لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہوئے منکر اور برائیوں سے روکتا ہے پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور گندگیوں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے؛ اور ان کے سنگین باران سے اٹھاتے ہوئے ان کی گردن میں پڑی زنجیر کھول دیتا ہے۔

خداوند عالم نے اس طرح سے ان احکام کو جو گزشتہ زمانوں میں ان کے فائدہ کیلئے تھے اور بعد کے زمانے میں جب یہ لوگ عالمی سطح پر دوسرے لوگوں سے مخلوط ہوتے تو یہی احکام ان کے لئے وبال جان بن گئے، خدا نے ایسے احکام کو ان کی گردن سے اٹھالیا، لیکن جو احکام حضرت موسیٰ ابن عمرانؑ کی شریعت میں تمام لوگوں کے لئے تھے اور بنی اسرائیل بھی انھیں میں سے تھے نہ وہ احکام اٹھائے گئے اور نہ ہی نسخ ہوئے جیسے کہ توریت میں قصاص کا حکم، خداوند عالم سورہ مائدہ میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ إنّا انزلنا التوراة فيها هدىً و نور يحكم بها النبيّون الذين أسلموا للذين هادوا... ﴾

﴿و كتبنا عليهم فيها أنّ النفس بالنفس و العين بالعين والأنف بالأنف و الاذن بالاذن و السّن بالسّن و الجروح قصاص فمن تصدّق به فهو كفّارة له و من لم يحكم بما انزل الله فأولائك هم الظالمون﴾(۱)

ہم نے توریت نازل کی کہ جس میں ہدایت اور نور ہے، خدا کے سامنے سراپا تسلیم پیغمبر اسی سے یہود کے درمیان حکم دیا کرتے تھے اور ان پر اس (توریت) میں ہم نے یہ معین کیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے عوض کان، دانت کے عوض دانت ہو اور ہر زخم قصاص رکھتا ہے اور جو قصاص نہ کرے یعنی معاف کردے تو یہ اس کے (گناہوں) کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کرے تو وہ ظالم وستمگر ہے۔

جس حکم قصاص کا یہاں تذکرہ ہے توریت سے پہلے اور اس کے بعد آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے، وہ تمام احکام جن کو خدا نے انسان کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہیں مقرر ومعین فرمایا ہے وہ کسی بھی انبیاء کے زمانے اور شریعتوں میں تبدیل نہیں ہوئے۔

---

(۱) مائدہ/۴۴،۴۵

آیۂ تبدیل کی شان نزول

جب خداوند سبحان نے شریعت موسیٰ کے بعض احکام کو دوسرے احکام سے حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شریعت میں تبدیل کر دیا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے) تو قریش نے رسول پر شورش کی اور بولے: تم خدا کی طرف جھوٹی نسبت دے رہے ہو! تو خداوند عالم نے ان کی بات انہیں کی طرف لوٹاتے ہوئے فرمایا:

﴿وإذا بدّلنا آية مكان آية و الله اعلم بما ينزّل قالوا إنّما أنت مفتر...﴾ ﴿إنما يفتري الكذب الذين لا يؤمنون بآيات الله...﴾ ﴿فكلوا ممّا رزقكم الله حلالاً طيباً﴾ (۱)

اور جب ہم کسی حکم کو کسی حکم سے تبدیل کرتے ہیں (اور خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے) تو وہ کہتے ہیں: تم صرف ایک جھوٹی نسبت دینے والے ہو... صرف وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے..... لہٰذا جو کچھ خدا نے تمہارے لئے رزق معین فرمایا ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔

یعنی کچھ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت، حیوانات کے گوشت کی چربی تم پر حرام نہیں ہے، صرف مردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن کے ذبح کے وقت خدا کا نام نہیں لیا گیا ہے، حرام ہیں، نیز وہ قربانیاں جو مشرکین مکہ بتوں کو ہدیہ کرتے تھے اسکے بعد خداوند عالم نے قریش کو خدا پر افترا پردازی سے روکا اور فرمایا: من مانی اور ہٹ دھرمی سے نہ کہو: یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے! چنانچہ ان کی گفتگو کی تفصیل سورۂ انعام میں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وقالوا هذه أنعام و حرث حجر لا يطعمها إلّا من نشاء بزعمهم و أنعام حرّمت ظهورها و أنعام لا يذكرون اسم الله عليها افتراءً عليه و سيجزيهم بما كانوا يفترون﴾ ﴿و قالوا ما في بطون هذه الأنعام خالصة لذكورنا و محرّم علىٰ أزواجنا و إن يكن ميتةً فهم فيه شركاء سيجزيهم و صفهم انّه حكيم عليم﴾ (۲)

انھوں نے کہا: یہ چوپائے اور یہ زراعت ممنوع ہے، بجز ان لوگوں کے جن کو ہم چاہیں (ان کے اپنے گمان میں) کوئی دوسرا اس سے نہ کھائے اور کچھ ایسے چوپائے ہیں جن پر سواری ممنوع اور حرام ہے! اور وہ

---

(۱) نحل/۱۰۱، ۱۰۵، ۱۱۴ (۲) انعام/۱۳۸، ۱۳۹

چوپائے جن پر خدا کا نام نہیں لیتے تھے اور خدا کی طرف ان سب کی جھوٹی نسبت دیتے تھے عنقریب ان تمام بہتانوں کا بدلہ انہیں دیا جائے گا اور وہ کہتے تھے: جو کچھ اس حیوان کے شکم میں ہے وہ ہم مردوں سے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے! اور اگر مرجائے تو سب کے سب اس میں شریک ہیں خداوند عالم جلد ہی ان کی اس توصیف کی سزا دے گا وہ حکیم اور دانا ہے۔

سورۂ یونس میں بھی اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قل أرأیتم ماأنزل اللّٰہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماًو حلالاً قل آاللّٰہ أذن لکم أم علیٰ اللّٰہ تفترون﴾(۱)

کہو: جو رزق خداوند عالم نے تمہارے لئے نازل کیا ہے تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام کردیا، کیا خدا نے تمھیں اس کی اجازت دی ہے؟ یا خدا پر افترا پردازی کررہے ہو؟

اس طرح رسول خداؐ اور مشرکین قریش کے درمیان حلال وحرام کا مسئلہ قریش کے خود ساختہ موضوعات سے لے کر شریعت موسیٰ کے احکام تک کہ جنہیں جسے خدا نے مصلحت کی بناء پر حضرت خاتمؐ کی شریعت میں دوسرے احکام سے تبدیل کردیا، سب کے سب موضوع بحث تھے۔

مکہ میں قریش ہر وہ حلال وحرام جسے رسول اکرمؐ خدا کے فرمان کے مطابق پیش کرتے تھے اور وہ ان کے دینی ماحول کے اور جو کچھ موسیٰ ابن عمران کی شریعت کے بارے میں جانتے تھے اس کے مخالف ہوتا تو عداوت ودشمنی کے لئے آمادہ ہوجاتے تھے اسی دشمنی کا مدنیہ میں بھی یہود کی طرف سے سامنا ہوا، وہ پیغمبرؐ سے ان احکام کے بارے میں جو توریت کے بعض حصے کو نسخ کرتے تھے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے خداوند عالم سورۂ بقرہ میں اس جدال کو بیان کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو خطاب کرکے فرماتا ہے:

﴿أفکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم أستکبرتم ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون﴾(۲)

کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی رسول نے تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس کوئی کسی چیز پیش کی، تو تم نے تکبر سے کام لیا، لہٰذا کچھ کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کر ڈالا؟

---

(۱) یونس/۵۹ (۲) بقرہ/۸۷

﴿وإذا قيل لهم آمنوا بما أنزل الله قالوا نؤمن بما أنزل علينا ويكفرون بما وراءه...﴾(۱)

اور جب ان سے کہا گیا: جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ! تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو خود ہم پر نازل ہوا ہے اور اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں۔

اور پیغمبر سے فرماتا ہے:

﴿ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها......﴾

ہم اُس وقت تک کوئی حکم نسخ نہیں کرتے یا اسے تاخیر میں نہیں ڈالتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا اس جیسا نہ لے آئیں۔(۲)

﴿ولن ترضىٰ عنك اليهود ولا النّصارىٰ حتىٰ تتّبع ملّتهم......﴾(۳)

یہود و نصاریٰ ہرگز تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کے ان کے دین کا اتباع نہ کرلو۔

توریت کے نسخ شدہ احکام بالخصوص تبدیلی قبلہ سے متعلق بنی اسرائیل کے رسول خداؐ سے نزاع و جدال کرنے کی خبر دیتے ہوئے خداوند عالم سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

''ہم آسمان کی جانب تمھاری انتظار آمیز نگاہ کو دیکھ رہے ہیں؛ اب اس قبلہ کی سمت جس سے تم راضی اور خشنود ہو جاؤ گے تمہیں موڑ دیں گے، جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف کرلو، اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) خوب جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اور ان کے رب کی طرف سے ہے اور تم جیسی بھی آیت اور نشانی اہل کتاب کے سامنے پیش کرو وہ لوگ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔(۴)

پس اس مقام پر نسخ آیت سے مراد اس حکم خاص کا نسخ تھا، جس طرح ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلنے سے مراد کہ جس کے بارے میں قریش رسول اکرمؐ سے نزاع کررہے تھے، مکہ میں قریش اور غیر قریش کے درمیان بعض حلال و حرام احکام کو تبدیل کرنا ہے۔

بنا برایں واضح ہوا کہ خدا کے کلام: '' وإذا بدّلنا آية مكان آية '' میں لفظ آیت سے مراد حکم ہے، یعنی: '' إذا بدلنا حكماً مكان حكم '' جب بھی کسی حکم کو حکم کی جگہ قرار دیں......

اور خداوند عالم کے اس کلام '' ما ننسخ من آية أو ننسها '' سے بھی مراد یہ ہے: جب بھی کوئی حکم ہم نسخ کرتے یا اسے تاخیر میں ڈالتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا اس کی جگہ لاتے ہیں۔

(۱) بقرہ/۹۱ (۲) بقرہ/۱۰۶ (۳) بقرہ/۱۲۰ (۴) بقرہ/۱۴۴، ۱۴۵

حکم کو تاخیر میں ڈالنے کی مثال: موسیٰ کی شریعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کو تاخیر میں ڈالنا اور اس کا بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم سے تبدیل کرنا ہے کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے لئے مفید اور سود مند تھا۔

نسخ حکم اور اسے اسی سے بہتر حکم سے تبدیل کرنے کی مثال خاتم الانبیاء کی شریعت میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم کا منسوخ کرنا ہے کہ تمام لوگ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں۔ پس ایک آیت کے دوسری آیت سے تبدیل کرنے کا مطلب ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہے، اس طرح واضح ہو گیا کہ خداوند عالم جو احکام لوگوں کے لئے مقرر کرتا ہے کبھی انسان کی مصلحت اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اسمیں لحاظ کی جاتی ہے ایسے احکام نا قابل تغییر و تبدیل ہوتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ روم میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فا قم وجهك للدين حنيفاً فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم و لكنّ أكثر الناس لا يعلمون﴾ (۱)

اپنے رخ کو پروردگار کے خالص اور پاکیزہ دین کی طرف کر لو، ایسی فطرت کہ جس پر خداوند عالم نے انسان کی تخلیق فرمائی ہے آفرینش خداوندی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی محکم و استوار دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعنی اُن قوانین میں جنھیں خداوند عالم نے لوگوں کی فطرت کے مطابق بنائے ہیں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہے، سورۂ بقرہ میں اسی کے مانند خدا کا کلام ہے:

﴿والوالدات يرضعن أولا دهنّ حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة﴾ (۲)

اور جو مائیں زمانہ رضاعت کو کامل کرنا چاہتی ہیں، وہ اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔

یہ مائیں کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی زندگی گزارتی ہوں ان میں کوئی فرق نہیں، خواہ حضرت آدمؑ کی بیوی حوا ہوں جو اپنے نومولود کو درخت کے سایے میں یا غار میں دودھ پلائیں، یا ان کے بعد کی نسل ہو، جو غاروں، خیموں اور محلوں میں دودھ پلاتی ہے دو سال مکمل دودھ پلانا ہے۔

اسی طرح بنی آدم کے لئے کسی تبدیلی کے بغیر روزہ، قصاص اور ربا (سود) کی حرمت کا حکم ہے، جیسا

---

(۱) روم ۳۰/ (۲) بقرہ ۲۳۳/۔

کہ خداوند سبحان سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔﴿یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾(۱)

اے صاحبان ایمان! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض تھا شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

۲۔﴿یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص......﴾(۲)

اے صاحبان ایمان! تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

۳۔﴿و أحلّ اللّٰہ البیع و حرّم الرّبا......﴾(۳)

خداوند عالم نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔

یہ اور دیگر وہ احکام جسے خداوند عالم نے انسان کی انسانی فطرت کے مطابق اسکے لئے مقرر فرمایا ہے کسی بھی آسمانی شریعت میں تغییر نہیں کرتے، یہ احکام قرآن میں لفظ "وصّی ، یوصیکم، وصیۃ اور کتب" جیسے الفاظ سے تعبیر ہوئے ہیں۔

لیکن جن احکام کو خداوند عالم نے خاص حالات کے تحت بعض لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے، ان کی مدت بھی ان حالات کے ختم ہو جانے سے ختم ہو جاتی ہے جیسے وہ احکام جنھیں بنی اسرائیل سے متعلق ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا جو اُن کے خاص حالات سے مطابقت رکھتے تھے، یا وہ احکام جو خداوند عالم نے پیغمبرؐ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے لئے مقرر فرمائے اور عقد مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث ہونا انصار مدنیہ کے ساتھ ہجرت کے آغاز میں قانونی حیثیت سے متعارف اور شناختہ شدہ تھا پھر فتح مکہ کے بعد اس کی مدت تمام ہوگئی اور یہ حکم منسوخ ہوگیا، خداوند عالم سورۂ انفال کی ۷۲ویں ۷۵/ویں آیت تک اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿إنّ الذین آمنو أو ھاجروا﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور مکہ سے ہجرت کی۔

﴿والّذین آووا و نصروا﴾

(۱) بقرہ/۱۸۳ (۲) بقرہ/۱۷۸ (۳) بقرہ/۲۷۵۔

اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور نصرت فرمائی یعنی مدینہ میں پیغمبرؐ کے انصار۔

﴿أولآءِ ك بعضهم أولياء بعض﴾

ان لوگوں میں بعض، بعض کے وارث اور ولی ہیں، یعنی میراث لینے اور نصرت کرنے کی ولایت رکھتے ہیں.

﴿والذين آمنوا ولم يهاجروا مالكم من ولايتهم من شيءٍ حتىٰ يهاجروا...... والذين كفروا بعضهم أولياء بعض﴾

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا لیکن ہجرت نہیں کی تم لوگ کسی قسم کی ولایت ان کی بہ نسبت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں...اور جو لوگ کافر ہوگئے ہیں اُن میں سے بعض، بعض کے ولی اور سرپرست ہیں۔

پھر خدا نے اس حکم کے نسخ ہونے کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله﴾

اقرباء کتاب الٰہی میں آپس میں ایک دوسرے کی بہ نسبت اولیٰ اور سزاوارتر ہیں۔

یعنی ان احکام میں جنھیں خداوند عالم نے تمام انسانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اقرباء کو حق تقدم اور اولویت حاصل ہے۔(۱)

خلاصہ، قوم یہود نے جب قرآن کی الٰہی آیات کو سنا اور دیکھا کہ صفات قرآن جو کچھ حضرت خاتم الانبیاءؐ کی بعثت کے متعلق ان کے پاس موجود ہے اس کی تصدیق اور اس کا اثبات کر رہے ہیں تو وہ اس کے منکر ہوگئے اور بولے: ہم صرف اس توریت پر جو ہم پر نازل ہوئی ہے ایمان رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ انجیل اور قرآن پر ایمان ویقین نہیں رکھتے، خداوند عالم نے بھی قرآن کی روشن آیات اور اسکے معجزات اور احکام کے ارسال کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: فاسقوں (کافروں) کے سوا کوئی اس کا منکر نہیں ہوگا اور پھر فرمایا: ہم شریعت کے ہر حکم کو نسخ کرتے ہیں (جیسے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حکم کا منسوخ ہونا) یا ہم اسے مؤخر کرتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اسی جیسا حکم لوگوں کے لئے پیش کرتے ہیں، خداوند عالم خود زمین وآسمان کا مالک ہے، وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے یہود ونصاریٰ رسول اللہؐ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ جو ان پر احکام نازل ہوئے ہیں ان سے دست بردار ہو جائیں اور ان کی شریعت کے احکام کے پابند ہو جائیں۔

خداوند عالم اسی مفہوم کی دوسرے انداز میں تکرار کرتے ہوئے سورۂ اسراء میں فرماتا ہے:

---

(۱) اس آیت کی تفسیر کے لئے مجمع البیان تفسیر طبری اور دوسری روائی تفاسیر کی جانب رجوع کیجئے۔

﴿و آتینا موسیٰ الکتاب و جعلناه هدیً لبنی إسرائیل﴾ (۱)

ہم نے موسیؑ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، پھر فرماتا ہے:

﴿انّ هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم﴾(۲)

یہ قرآن محکم اور استوار ترین راہ کی ہدایت کرتا ہے، یعنی قرآن کا راستہ اس سے وسیع اور استوار تر ہے جو موسی کی کتاب میں آیا ہے۔

ہم نے ربوبیت کے مباحث میں بات یہاں تک پہنچائی کہ رب العالمین نے انسان کے لئے اسکی فطرت اور سرشت کے مطابق ایک نظام معین کیا ہے پھر راہ عمل میں ان مقررات اور قوانین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے، انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس بات کی تحقیق و بررسی کریں گے کہ رب العالمین کس طرح سے انسان کو دنیا و آخرت میں پاداش و جزا دیتا ہے۔

---

(۱) اسراء/۲ (۲) اسراء/۹

﴿۲﴾

ربّ العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا

الف و ب: دنیا و آخرت میں.

ج: موت کے وقت.

د: قبر میں.

ھ: محشر میں.

و: بہشت و جہنم میں.

ز: صبر و تحمل کی جزا.

ح: نسلوں کی میراث؛ عمل کی جزا

۱۔

انسان اور دنیا میں اس کے عمل کی جزا

ہم تمام انسان اپنے عمل کا نتیجہ دنیاوی زندگی میں دیکھ لیتے ہیں جو گندم (گیہوں) بوتا ہے وہ گندم ہی کاٹتا ہے اور جو جَو بوتا ہے وہ جَو کاٹتا ہے اسی طرح سے انسان اپنی محنت کا نتیجہ کھاتا ہے۔

یہ سب کچھ دنیاوی زندگی میں ہمارے مادی کارناموں کے آثار کا ایک نمونہ ہے۔ دنیاوی زندگی میں ہمارے اعمال مادی آثار کے علاوہ بہت سارے معنوی آثار بھی رکھتے ہیں مثال کے طور پر انسانوں کی زندگی میں صلۂ رحم کے آثار ہیں، جن کی خبر رسول خدا نے دیتے ہوئے فرمایا :

"صلة الرّحم تزيد في العمر وتنفي الفقر"

اقرباء واعزاء کے ساتھ صلۂ رحم کرنا عمر میں اضافہ اور فقر کو دور کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

"صلة الرحم تزيد في العمر، وصدقة السر تطفيء غضب الربّ ، و إنّ قطيعة الرّحم و اليمين الكاذبة لتذران الديار بلاقعَ من أهلها و يثقلان الرحم و إنّ تثقّل الرحم انقطاع النسل"

اقرباء واعزاء کے ساتھ صلۂ رحم کرنا عمر میں اضافہ کا سبب ہے اور مخفی طور پر صدقہ دینا غضب الٰہی کو خاموش کرتا ہے، یقیناً اقرباء واعزاء سے قطع تعلق رکھنا اور جھوٹی قسم کھانا آباد سرزمینوں کو برباد اور بارآور رحم کو بانجھ بنا دیتا ہے اور عقیم اور بانجھ رحم، انقطاع نسل کے مساوی ہے۔ (۱)

یہ جو فرمایا: " تطفي غضب الرّبّ " پوشیدہ صدقہ دینا غیظ وغضب الٰہی کو خاموش کر دیتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان اپنی (نامناسب) رفتار سے خدا کے خشم وغضب نیز دنیاوی کیفر کا مستحق ہو اور یہ

---

(۱) سفینۃ البحار مادۂ رحم.

مقرر ہو کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے اس کی جان و مال یا اس سے مربوط چیزوں کو نقصان پہنچے تو یہ پوشیدہ صدقہ اس طرح کی بلا کو اس سے دور کر دیتا ہے۔

بَـلاقِـع، بلقع کی جمع ہے، بے آب و گیاہ، خشک اور چٹیل میدان اور وادی برہوت۔(۱) چنانچہ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

"...... وصـلة الرّحـم فـأنّهـا مـثراة فى المال و منساة فى الأجل، و صدقة السرّفانّها تكفر الخطية"(۲)

رشتہ داروں کی دیکھ ریکھ اور رسیدگی کرنا مال میں زیادتی اور موت میں تاخیر کا باعث ہے اور پوشیدہ صدقہ گناہ کو ڈھانک دیتا ہے اور اس کا کفارہ ہوتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

"و صلة الرحم منماة للعدد"

اقرباء و اعزاء کے ساتھ نیک سلوک کرنا افراد میں اضافہ کا سبب ہے۔(۳)

ان تمام چیزوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خداوند عالم اپنی حکمت سے ایسا چاہتا ہے کہ روزی میں زیادتی، نسل میں اضافہ "صلہ رحم" کی وجہ سے ہو نیز تنگدستی اور عقیم ہونا "قطع رحم" میں ہو۔

یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی دو تاجر آدمی ایک طرح کا مال بازار میں پیش کرتے ہیں تو ایک کو نقصان ہوتا ہے اور دوسرے کو فائدہ، پہلے کے نقصان کا سرچشمہ اقرباء سے قطع رحم کرنا ہے اور دوسرے کا فائدہ حاصل کرنا عزیز و اقارب سے صلہ رحم کی بنا پر ہے خدا کی طرف سے ہر ایک کی جزا برابر ہے۔

ایسے عمل کی جزا انسان کے، خدا پر ایمان اور عدم ایمان سے تعلق نہیں رکھتی ہے کیونکہ خداوند عالم نے انسان کے کارناموں کے لئے دنیا میں دنیاوی آثار اور آخرت میں اخروی نتائج قرار دئے ہیں کہ جب بھی کوئی اپنے ارادہ و اختیار اور ہوش و حواس کے ساتھ کوئی کام انجام دے گا تو اس کا دنیاوی نتیجہ دنیا میں اور اخروی نتیجہ آخرت میں اُسے ملے گا۔

اسی طرح خداوند عالم نے اپنے ساتھ انسان کی رفتار اور خلق کے ساتھ اس کے کردار کے مطابق جزا اور پاداش قرار دی ہے، خواہ یہ مخلوق انسان ہو یا حیوان یا اللہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت ہو جس سے خدا نے

(۱) المعجم الوسیط مادہ بلقع (۲) نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۸ (۳) نہج البلاغہ حکمت ۲۵۲

انسان کو نوازا ہے، ہر ایک کے لئے مناسب جزا رکھی ہے، یہ تمام کی تمام اللہ کی مرضی اور اس کی حکمت سے وجود میں آئی ہیں، ''ربّ العالمین'' نے ہمیں خود ہی آگاہ کیا ہے کہ انسان کے لئے اسکے کردار کے نتیجہ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے (یعنی جیسا کردار ہوگا ویسی ہی اس کی جزا و پاداش ہوگی)

﴿ وأن لیس للاِ نسان اِلّا ما سعیٰ﴾(۱)

انسان کے لئے اس کی کوشش اور تلاش کے نتیجہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح خبر دی ہے کہ جو دنیا کے لئے کام کرے گا خداوند عالم اس کا نتیجہ اسے دنیا میں دکھاتا ہے اور جو کوئی آخرت کے لئے کوشاں ہوگا اسکے کام کی جزا اسے آخرت میں دکھائے گا:

﴿ ومن یرد ثواب الدنیا نؤتیه منها و من یرد ثواب الآخرة نؤته منها و سنجزی الشاکرین﴾(۲)

جو کوئی دنیاوی جزا و پاداش چاہتا ہے اسے وہ دیں گے اور جو کوئی آخرت کی جزا چاہتا ہے ہم اسے وہ دیں گے اور عنقریب شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔

﴿مَن کان یرید الحیاة الدنیا و زینتها نوف الیهم أعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون﴾﴿اولائک الذین لیس لهم فی الاخرة اِلّا النار...﴾

جو لوگ (صرف) دنیاوی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کے طلبگار ہیں ان کے اعمال کا کامل نتیجہ ہم اسی دنیا میں دیں گے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے حصہ میں آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہے۔(۳)

﴿مَن کان یرید العاجلة عجلنا له فیها...﴾﴿ و من أراد الآخرة و سعیٰ لها سعیها و هو مومن فأولآئک کان سعیهم مشکوراً۔ کلاً نمد هٰؤلاء و هٰؤلاء من عطاء ربّک و ما کان عطاء ربّک محظوراً﴾(۴)

جو کوئی اس زود گزر دنیا کا طلبگار ہو اس کو اسی دنیا میں جزا دی جائے گی...اور جو کوئی دار آخرت کا خواہاں ہو اور اس کے مطابق کوشش کرے اور مومن بھی ہو اس کی کوشش و تلاش کی جزا دی جائے گی، دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو تمھارے پروردگار کی عطا سے بہرہ مند کریں گے اور تمہارے رب کی عطا کبھی ممنوع نہیں قرار دی گئی ہے۔

(۱) نجم/۳۹۔ (۲) آل عمران/۱۴۵۔ (۳) ہود/۱۵، ۱۶۔ (۴) اسراء/۱۸۔۲۰۔

کلمات کی تشریح

"نوف الیھم": ان کا پورا پورا حق دیں گے۔

" لایبخسون ، لا ینقصون": ان کے حق میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

"محظوراً": ممنوعاً، حظر یعنی منع، رکاوٹ۔

دنیا و آخرت کی جزا

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس بنیاد پر بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن کی جزا انسان دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، لیکن ان میں سے بعض اعمال کی جزا قیامت میں انسان کو ملے گی، مثال کے طور پر کوئی شہید خدا کی راہ میں جنگ کرے اور شہادت کے درجہ پر فائز ہو جائے، وہ دنیوی جزا کے دریافت کرنے کا امکان نہیں رکھتا تا کہ اس سے فائدہ اٹھائے، لہٰذا خداوند عالم اس کی جزا آخرت میں دے گا جیسا کہ فرماتا ہے:

﴿ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل أحیاء عند ربّھم یرزقون﴾ ﴿فرحین بما آتھم اللّٰہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾ ﴿یستبشرون بنعمۃ من اللّٰہ وفضلٍ وأنّ اللّٰہ لا یضیع أجر المؤمنین﴾ (۱)

اور جو لوگ راہ خدا میں شہید ہو گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ خیال نہ کرو! بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں، یہ لوگ اس نعمت کی وجہ سے جو خداوند عالم نے انھیں اپنے فضل و کرم سے دی ہے، راضی اور خوشنود ہیں اور جو لوگ ان سے ابھی تک ملحق نہیں ہوئے ہیں ان کی وجہ سے شادو خرم ہیں کہ نہ انھیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی حزن وملال وہ لوگ نعمت الٰہی اور اس کی بخشش اور اس بات سے کہ خداوند عالم نیکوکاروں کی جزا کو ضائع و برباد نہیں کرتا، مسرور وخوش حال ہیں۔

اسی طرح اقتدار کے بھوکے انسان اور اس شخص کا حال ہے جو کسی مومن کے ساتھ ظلم وتعدی کر کے اسے قتل کر دیتا ہے، ایسا شخص بھی اپنی جزا آخرت میں دیکھے گا جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللّٰہ علیہ ولعنہ وأعدّ لہ عذاباً عظیماً﴾ (۲)

---

(۱) آل عمران/۱۶۹،۱۷۱ (۲) نساء/۹۳۔

جو کوئی کسی مومن انسان کو عمداً (جان بوجھ کر) قتل کر ڈالے اسکی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا خدا اس پر غضب ناک ہے اور اس نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور اس کے لئے عظیم عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو ناقص جسم کے ساتھ دنیا میں آتا ہے جیسے اندھا گونگا، ناقص الخلقۃ (جس کی تخلیق میں کوئی کمی ہو) اگر ایسا شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اولیاء خدا کا دوست ہو اور اپنے عضو کے ناقص ہونے کی بناء پر خدا کے لئے صبر و تحمل کرے ایسے شخص کو خدا آخرت کی دائمی و جاوید زندگی میں ایسا اجر دے گا کہ جو دنیاوی کمی اور زحمتیں اس نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں ان کا اس جزا کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔(۱)

جو کچھ ہم نے ذکر کیا، اس بنا پر عدل الٰہی آخرت میں عمل کی جزا دریافت کیے بغیر ثابت نہیں ہوتا، خداوند عالم نے دنیاوی زندگی کے بعد اعمال کی جزا پانے کیلئے متعدد مراحل قرار دیئے ہیں ہم آئندہ بحث میں اس پر گفتگو کریں گے۔

---

(۱) دیکھئے: ثواب الاعمال، صدوق باب ''اس شخص کا ثواب جو خداوند عالم سے اندھے ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اور اس نے خدا کے لئے اسے تحمل کیا ہو، حدیث ۲۱، نیز معالم المدرستین، ج ۱، بحث شفاعت، اس ایک نابینا شخص کی روایت کی طرف رجوع فرمائیں جو رسول خداؐ کے پاس آیا اور آنحضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کے لئے دعا کریں تا کہ شفا ہو''۔

۲۔

انسان اور آخرت میں اس کی جزا

خود انسان اپنے کھیت میں کبھی گیہوں، مکئی اور سبزیاں اگاتا ہے اور چند ماہ بعد اس کا نتیجہ اور محصول حاصل کرتا ہے اور کبھی انگور، انجیر، زیتون، سیب اور سنترہ لگاتا ہے اور تین یا چار سال بعد اس کا نتیجہ پاتا ہے اور کبھی خرما اور اخروٹ بوتا ہے اور ۸ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس طرح سے عادی اور روزمرہ کے کاموں کا نتیجہ انسان دریافت کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال اور دیگر افراد کو اس سے فیضیاب کرتا ہے اس کے باوجود خدا فرماتا ہے:

﴿إنّ اللّٰہ ھو الرزّاق ذو القوۃ المتین﴾(۱)

خداوند عالم روزی دینے والا ہے وہ قوی اور توانا ہے۔

﴿اللّٰہ الذی خلقکم ثم رزقکم﴾(۲)

وہ خدا جس نے تمھیں خلق کیا پھر روزی دی۔

﴿لا تقتلوا اولا دکم من إملاقٍ نحن نرزقکم و إیّاھم﴾(۳)

اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمھیں اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں۔

﴿و کأیّن من دابۃ لا تحمل رز قھا اللّٰہ یرزقھا و إیّاکم﴾(٤)

کتنے زمین پر چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق خود حاصل نہیں کر سکتے لیکن خدا انھیں اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے۔

﴿و اللّٰہ فضّل بعضکم علیٰ بعضٍ فی الرّزق﴾(٥)

---

(۱) ذاریات ر۵۸ (۲) روم ر۴۰ (۳) انعام ر۱۵۱ (۴) عنکبوت ر۶۰ (۵) سورہ نحل ر ۷۱۔

خداوندعالم نے تم میں سے بعض کوبعض پر رزق میں فضیلت اور برتری دی ہے۔

جی ہاں! انسان زمین کا سینہ چاک کرتا ہے، اس میں دانہ ڈالتا ہے، درخت لگاتا ہے، پانی دیتا ہے، تمام آفتوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے اس کی دیکھ ریکھ کرتا ہے تاکہ دانہ بن جائے اور بارآور ہوجائے جسے خود وہ بھی کھائے اور جسے دل چاہے کھلائے لیکن خداوند سبحان فرماتا ہے:

﴿نحن نرزقکم و ایاّھم﴾

ہم تمھیں اوران کو روزی دیتے ہیں!

اور خدائے عظیم نے درست فرمایا ہے کیونکہ جس نے آب وخاک میں نباتات کے اگانے کے خواص قرار دئے اور ہمیں بونے اور پودا اگانے کا طریقہ سکھایا، وہی ہمیں روزی دینے والا ہے۔

خداکے روزی دینے اور انسان کے دنیا میں روزی حاصل کرنے کی مثال، میزبان کا مہمان کو '' self serveic '' والے ہوٹل میں کھانا کھلانے کی مانند ہے کہ جس میں نوکر چاکر نہیں ہوتے اور معمولاً مہمان سے کہا جاتا ہے، اپنی پذیرائی آپ کیجیے (جو دل چاہے خود لے کر کھائے) اس طرح کے ہوٹلوں میں میزبان مہمان کو کھانا کھلاتا ہے مہمان جس طرح کی چیزیں پسند کرنا چاہے اسے مکمل آزادی ہوتی ہے لیکن جو کچھ وہ کھاتا ہے میزبان کی مہیا کی ہوئی ہے لیکن اگرکوئی مہمان ایسی جگہ پر داخل ہو اور خود اقدام نہ کرے، چمچے، کانٹے، پلیٹ جو میزبان نے فراہم کیے ہیں نہ اٹھائے اور فراہم کی ہوئی غذاؤں کی طرف اپنے قدموں سے نہ بڑھے اور اپنی مرضی سے کچھ نہ لے، تو وہ کچھ کھا نہیں سکے گا، اس کے باوجود جس نے مہمانوں کیلئے غذا فراہم کی ہے وہی میزبان ہے، ایسی صورت میں بری طرح کھانے کا احتمالی نقصان بھی مہمان ہی کے ذمہ ہے، جس نے خود ہی نقصان دہ غذا کھائی ہے اور خداوند عظیم نے سورۂ ابراہیم میں کس قدر سچ اور صحیح فرمایا ہے:

﴿اللہ الّذی خلق السّموات والأرض و انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم و سخر لکم الفلک لتجری فی البحر بأمرہ و سخر لکم الأنھارو سخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل و النھار﴾(۱)

خداوندعالم وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کوخلق کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا اور اس سے تمہارے لئے زمین سے میوے اگائے، کشتیوں کو تمہارا تابع قرار دیا، تاکہ دریا کی وسعت میں اس کے حکم

(۱) ابراہیم ۳۲،۳۳

سے رواں دواں ہوں، تیز نہروں کو تمہارے اختیار میں دیا اور سورج اور چاند کو منظم اور دائمی گردش کے ساتھ تمہارا تابع بنایا اور اس نے روز و شب کو تمہارا تابع قرار دیا۔

اور سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و اللّٰہ أنزل من السماء ماءً فأحیا به الارض بعد موتها انّ فی ذلك لاٰیة لقومٍ یسمعون﴾﴿و انّ لکم فی الأنعام لعبرة نسقیکم ممّا فی بطونه من بین فرثٍ و دمٍ لبناً خالصاً سائغاً للشّاربین﴾﴿و من ثمراتِ النخیلِ و الأعنابِ تتّخذون منه سکراً و رزقاً حسناً انّ فی ذلك لاٰیةً لقومٍ یعقلون﴾﴿و أوحیٰ ربّك الی النّحل ان اتّخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر و ممّا یعرشون﴾﴿ثمّ کلی من کلّ الثّمرات فاسلکی سبل ربّك ذللاً یخرج من بطونها شراب مختلف ألوانه فیه شفاء للنّاس انّ فی ذلك لآیةً لقومٍ یتفکرون﴾ (۱)

خداوند عالم نے آسمان سے پانی برسایا، پس زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد حیات بخشی، یقیناً اس میں سننے والی قوم کے لئے روشن علامت ہے اور چوپایوں کے وجود میں تمہارے لئے عبرت ہے، ان کے شکم کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ ہم تمھیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے انتہائی خوشگوار ہے۔ اور تم درخت کے میووں، کھجور اور، انگور سے مسکرات اور اچھی اور پاکیزہ روزی حاصل کرتے ہو یقیناً اس میں روشن نشانی ہے صاحبان فکر کے لئے تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے بنائے ہوئے کوٹھوں پر اپنا گھر بنائے اور تمام پھلوں سے کھائے اور اپنے رب کے معین راستے کو آسانی سے طے کرے، اس کے شکم کے اندر سے مختلف قسم کا مشروب نکلتا ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یقیناً اس میں صاحبان عقل و فکر کے لئے روشن نشانیاں ہیں۔

کلمات کی تشریح

۱۔ "دائبین مستمرّین": یعنی ہمیشہ گردش کر رہے ہیں، معین مسیر میں حرکت اُن کی دائمی شان و عادت ہے۔

۲۔ ''فرث'': حیوانات کے معدہ اور پیٹ میں چبائی ہوئی غذا (گوبر)۔

---

(۱) نحل/ ۶۵، ۶۹

۳۔''ممّا یعرشون'': جو کچھ اوپر لے جاتے ہیں، خرمے کے درختوں کے اوپر جو چھت بنائی جاتی ہے جیسے چھپر وغیرہ۔

آغاز کی جانب بازگشت:

روزی رساں ربّ نے اپنے مہمان انسان کے لئے اس دنیا میں نعمتیں فراہم کیں، روزی کس طرح حاصل کی جائے اور کس طرح بغیر کسی ضرر اور نقصان کے اس سے بہرہ ور ہوں، اس زود گزر دنیا اور آخرت میں، انبیاء، اوصیاء اور علماء کے ذریعہ اس کی تعلیم دی اور فرمایا:

﴿یاأیھاالذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم واشکروا اللّٰہ﴾(۱)

اے صاحبان ایمان! پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہارے لئے روزی دی ہے کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو، نیز فرمایا:

﴿یسئلونک ماذاأحلّ لھم قل أحلّ لکم الطیّبات﴾(۲)

تم سے سوال کرتے ہیں: کون سی چیز ان کیلئے حلال کی گئی ہے؟ کہہ دیجئے تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔

نیز خاتم الانبیاء کے وصف میں فرمایا:

﴿ ویحلّ لھم الطیّبات ویحرّم علیھم الخبائث﴾(۳)

اور وہ (پیغمبر) ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

اس لحاظ سے پروردگار سبحان نے ہمیں خلق کیا جو کچھ ہمارے اطراف میں تھا، اسے ہمارا تابع بنا دیا اور اس دنیا میں پاکیزہ چیزوں سے جو کہ ہماری زراعت وکاشت کا نتیجہ ہے ہمیں رزق دیا، وہ اسی طرح ہمارے اعمال کے نتیجہ کو آخرت میں ہمارے لئے روزی قرار دے گا جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿والذین ھاجروا فی سبیل اللّٰہ ثم قتلوا أو ما توالیر زقنّھم اللّٰہ رزقاً حسناً﴾(۴)

وہ لوگ جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی، پھر قتل کردئے گئے یا مر گئے، خدا انھیں اچھی روزی دیگا۔

نیز فرماتا ہے:

---

(۱)بقرہ/۱۷۲(۲)مائدہ/۴(۳)اعراف/۱۵۷(۴)حج/۵۸

﴿اِلَّا مَن تاب وَآمنَ وَ عملَ صالحاً فاُولٓاءِکَ یدخُلُونَ الجنة وَلاَ یُظلمونَ شیئاً۔ جنٰتِ عدنِ التی وعدالرحمنُ عبادہُ بالغیبِ اِنہ کَانَ وَعدہُ ماتیاً۔ لا یسمعونَ فیھا لغواً اِلّا سلاماً ولھم رزقُھُم فیھا بُکرۃً وعَشِیّاً﴾(۱)

...مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور شائستہ کام انجام دیں، پس یہ گروہ بہشت میں داخل ہوگا اور اُس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا، دائمی بہشت جس کا خداوند رحمان نے غیب کی صورت میں وعدہ کیا ہے یقیناً خدا کا وعدہ پورا ہونے والا ہے، وہاں کبھی لغو و بیہودہ باتیں نہیں سنیں گے اور سلام کے علاوہ کچھ نہیں پائیں گے، ان کی روزی صبح وشام مقرر ہے۔

پس ربِّ حکیم انسان کے اعمال کی جزا دنیا میں جلدی اور آخرت میں مدت معلوم کے بعد اسے دیتا ہے، اسی طرح بہت سارے سوروں میں اس نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اور سورۂ زلزال میں فرمایا ہے:

﴿فمَن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ۔ ومَن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ﴾ (۲)

پس جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا اور جو بھی ذرہ برابر بھی بُرائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا۔

سورۂ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فالیوم لا تُظلَمُ نفس شیئاً ولا تجزون اِلّا ما کنتم تعلمون﴾(۳)

پس اس دن کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا اور جو تم نے عمل کیا ہی اسکے علاوہ کوئی جزا نہیں دی جائے گی۔

ہاں، جو اس دنیا میں تلخ اور کڑوا ایلوا لگائے گا ایلوا کے علاوہ کوئی اور چیز اسے حاصل نہیں ہوگی اور جو اچھے ثمر دار درخت لگائے گا وہ اچھے اچھے میوے چنے گا۔

جیسا کہ خداوند سبحان سورۂ نجم میں فرماتا ہے:

﴿وَ اَنّ لیس لِلا نسان اِلّا ما سعیٰ۔ وَ اَنّ سعیہ سوف یریٰ﴾(٤)

انسان کے لئے صرف اتنا ہی ہے جتنی اس نے کوشش کی ہے اور اس کی کوشش عنقریب اس کے سامنے پیش کردی جائے گی۔

---

(۱) مریم/۶۰، ۶۳ (۲) زلزال/۷، ۸

(۳) یٰسین/۵۴ (۴) نجم/۳۹، ۴۰

انسان اپنے اعمال کے نتائج صرف اس دنیا ہی میں نہیں دیکھتا، بلکہ درج ذیل پانچ مختلف حالات اور مقامات پر بھی دیکھتا ہے:

۱۔ موت کے وقت

۲۔ قبر میں

۳۔ محشر میں

۴۔ بہشت وجہنم میں

۵۔ ورثاء میں کہ عمل کی جزا ان کے لئے میراث چھوڑ جاتا ہے۔

اس بحث میں ہم نے دنیا میں انسان کے اعمال کی پاداش کا ایک نمونہ پیش کیا، آئندہ بحث میں (انشاء ا......) خداوند متعال موت کے وقت کیسے جزا دیتا ہے اس کو بیان کریں گے۔

۳۔

موت کے وقت انسان کی جزا

آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ موت ہے، خداوند سبحان نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے:

﴿وجاءت سکرة الموت بالحق ذلك ما کنت منه تحید﴾(۱)

[اے انسان] سکرات الموت حق کے ساتھ آپہنچے، یہ وہی چیز ہے جس سے تم فرار کررہے تھے!

یعنی موت کی ہولناک گھڑی اور شدت جو آدمی کے عقل پر غالب آجاتی ہے آپہنچی، یہ وہی موت ہے کہ جس سے تو (انسان) ہمیشہ فرار کرتا تھا!

﴿قُل یَتوَ فٰکم ملكُ المَوتِ الذی وکِل بکم ثُم اِلیٰ ربّکم تُرجعونَ﴾(۲)

اے رسول کہہ دو! موت کا فرشتہ جو تم پر مامور ہے تمہاری جان لے لے گا پھر اس کے بعد تم اپنے ربّ کی طرف لوٹا دیے جاؤگے۔

یہ جو خداوند عالم نے اس سورہ میں فرمایا ہے کہ "موت کا فرشتہ تمہاری جان لے لے گا" اور سورہ زمر میں فرمایا ہے: "اللہ یتوفی الانفس" (۳) (خداوند عالم جانوں کو قبض کرتا ہے) اور سورہ نحل میں فرمایا ہے: "تتوفاھم الملائکۃ" (۴) (فرشتے ان کی جان لیتے ہیں) اور سورہ انعام میں ارشاد فرمایا ہے: "توفتہ رُسُلُنا" (۵) ہمارے فرستادہ نمائندے اس کی جان لیتے ہیں! ان باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ: فرشتے خدا کے نمائندے ہیں اور روح قبض کرتے وقت ملک الموت کی نصرت فرماتے ہیں اور سب کے سب خدا کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں، پس در حقیقت خدا ہی روحوں کو قبض کرتا ہے اس لئے کہ وہ فرشتوں کو اس کا حکم دیتا ہے۔

آخرت کا یہ مرحلہ شروع ہوتے ہی دنیا میں عمل کا امکان سلب ہو جاتا ہے اور اپنے عمل کا نتیجہ دیکھنے کا

---

(۱) ق/۱۹ (۲) سجدہ/۱۱ (۳) سورہ زمر/۴۲ (۴) سورۂ نحل ۲۸۔۳۲ (۵) انعام/۶۱

مرحلہ شروع ہوجاتا ہے، منجملہ ان آثار کے جسے مرنے والا ہنگام مرگ دیکھتا ہے ایک وہ چیز ہے جسے صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

"صوم رجب یُھوّن سکرات الموت" (۱)

ماہ رجب کا روزہ سکرات موت کو آسان کرتا ہے۔

آدمی کا حال اس مرحلہ میں عمل کے اعتبار سے جو اس نے انجام دیا ہے دو طرح کا ہے، جیسا کہ خداوند متعال خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فاَمّا اِن کان من المقربین﴾ ﴿فروح و ریحان و جنّت نعیم﴾ ﴿و امّا اِن کان من أصحاب الیمین﴾ ﴿فسلامٌ لک من أصحاب الیمین﴾ ﴿و اما اِن کان من المکذبین الضّا لّین﴾ ﴿فنُزُلٌ من حمیم .وَ تصلیةُ جحیم﴾ (۲)

لیکن اگر مقربین میں سے ہے تو روح، ریحان اور بہشت نعیم میں ہے لیکن اگر اصحاب یمین میں سے ہے تو اس سے کہیں گے تم پر سلام ہو اصحاب یمین کی طرف سے لیکن اگر جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہے تو دوزخ کے کھولتے پانی سے اس کا استقبال ہوگا اور آتش جہنم میں اسے جگہ ملے گی۔

خداوند عالم نے جس بات کا گروہ اوّل (اصحاب یمین اور مقربین) کو سامنا ہوگا اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿یا أیّتھا النفس المطمئنة۔ اُرجعی اِلیٰ ربّك راضیةً مرضیّةً۔ فادخلی فی عبادی۔ و ادخلی جنّتی﴾

اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی جانب لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی و خوشنود ہے پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا۔ (۳)

اور دوسرا گروہ، جس نے دنیاوی زندگی میں اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ان کے بارے میں بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿حَتّٰی إِذَا جَاءَ أَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ☆ لَعَلِّی أَعْمَلُ صَالِحًا فِیمَا تَرَکْتُ کَلَّا إِنَّھَا کَلِمَةٌ ھُوَقَائِلُھَاوَمِنْ وَرَائِھِمْ بَرْزَخٌ إِلَی یَوْمِ یُبْعَثُونَ﴾ (۴)

(۱) ثواب الاعمال باب: ثواب روزہ رجب، حدیث ۴۔ (۲) واقعہ/۸۸۔۹۴۔ (۳) فجر/۲۷،۳۰۔ (۴) مومنون/۹۹،۱۰۰۔

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کی موت کا وقت آجاتا ہے تو کہتا ہے: میرے رب مجھے واپس کردے شاید جو میں نے ترک کیا ہے اس کے بدلے عمل صالح انجام دے لوں، ایسا نہیں ہے! یہ ایک بات ہے جو وہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے! اوران کے پیچھے قیامت تک کے لئے برزخ ہے۔

کلمات کی تشریح:

ا۔''یتوفی'': مکمل اور تمام دریافت کرتا ہے، یعنی خداوند عالم یا ملک الموت اس کی جان مکمل طور پر لے لیتے ہیں، سوتے وقت بھی ایسا ہوتا ہے جب آدمی کی قوت ادراک اور بعض حواس کام نہیں کرتے جیسے کہ اس کی روح قبض کرلی گئی ہو۔

۲۔''حمیم'': کھولتا ہوا پانی۔

۳۔''تصلیة جحیم'': جہنم میں کھولتے ہوئے پانی سے جلانا۔

۴۔''برزخ'': دو چیز کے درمیان حد اور مانع۔

انسان اس مرحلہ میں دنیاوی زندگی کی تمامیت اور اپنے تمام اعضاء کی موت کا احساس کرتا ہے لیکن اس کے بعد کی شناخت کے لئے بجز اخبار انبیاء کوئی وسیلہ نہیں رکھتا، لہٰذا اگر انبیاء کی تصدیق کی ہے اوران پر اور وہ جو کچھ خدائی صفات اور شریعت الٰہی بیان کئے ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہے تو وہ عالم آخرت اور اس کے مختلف مراحل پر بھی ایمان لے آئے گا، عالم آخرت کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا، عالم دنیا میں جو دیکھا اور پہچانا ہے اس سے مقائسہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہمارے وسائل محدود اور اس دنیاوی زندگی سے مخصوص ہیں لیکن آخرت کے بارے میں انبیاء کی خبروں کی بررسی وتحقیق کا، جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کوئی عملی راستہ نہیں ہے۔

منجملہ وہ روایات جو آخرت اور زندگی کے آخری لحظات کے بارے میں ہمیں ملی ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من مات ولم یحجّ حجّة الإسلام دُونما مانع یمنعهُ فلیمُت ان شاء یهودیاً أو نصرانیاً"(۱)

جس کسی کو موت آجائے اور وہ بغیر کسی قابل قبول عذر کے اپنا واجب حج ترک کردے تو اسے اختیار ہے چاہے تو یہودی مرے چاہے تو نصرانی۔

(۱) ثواب الاعمال، باب ''حج ترک کرنے والے کی سزا'' حدیث ۲.

۴۔

قبر میں انسان کی جزا

جن چیزوں سے میت کو قبر میں سامنا ہوگا ان سے روائی کتابیں بھری پڑی ہیں: دو مامور فرشتوں کے عقائد سے متعلق سوال (۱) سے لے کر حسن سلوک اور بدسلوکی نیز اپنی زندگی کی ہر حرکت وسکون کے آثار دیکھنے تک اور یہ کہ قبر میت کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا ہے۔ (۲) اور جو کوئی چغل خوری کرے یا پیشاب کرتے وقت نجاست کی پرواہ نہ کرے قبر میں عذاب سے دوچار ہوگا (۳) اور جس کا اخلاق اچھا ہوگا قبر میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر قیامت میں حساب وکتاب کے آخری مرحلہ تک اچھی جزا پاتا رہے گا۔ (۴) اور جو کوئی اپنا رکوع صحیح انجام دے قبر میں اس پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔ (۵)

---

(۱) سفینۃ البحار میں مادۂ ''نکر'' ملاحظہ ہو

(۲) سفینۃ البحار میں مادۂ ''قبر'' ملاحظہ ہو۔

(۳) ثواب الاعمال ،صدوق ، ص ۲۹۵ ، ج ۱ ؛صحیح مسلم ، کتاب الطهارة ، باب'' الدلیل علی نجاسة البول'' ص ۲۴۰۔ ۲۴۱ ؛ سنن دارمی ، کتاب الطهارة ، سنن ابی داؤد ، کتاب الطهارة ، باب'' الاستبراء من البول'' ج ۱ ، ص ۳۴ ، ۳۵ ؛ سنن ابن ماجه ، کتاب الطهارة ، باب''ا التشدید فی البول'' ج ۱ ، ص ۱۲۴ ، ۱۲۵ ؛ مسند احمد ، ج ۱ ، ص ۲۲۵ ، ج۵ ،ص ۳۶۶ اور ۴۱۷ اور ۴۱۹ ؛صحیح بخاری ، کتاب الوضوء ، باب ''من الکبائران لا یستر من بولـه'' ج ۱، ص ۶۳، کتاب الادب ، باب الغیبة ج۸ ، ص ۲۰ اورباب ''النمیمة من الکبائر'' ج۸ ، ص ۲۱ .

(۴) ثواب الاعمال ،ص ۱۸۰، باب ''برادر مومن کو خوش کرنے کا ثواب''

(۵) سفینۃ البحار ، مادۂ ''رکع''

۵۔

انسان اور محشر میں اس کی جزا

الف: صور پھونکنے کے وقت

محشر کے دن کا آغاز حساب وکتاب کے لئے صور پھونکتے ہی ہو جائے گا،''صور'' عربی لغت میں شاخ کے مانند ایک چیز ہے، اسمیں پھونک مارتے ہیں تو اس سے آواز نکلتی ہے خداوند سبحان فرماتا ہے:

﴿و نفخ فی الصور فصعق مَن فی السماوات و مَن فی الْارض الّا مَن شاء اللّهُ ثم نُفخ فیه أخریٰ فا ذا هم قِیامٌ ینظُرُون﴾(۱)

اور صور پھونکا جائے گا پس زمین وآسمان کے درمیان جتنے لوگ ہیں سب مر جائیں گے جز ان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اچانک سب یک بارگی اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں۔

''صعق'': یہاں پر ایک ایسی آواز ہے جس کا اثر موت ہے حدیث میں ''نفخ'' کے لئے ایک تفسیر بیان ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا:

پہلی مرتبہ:

پہلی مرتبہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے اور تمام زمین وآسمان کے موجودات مر جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے حاملان عرش، جبرائیل، میکائیل اور عزرائیل اِس کے بعد خداوند عالم ملک الموت سے کہے گا: کون باقی بچا ہے؟ کہیں گے: خدایا! ملک الموت، جبرائیل، میکائیل اور حاملان عرش کے علاوہ اور

(۱) زمر/ ۶۸

کوئی باقی نہیں بچا، خداوند عالم فرمائے گا: جبرائیل اور میکائیل سے کہو: مرجائیں اوران کی روح قبض کرلی جائے، اس کے بعد ملک الموت سے کہے گا: کون بچا ہے؟ ملک الموت جواب دیں گے: خدایا! ملک الموت اور حاملان عرش کے علاوہ کوئی باقی نہیں ہے! کہے گا: حاملان عرش سے کہو مرجائیں اوران کی روح قبض کرلی جائے اسکے بعد فرمائے گا: اے ملک الموت اب کون بچا ہے؟ عرض کریں گے: ملک الموت کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے، ارشادقدرت ہوگا: تم بھی مرجاؤ، ملک الموت بھی مرجائے گا، اب خداوندذوالجلال آواز دے گا:

"لمن الملک الیوم ,, آج کس کی حکومت ہے"؟

جب کوئی جواب نہیں دے گا، تو اُس وقت خداوندذوالجلال خود ہی اپنا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا:

"للّٰہ الواحدِ القھار ,, خداوند یکتا وقہار کی حکومت ہے"۔ (۱)

اُس کے بعد جب چاہے گا دوبارہ صور پھونکے گا جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے: پھر دوبارہ صور پھونکے گا اچانک سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں۔ (۲)

دوسری مرتبہ:

خداوند عالم اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔﴿ونفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً﴾

صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔ (۳)

۲۔﴿و یوم ینفخُ فی الصور ففزعَ مَن فی السمواتِ و مَن فی الٔرض الاّ من شاء اللّٰہ و کلّ أتوہُ اخرین﴾ (٤)

جس دن صور پھونکا جائے گا آسمان وزمین کے رہنے والے سب کے سب وحشت کے دریا میں غرق ہوں گے، جز ان کے جنھیں خدا چاہے گا اور سب کے سب خضوع کے ساتھ سر جھکائے اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔

۳۔﴿ونفخ فی الصورفاِذا هم من الأجداث الیٰ ربھم ینسلون﴾(قالوا یاویلنا مَن بعثنا من

---

(۱) مومن/۱۶ (۲) الدر المنثور سیوطی، ۵/۳۳۶، ۳۳۷؛ وبحار بہ نقل از کافی وغیرہ ۶/۳۲۶، ۳۲۷۔

(۳) کہف/۹۹ (۴) نمل/۸۷

مرقدنا هذاما وعد الرحمن وصدق المرسلون) (ان كانت الّا صيحةً واحدةً فاذاهم جميع لدينا محضرون) (فاليومَ لا تُظلم نفس شيئاً ولا تُجزونَ اِلّاما كُنتم تعملون﴾(۱)

صور پھونکا جائے گا، ناگاہ وہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر تیزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف دوڑیں گے اور کہیں گے ہم پر وائے ہو! کس نے ہمیں ہماری آرام گاہ سے اٹھادیا؟ یہ وہی ہے جس کا خداوند رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور اس کے فرستادہ افراد نے سچ کہا تھا، یہ روداد ایک چیخ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ نا گہاں سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے، آج کے دن کسی پر ذرہ برابر بھی ستم نہیں ہوگا اور تم نے جو عمل کیا ہے اس کے علاوہ تمہیں کوئی پاداش اور جزا نہیں دی جائے گی۔

اور نیز اس سلسلہ میں کہ تمام انسانوں کو اکٹھا کریگا، فرمایا:

۱۔ ﴿وحشرناهم فلم نُغادرمنهم أحداً﴾(۲)

اور ہم ان سب کو اٹھائیں گے اور ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

۲۔﴿يوم ينفخ فى الصور ونحشرالمجرمين يومئذٍ زرقاً﴾ (۳)

جس دن صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو نیلے جسم کے ساتھ (بدرنگ صورت میں) اس دن جمع کریں گے۔

۳۔ ﴿يوم نحشر المتقين الىٰ الرحمن وفداً﴾(٤)

جس دن پرہیزگاروں کو ایک ساتھ خداوند رحمٰن کے حضور میں محشور کریں گے۔

کلمات کی تشریح

۱۔ "داخرین": ذلت اور رسوائی کے ساتھ۔

۲۔ "اجداث": قبریں۔

۳۔ "ینسلون": جدا ہوں گے، قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر آئیں گے

۴۔ "زرقاً": زَرَق یا اَزْرَق کی جمع ہے، نیلے پن کے معنی میں۔

۵۔ "وفداً: وفد هیئت" اور اس گروہ کا نام ہے جو پاداش اور جزا حاصل کرنے یا کسی قسم کی ضرورت کے پیش نظر حاکم کے پاس جاتے ہیں۔

---

(۱) یس/۵۱، ۵۴ (۲) کہف/۴۷ (۳) طہٰ/۱۰۲ (۴) مریم/۸۵

ب: روز قیامت کے مناظر کے بارے میں

خداوند عالم روز قیامت کا اس طرح تعارف کراتا ہے:

۱۔﴿...... أنهم مبعوثون، ليومٍ عظيمٍ، يومَ يقومُ الناسُ لربِّ العالمينَ﴾ (۱)

وہ لوگ مبعوث ہوں گے، عظیم دین میں، جس دن لوگ خداوند عالم کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

۲۔﴿يوم يقومُ الرّوحُ و الملائكةُ صفاً لا يتكلمون الا منَ اذنَ لهُ الرحمنُ وقال صواباً﴾۔(۲)

جس دن روح اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور کوئی بھی سوائے اس کے جسے خداوند رحمٰن اجازت دے اور درست کہے نہیں بولے گا۔

۳۔﴿وخلق الله السموات والأرض بالحق ولتجزىٰ كُلّ نفسٍ بما كسبت وهم لا يظلمون﴾(۳)

اور خداوند عالم نے آسمان اور زمین کو برحق خلق کیا ہے تا کہ ہر شخص کو اس کے کاموں کی جزا دی جائے اور ان پر ظلم وستم نہیں ہوگا۔

۴۔﴿وكل انسانٍ الزمناه طائره في عنقه ونخرج له يوم القيامةِ كتاباً يلقاه منشوراً۔اقرا كتابك كفىٰ بنفسك اليوم عليك حسيباً﴾(۴)

اور ہم نے انسان کے نامۂ اعمال کو اس کی گردن میں آویزاں کر دیا ہے اور قیامت کے دن اس کے لئے ایک کتاب باہر نکالیں گے کہ وہ اسے اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھے گا! اس سے کہا جائے گا اپنی کتاب (نامہ اعمال) پڑھو! اتنا ہی کافی ہے کہ آج کے دن خود اپنا محاسبہ کرنے والے رہو۔

۵۔﴿...... كل امة تدعىٰ الى كتابها اليوم تجزون ما كنتم تعملون﴾﴿هذا كتابُنا ينطقُ عليكم بالحق انا كُنا نستنسخ ما كنتم تعملون﴾ ...... ﴿وبدالهم سيئاتُ ماعملوا و حاق بهم ما كانوا به يستهزون﴾﴿وقيل اليوم ننسا كم كما نسيتم لقاءَ يومكم هذا ومأوا كم النارُ ومالكم من ناصرين﴾﴿ذلكم بانكم اتخذ تم آياتِ الله هزواً وغرتكم الحياة الدنيا فاليوم

(۱) مطففین/۴،۶ (۲) نباء/۳۸ (۳) جاثیہ/۲۲ (۴) اسراء/۱۳،۱۴

لایخرجون منها ولاهم یُستعتبونَ﴾(۱)

ہرامت کواس کی کتاب کی طرف دعوت دی جائے گی، آج جوتم نے اعمال انجام دیئے ہیں ہم اس کی جزادیں گے، یہ ہماری کتاب ہے جوتم سے حق کے ساتھ گفتگو کرتی ہے، تم جو کچھ انجام دیتے ہو ہم لکھ لیتے اور جوانھوں نے برائیاں انجام دی ہیں آشکار ہو جائیں گی اور جس چیز کا مذاق اڑایا ہے وہی انھیں اپنے احاطہ میں لے لیگا اوران سے کہا جائے گا آج ہم تم کوفراموش کردیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا اور دنیاوی زندگی نے تمھیں فریب دیا! آج وہ لوگ نہ دوزخ سے باہر آئیں گے اور نہ ان کا عذر قبول ہوگا۔

۶۔﴿ فاما من اوتی کتابه بیمینه فیقول هاوم اقرء وا کتابیه﴾......﴿وأما من أوتی کتابه بشماله فیقول یا لیتنی لم أوت کتا بیه۔ولم أدرما حسا بیه﴾(۲)

پس جس کواس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا آؤ ہمارا نامہ اعمال پڑھو ......اور جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش! میرا نامہ اعمال کبھی میرے ہاتھ میں نہ دیا جاتا اور میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

۷۔﴿فاما من أوتی کتابه بیمینه﴾﴿ فسوف یحا سب حساباً یسیراً﴾ ......﴿ وأما من اوتی کتا به و راء ظهره﴾﴿فسوف ید عوا ثبو راً﴾(۳)

پس جس کواس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا عنقریب اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا،لیکن جسکا نامہ اعمال اس کے پیچھے سے دیا جائے گا عنقریب وہ ہلاکت کی فریاد اور واویلا کرے گا۔

۸۔﴿ و لایحسبن الذین یبخلو ن بما آتاهم اللّٰه من فضله هو خیراً لهم بل هو شر لهم سیطوّ قون ما بخلوا به یوم القیا مة﴾(۴)

جولوگ بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور جو خداوندعالم نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے خرچ نہیں کرتے، وہ خیال نہ کریں کہ یہ کام ان کے نفع میں ہے، بلکہ ان کے لئے بُرا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں بخل کیا ہے وہ ان کی گردن کا طوق بن جائے گا۔

---

(۱) جاثیہ/۲۸، ۲۹، ۳۳، ۳۵ (۲) حاقہ/۱۹، ۲۶ (۳) انشقاق/۷، ۱۱ (۴) آل عمران/۱۸۰

۹۔﴿ و یوم یقوم الا شھاد﴾﴿ یوم لا ینفع الظا لمین معذ رتھم......﴾(۱)

جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے، اس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہیں دے گی۔

۱۰۔﴿و یوم نبعث فی کلّ اُمّة شھیداً علیھم من أنفسھم وجئنا بك شھیداً علیٰ ھؤلآءِ﴾(۲)

جس دن ہم ہر امت میں انھیں میں سے ان پر ایک گواہ لائیں گے اور تم کو (اے پیغمبر!) ان پر گواہ قرار دیں گے۔

۱۱۔﴿حتیٰ اِذا ماجاؤھا شھد علیھم سمعھم و ابصار ھم و جلو دھم بما کانوا یعملون﴾﴿ و قالوا لجلود ھم لم شھد تم علینا قالوا أنطقنا اللّٰہ الذی أنطق کلّ شییءٍ......﴾(۳)

جب اس تک پہنچیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں ان کے کرتوت کی گواہی دیں گی، وہ لوگ اپنی جلدوں سے کہیں گے: کیوں ہمارے برخلاف گواہی دی؟ جواب دیں گی: جس خدا نے ہر موجود کو قوت گویائی عطا کی اسی نے ہمیں بھی گویائی دی ہے۔

کلمات کی تشریح

۱۔ "طائرہ": اس کے اچھے اور برے عمل سے کنایہ ہے۔

۲۔ "ثبور": ہلاکت، یدعو ثبوراً یعنی ہلاکت کی فریاد کرتا ہے۔

۳۔ "سیطوّقون": ان کی گردن میں طوق ڈال دیں گے، یعنی واجب حقوق کے ادا نہ کرنے پر سانپ کی صورت میں بخل ان کی گردن میں مجسم ہو جائے گا۔

۴۔ "الشھید والا شھاد": شہید یعنی وہ قاطع گواہ جو بدل نہ سکے اور "اشھاد" "شاھد" کی جمع ہے اس سے مراد انبیاء اور ان کے ہمراہی ہیں جو اپنی امت پر گواہی دیں گے اور جو بھی انسان سے صادر ہونے والے اعمال پر گواہ ہو۔

قیامت کے دن اعمال کے آثار کے بارے میں رسول خدا سے روایت ہے:

۱۔"أطوَلُکم قنوتاً فی دار الدنیا أطوَلُکم راحةً یوم القیا مة فی الموقف"(۴)

جو لوگ دار دنیا میں قنوت (نماز) کے اعتبار سے جتنا طولانی ہوں گے وہ آخرت میں حساب کے وقت

(۱)غافر/۵۱ (۲)نحل/۸۹ (۳) فصلت/۲۰، ۲۱ (۴) ثواب الاعمال ص ۵۵

اتنا ہی زیادہ مطمئن ہوں گے۔

۲۔رسول خداؐ کے وصی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"إذا سجد أحد کم فلیباشر بکفیه الأرض لعلّ یصرف عنه الغل یوم القیامة" (۱)

جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین سے چسپاں کرے تاکہ روز قیامت کی تشنگی کا اس کو سامنا نہ ہو۔

۳۔رسول خداؐ سے روایت ہے کے آپ نے فرمایا:

﴿مَن بغی علیٰ فقیرٍ أو تطاول علیه و استحقره حشره اللّٰه یوم القیامة مثل الذرة علیٰ صورة رجل ید خُلُ النار﴾(۲)

جو کوئی کسی فقیر پر ظلم کرے یا اس پر فخر و مباہات کرے اور اُسے حقیر و معمولی سمجھے خداوند عالم اسے قیامت کے دن انسانی شکل میں چیونٹی کے مانند جہنم میں داخل کرے گا۔

۴۔حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ان المتکبرین یجعلون فی صورة الذر یتوطأ بهم الناس حتیٰ یفرغ اللّٰه من الحساب"(۳)

متکبرین قیامت کے دن چیونٹی کی شکل میں ہوں گے اور لوگ ان کے اوپر سے راستہ طے کریں گے یہاں تک کہ خداوند عالم حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے۔

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۵۵۔۵۷۔ (۲) ثواب الاعمال، ص ۳۳۵، باب ''اعمال کی سزائیں''

(۳) ثواب الاعمال، ص ۲۶۵

۶۔

انسان اور جنت وجہنم میں اس کی جزا

خداوند عالم انسان کو عالم آخرت میں اس کے اعمال کے مطابق جو اس نے اس دنیاوی زندگی میں انجام دیئے ہیں اور اس عالم میں اس کے سامنے مجسم ہوں گے بہشتی نعمتوں کے ذریعہ جزا اور عذاب جہنم کے ذریعہ سزا دے گا، جیسا کہ اس کے بارے میں خود ہی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔﴿إنّ الله یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنّاتٍ تجری من تحتها الأنهار﴾(۱)

خداوند عالم ایمان لانے والوں اور عمل صالح انجام دینے والوں کو بہشت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی داخل کرے گا۔

۲۔﴿ومَن عمل صالحاً من ذکر أو أنثیٰ وهو مؤمن فأولئك یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیرِ حساب﴾(۲)

جو کوئی بھی عمل صالح انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، وہی لوگ بہشت میں جائیں گے اور اس میں بے حساب رزق پائیں گے۔

۳۔﴿...... من یعمل سوءاً یجز به و لا یجد له من دونِ الله ولیّاً و لا نصیراً۔ و من یعمل من الصّا لحات من ذکرٍ أو أنثیٰ و هو مؤمن فأولئك یدخلونَ الجنة و لا یُظلمونَ نقیراً﴾

جو شخص بُرے کام کریگا اسے اس کی سزا ملے گی اور خدا کے علاوہ کسی کو ولی اور یاور نہیں پائے گا اور اگر کوئی اعمال صالحہ انجام دے گا، خواہ عورت ہو یا مرد، جب کہ وہ مومن بھی ہو وہ جنت میں جائے گا اور اس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا۔(۳)

۴۔﴿و یوم القیامة تری الذین کذبوا علیٰ الله وجوههم مسودّة الیس فی جهنم مثویً للمتکبرین﴾

(۱) حج/۲۳ (۲) مومن/۴۰ (۳) نساء/۱۲۳،۱۲۴

﴿... ووفّیت کلّ نفسٍ ما عملت﴾ ﴿... وسیق الذین اتّقوا ربّهم الی الجنةِ زمراً...﴾ (۱)

جن لوگوں نے خدا کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے انھیں دیکھوگے کہ ان کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے، آیا متکبرین کے لئے جہنم میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟ اور جس نے جو بھی عمل انجام دیا ہے بغیر کسی کم وکاست کے اسے دیا جائے گا...... اور جن لوگوں نے تقوائے الٰہی اختیار کیا ہے وہ جوق در جوق بہشت میں لے جائے جائیں گے۔

۵۔ ﴿الذین آمنوا بآ یا تنا و کانوا مسلمین۔ أدخلوا الجنة انتم وأزواجکم تحبرون﴾ (۲)

جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لائے اور مسلمان بھی ہیں [اُن سے کہا جائے گا] تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش وخرم داخل ہو جاؤ۔

۶۔ ﴿ وتلك الجنة التی أورثموها بما کنتم تعملون﴾ ﴿أن المجر مین فی عذاب جهنم خا لدون﴾ ﴿ وما ظلمنا هم و لکن کانوا هم الظّا لمین﴾ (۳)

اور یہ وہ بہشت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی جزا کے طور پر وارث ہوگے، (لیکن) گناہ کاروں کے لئے جہنم کا عذاب ابدی ٹھکانہ ہے... ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود ظالم تھے۔

۷۔ ﴿و الذین یکنزون الذهب و الفضّة ولا یُنفقونها فی سبیل اللّٰه فبشّرهم بعذابٍ ألیم۔ یوم یحمیٰ علیها فی نارجهنم فتکویٰ بها جبا ههم و جنو بُهُم و ظهو رُهم هذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون﴾ (٤)

جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں لیکن اسے راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو! جس دن انھیں جہنم کی آگ میں گرم کرکے ان کے چہروں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا (اور ان سے کہیں گے) یہ وہی چیز ہے جس کا تم نے اپنے لئے خود ہی ذخیرہ کیا ہے! لہٰذا جو تم نے جمع کیا ہے اسکا مزہ چکھو۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

" اربعة یؤذون أهل النار علی ما بهم من الأ ذی ینادون بالویل و الثبور: رجل علیه تا بوت من حجرٍ فانه مات وفی عنقه أموال الناس لم یجد لها فی نفسه اداءً ولا مخلصاً ورجل یجرأ معاءه ،فا نه کان لا یبالی أین أصاب البول جسده ورجل یسیل فوه قیحاً و دماً، فانه

(۱) زمر/۶۰،۷۰،۷۳۔ (۲) زخرف/۶۹،۷۰ (۳) زخرف/۷۲،۷۴،۷۶۔ (۴) توبہ/۳۴،۳۵

کان یحاکی فینظر کل کلمةٍ خبیثةٍ فیفسدُ بها و یحاکی بها و رجل یأکل لحمه،فأنه کان یأ کل لحوم الناس بالغیبة و یمشی بالنمیمة"(۱)

چار گروہ ایسے ہیں کہ جب عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو آہ وواویلا اور دہائی کا شور مچائیں گے جس سے اہل جہنم کو اذیت ہوگی۔

ا۔ایک وہ شخص جس پر پتھر کا تابوت ہوگا کیونکہ وہ ایسی حالت میں دنیا سے گیا ہے کہ لوگوں کے اموال و مال حقوق اس کی گردن پر تھے،جن کے نیز ادا کرنے اوران سے چھٹکارا پانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا۔

۲۔وہ شخص جو اپنی آنتیں خود گھسیٹتا پھرے گا وہ ایسا آدمی ہے جو بدن کے کسی حصہ پر پیشاب کے لگ جانے کی پرواہ نہیں کرتا۔

۳۔وہ شخص جس کے منھ سے پیپ اور خون جاری ہوگا،اس لئے کہ وہ ان کے اوران کے منھ سے بُری باتیں لیکر دوسروں کے سامنے بیان کرتا تھا اور فتنہ وفساد برپا کرتا تھا۔

۴۔وہ شخص جو اپنا گوشت کھائے گا،وہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کا گوشت غیبت اور چغلی کر کے کھاتا تھا۔

خداوند متعال جنت اور جہنم کے متعدد دروازوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿......وانَّ للمتقین لحسن مآبٍ۔جناتِ عدنٍ مفتحةٌ لهم الأبواب﴾(۲)

پرہیزگاروں کا انجام بخیر ہے،جاوداں بہشتی باغات جس کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

ابلیس سے خطاب کرتے ہوئے (اس پر خدا کی لعنت ہو) فرمایا:

﴿إنّ عبادی لیس لك علیهم سلطان إلّامن أتبعك من الغاوین۔ و إنّ جهنم لموعدهم أجمعین،لهاسبعةُ ابوابٍ لکل بابٍ منهم جزء مقسوم﴾(۳)

تو کبھی ہمارے بندوں پر مسلط نہیں ہو پائے گا،سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں اور جہنم ان سب کا ٹھکانہ اور وعدہ گاہ ہے،جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے۔

کلمات کی تشریح:

ا۔"نقیر": خرمے کی گٹھلی کی پشت پر معمولی نشیب اور نقطہ کو کہتے ہیں کہ ہلکی اور بے ارزش چیزوں

---

(۱) عقاب الاعمال ص ۲۹۵،۲۹۶ (۲) ص ر ۴۹،۵۰۔ (۳) حجر ۴۲،۴۳۔

کی اس سے مثال دیتے ہیں۔

۲. "مثوی" : استقرار وا قامت کی جگہ، ٹھکانہ وغیرہ۔

۳. " زمرا": گروہ گروہ، زُمَر ، زُمْرہ کی جمع ہے فوج اور گروہ کے معنی ہے۔

۴. " مآب" : بازگشت، عاقبت، انجام۔

۵. "جنات عدن": سکون واطمینان کی جنتیں.

روایات میں آیات کی تفسیر

مذکورہ آیات کی تفسیر سے متعلق رسول خداؐ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات، بعض در، دوسرے در سے بہتر ہیں۔(۱)

حضرت امام علیؑ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کیا تمھیں معلوم ہے کہ جہنم کے دروزے کیسے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا: انھیں دروازوں کے مانند ہیں، فرمایا نہیں، بلکہ اس طرح ہیں: اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا اور اُسے کھول دیا، یعنی جہنم کے دروازے خود جہنم کے مانند ایک دوسرے پر سوار ہیں اور تفسیر قرطبی میں آیا ہے، اس کے بعض دروازے بعض دروازوں پر ہیں اور رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا! ہر طبقے والے اپنے اسی طبقے میں ہیں۔(۲)

نیز رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے "جزء مقسوم" کی تفسیر میں فرمایا: جہنم کے دروزوں میں سے ہر دروازے کے لئے اہل جہنم کا ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے کہ ہر گروہ جو اپنے کرتوت کے مطابق عذاب میں مبتلا ہوگا۔(۳)

آخر میں ہم بعض احادیث کا ذکر کر کے بحث کو تمام کریں گے جو گزشتہ آیات کی تشریح کر رہی ہیں اور اعمال کے نتائج اجمال واختصار اور بسط وتفصیل سے بیان کر رہی ہیں اس۔

ا۔ اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو کسی مومن کو راضی وخوشنود کرے خداوند عزوجل اس خوشنودگی سے ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو اس کے

---

(۱) تفسیر سیوطی، الدر المنثور ج۴، ص ۹۹، ۱۰۰، (۲) اس آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر مجمع البیان، تفسیر قرطبی وسیوطی کی جانب مراجعہ کیجئے۔

(۳) تفسیر سیوطی، الدر المنثور ج۴، ص ۹۹۔

مرنے کے وقت اس سے ملاقات کرے گی اور اس سے کہے گی: اے خدا کے ولی! تجھے مبارک ہو کہ تو خداوند عالم کی کرامت اور اس کی رضا وخوشنودگی کے ساتھ ہے، پھر وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گی یہاں تک کے قبر میں جاتے وقت اسے یہی خوشخبری دے گی اور جب محشور ہوگا تب بھی اس کے دیدار کو جائے گی، اس کے پاس رہے گی یہاں تک کہ سخت اور ہولناک میں ہمیشہ اسے نوید دے گی اور اس کا دل شاد کرتی رہے گی، پھر وہ شخص اس سے کہے گا: تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو کون ہے؟ کہے گی: ''میں وہی خوشی ہوں جو تو نے فلاں شخص کو عطا کی تھی'' (۱)

۲۔ بحار میں جناب صدوقؒ کی ''معانی الاخبار'' سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو کسی مومن کا غم غلط کرے اور اس کے رنج کو دور کرے خداوند عالم آخرت میں اس کے رنج وغم کو دور کرے گا اور وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ خوش حال قبر سے باہر آئے گا اور جو کسی مومن کو گرسنگی اور بھوک سے نجات دے خداوند عالم اسے بہشت میں میوے کھلائے گا اور جو کوئی اسے پانی پلائے خداوند عالم اسے جنت کے مہر شدہ جام پانی سے سیراب کرے گا۔ (۲)

۳۔ حضرت امام ابوالحسنؑ سے اصول کافی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

روئے زمین پر خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو ہمیشہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں، وہ لوگ روز قیامت آسودہ خاطر اور خوشحال افراد میں سے ہوں گے، ہاں اگر کوئی کسی مومن کو خوش کرے تو خداوند عالم قیامت کے دن اس کا دل شاد کرے گا۔ (۳)

۴۔ اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت پوری نہیں کرتا مگر یہ کہ خداوند عالم اسے آواز دیتا ہے تیری جزا مجھ پر ہے اور بہشت کے علاوہ کسی چیز پر تیرے لئے راضی نہیں ہوں۔ (۴)

۵۔ جناب صدوقؒ نے ثواب الاعمال میں معروف بن خربوذ کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا، میں نے امام باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو مومن بھی دنیا میں پریشانی اور مشکلات میں گرفتار ہو اور بوقت مشکل ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہے ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے! خداوند عالم اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دے گا،

(۱) اصول الکافی ج ۲ ص ۱۹۱، ح ۱۲ (۲) بحار ج ۶ ص ۳۵۵ (۳) اصول کافی ج ۶ ص ۱۹۷، ح ۶ (۴) اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۴، ح ۷

سوائے ان گناہان کبیرہ کے جو جہنم کا باعث ہوں اور فرمایا: جب بھی کوئی اپنی آئندہ عمر میں کسی مصیبت کو یاد کرے اور کلمہ استرجاع ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہے اور خدا کی حمد کرے خداوند عالم اس کے وہ تمام گناہ جو کلمہ استرجاع اول اور کلمہ استرجاع دوم کے فاصلہ میں انجام دیئے ہیں بخش دے گا سوائے گناہان کبیرہ کے''۔(۱)

۶۔ بحارالانوار میں امام جعفر صادقؑ سے اور انھوں نے رسول خداؐ سے ذکر کیا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

''کسی بندہ کو بہشت میں اس وقت تک داخل نہیں کروں گا جب تک کہ اسے جسمانی تکالیف میں مبتلا نہ کردوں، اگر یہ بلا اور مصیبت اس کے گناہوں کے کفارہ کی حد میں ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کسی جابر و ظالم کو اس پر مسلط کردوں گا اگر اس سے اس کے گناہ دھل گئے تو اسی پر اکتفاء کروں گا ورنہ اس کی روزی کو تنگی میں قرار دوں گا تا کہ اس کے گناہ دھل جائیں اگر اگر اس سے دھل گئے تو ٹھیک ورنہ موت کے وقت اس پر اتنی سختی کروں گا کہ میرے پاس بے گناہ اور پاک وصاف آئے پھر اسے اسوقت بہشت میں داخل کروں گا۔۔۔(۲)

۷۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا:

''کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو مصیبت میں مبتلا ہو اور خدا اُس کے گناہوں کو ختم نہ کردے جیسے کہ درخت سے پتے جھڑتے ہیں''(۳)

۸۔ ایک دوسری روایت میں ہے: کسی مسلمان پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر یہ کہ خداوند عالم اسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے خواہ وہ ایک خراش ہی کیوں نہ ہو۔(۴)

۹۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

''کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے، جس کو کانٹے کی خراش یا اس سے سخت تر کوئی چیز پہنچے مگر یہ کہ خداوند عالم اس کے گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دے گا جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں''۔(۵)

۱۰۔ صحیح بخاری اور مسند احمد میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کو کوئی رنج و غم، دشواری، درد و مرض، مصیبت واندوہ، یا اذیت و آزار، آسیب و گزند حتی کا خراش تک نہیں پہنچتی مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے''(۶)

---

(۱) بحار جلد ۸۲، ص ۱۲۷، ۱۲۸ بہ نقل از ثواب الاعمال ص ۲۳۳ (۲) بحار ج ۶، ص ۱۷۲۔ بہ نقل از کتاب التمحیص (۳) صحیح بخاری کتاب المرضی، باب: ''شدۃ المرض'' (۴) صحیح بخاری ج ۳، ص ۳، کتاب المرضی، باب: ''ماجاء فی کفارۃ المرض'' (۵) صحیح بخاری ج ۳، ص ۳، کتاب المرضی، باب: ''شدۃ المرض'' صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب ''ثواب المومن فیما یصیبہ'' (۶) صحیح بخاری ج ۳، ص ۲، کتاب المرضی باب: ''ماجاء فی کفارۃ المرض'' مسند احمد ج ۳، ص ۱۸۰.

۷۔

صبر وتحمل کی جزا

جس طرح خداوند عالم نے انسان کے ہر عمل کے لئے دنیوی جزااور اخروی پاداش رکھی ہے اسی طرح مصائب وآلام پر انسان کے صبر وتحمل کیلئے دنیاوی جزااور اخروی پاداش مقرر کی ہے، امام علی علیہ السلام نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"الصبر ثلاثة صبر عند المصيبة، و صبر على الطاعة و صبر عند المعصية" (۱)

صبر وشکیبائی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

۲۔ اطاعت میں استقامت وپائیداری۔

۳۔ معصیت کے مقابل صبر کا مظاہرہ کرنا۔

خداوند عالم سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

"بنی اسرائیل کواس وجہ سے جزادی ہے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی میں صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کیا"۔

﴿ واورثنا القوم الذين كانوا يستضعفون مشارق الأرض و مغاربها التى باركنا فيها و تمت كلمت ربك الحسنى على بنى إسرائيل بما صبروا و دمّرنا ما كان يصنع فرعون و قومه و ما كانوا يعرشون ﴾ (۲)

مشرق ومغرب کی سرزمینوں کو جس میں ہم نے برکت دی ہے مستضعف قوم (بنی اسرائیل) کو میراث میں دیدیا اور تمہارے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل سے ان کے صبر واستقامت کے مظاہرے کے نتیجہ میں

---

(۱) بحار، ج ۸۲، ص ۱۳۹، مسکن الفواد کے حوالے سے۔ (۲) اعراف / ۱۳۷۔

پورا ہوا اور فرعون اور فرعون کی قوم والے جو کچھ بنا رہے تھے ان کو اوران کی اونچی اونچی عمارتوں کو مسمار کر دیا۔

نیز صبر کی سہ گانہ اقسام کی پاداش کے بارے میں فرماتا ہے۔

۱۔﴿ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع و نقصٍ من الأموال و الأ نفس و الثمرات و بشّر الصابرین الذین اذا أصابتهم مصیبة قالوا إنّا للہ و إنّا إلیہ راجعون۔ اولآء ك علیھم صلوات من ربّھم و رحمة و اولاء ك ھم المھتدون﴾(۱)

یقیناً ہم تمھیں خوف، بھوک، جان ومال اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ آزمائیں گے اور بشارت دیدوان صبر کرنے والوں کو کہ جب کوئی مصیبت ان پر پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے، ان ہی لوگوں پر پروردگار کا درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲ ﴿لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکنّ البر من آمن باللہ و الیوم الآخر و الملا ئکة و الکتاب والنبیّن و أتی المال علیٰ حبه ذوی القربیٰ و المساکین و ابن السبیل و السائلین و فی الرّقاب وأقام الصّلاة وآتی الزکاة و الموفون بعھد ھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأ ساء و الضرّاء و حین البأس اولئك الذین صدقوا و أولآء ك ھم المتقون﴾(۲)

نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مغرب اور مشرق کی طرف کرلو، بلکہ نیکی اور نیک کردار وہ ہے جو خدا، روز قیامت، فرشتوں، کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے ہو اور باوجود اس کے کہ اسے خود مال کی سخت ضرورت ہے، اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، ابن سبیل، سائلوں اور غلاموں پر انفاق کرے، نماز قائم کرتا ہو اور زکوۃ دیتا ہو، نیز وہ لوگ جو عہد و پیمان کرتے ہیں اور اپنے عہد کو وفا کرتے ہیں اور محرومیوں، بیماریوں اور جنگ کے موقع پر ثبات قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ لوگ ایسے ہیں جو سچ کہتے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں!

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ پرہیزگار، نیک وصالح اور ہدایت یافتہ یہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اور شائستہ عمل انجام دیتے ہیں اور صبر کے تینوں اقسام سے آراستہ اور مالا مال ہیں۔

طاعت ومصیبت پر صبر کرنے کے منجملہ نمونے اور مصادیق میں سے اذیت وآزار اور تمسخر واستہزا پر مومنین کا خدا پر ایمان لانے کی وجہ سے صبر وشکیبائی اختیار کرنا جیسا کہ خداوند عالم اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

---

(۱)بقرہ/۱۵۵،۱۵۷(۲)بقرہ/۱۷۷.

۱۔﴿إنّه كان فريق من عبادي يقولون ربنا آمنّا فاغفرلنا وأرحمنا وأنت خير الرّاحمين فأ تخذ تموهم سخريًا حتىٰ أنسوكم ذكري و كنتم منهم تضحكون اني جزيتهم اليوم بما صبروا أنّهم هم الفائزون﴾ (۱)

تحقیق ہمارے بندوں کا ایک گروہ کہتا ہے: خداوندا! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے، تم نے ان کا مسخرہ کیا اور مذاق اڑایا یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میرے ذکر سے غافل کر دیا اور تم لوگ اسی طرح مذاق اڑاتے رہے، ہم نے آج ان کے صبر و استقامت کی وجہ سے انھیں جزا دی ہے، یقیناً وہ لوگ کامیاب ہیں۔

۲۔﴿الذين اتينا هم الكتاب من قبله هم به يؤمنون و اذا يتلىٰ عليهم قالوا آمنّا به إنّه الحق من ربّنا إنّا كنا من قبله مسلمين أولآئك يؤتون أجرهم مرتين بما صبروا و يدرأون بالحسنة السّيئة و مِمّا رزقنا هم ينفقون۔ واذا سمعوا اللّغو اعرضوا عنه و قالوا لنا أعمالنا ولكم أعمالكم سلام عليكم لانبتغي الجاهلين﴾(۲)

وہ لوگ جنھیں ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتاب دی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر تلاوت ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم یہ اس پر ایمان لائے، یہ سب کا سب حق ہے اور ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہم اس سے پہلے بھی مسلمان تھے، ایسے لوگ اپنے صبر و استقامت کی بنا پر دومرتبہ جزا دریافت کرتے ہیں اور نیکیوں سے بُرائیوں کو دور کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے انھیں روزی دی ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں اور جب کبھی بیہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام کہ ہم جاہلوں کو دوست نہیں رکھتے۔

۳۔خداوند عالم نے سورۂ رعد میں نماز قائم کرنے والوں اور صابروں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿و الذين صبروا ابتغاء وجه ربهم وَقاموا الصلاة و أنفقوا مِمّارزقنا هم سراً و علا نيةً و يدرءون بالحسنة السيئة أولآئك لهم عقبىٰ الدار﴾ ﴿جنات عدنٍ يدخلونها و من صلح من آبائهم وأزواجهم وذريّاتهم و الملائكة يدخلون عليهم من كل بابٍ سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار﴾(۳)

(۱)مومنون/۱۰۹،۱۱۱ (۲)قصص/۵۲،۵۵ (۳)رعد/۲۲۔۲۴

اور جو خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انھیں ہم نے روزی دی ہے اس میں سے آشکارا اور پوشیدہ طور پر انفاق کرتے ہیں اور نیکیوں کے ذریعہ بُرائیوں کو دور کرتے ہیں، اس دنیا یعنی عقبیٰ کا نیک انجام صرف ان سے مخصوص ہے دائمی اور جاوید بہشتوں میں اپنے نیک اور صالح آباء واجداد، بیویوں اور فرزندوں کے ساتھ رہیں گے اور فرشتے ہر در سے ان پر داخل ہو کر کہیں گے: تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کا مظاہرہ کیا! اور کتنا اچھا ہے اس دنیا کا انجام!

کلمات کی تشریح:

۱۔ "یعرشون": اوپر لے جاتے ہیں، یہاں پر اس سے مراد وہ محکم اور مضبوط عمارتیں ہیں جنھیں فرعونیوں نے اپنی املاک میں بنائی تھیں۔

۲۔ "البأس و البأساء" سختی اور ناخوشی اور جنگ یہاں پر باساء سے مراد سختی اور ناخوشی ہے اور (بأس) سے مراد جنگ کا موقع ہے۔

۳۔ "یدرؤن، یدفعون": دور کرتے ہیں اور اپنے سے ہٹاتے ہیں۔

روایات میں صابروں کی جزا

بحار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول خداؐ نے فرمایا:

جب نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور اعمال تولنے کے لئے میزان قائم ہوگی تو مصیبتوں کا سامنا کرنے والے صابروں کے لئے نہ اعمال تولنے کا ترازو ہوگا اور نہ ہی ان کے اعمال نامے کھولے جائیں گے! اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿اِنّما یوفّیٰ الصابرون اجرھم بغیر حساب﴾

صابروں کو ان کے صبر کی بے حساب جزا ملے گی۔(۱)

نیز بحار میں اپنی سند سے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) بحار ج ۸۲، ص ۱۴۵ اور زمر/۱۰۔

''جب خداوند عالم تمام اولین وآخرین کو جمع کرے گا، تو ایک منادی ندا کرے گا: کہاں ہیں صبر کرنے والے تاکہ بے حساب بہشت میں داخل ہوں؟ کچھ سرفراز اور ممتاز لوگ اٹھیں گے، فرشتے ان کے پاس جاکر کہیں گے: اے اولاد آدم کہاں جارہے ہو؟ کہیں گے: بہشت کی طرف: کہیں گے: حساب سے پہلے ہی؟ کہیں گے ہاں، پھر وہ لوگ سوال کریں گے تم لوگ کون ہو؟ کہیں گے صابرین! پھر وہ کہیں گے: تمہارا صبر کس طرح کا تھا؟ جواب دیں گے: اطاعت الٰہی میں ثابت قدم اور اس کی معصیت سے ہم نے خود کو اس وقت تک بچایا جب تک کہ خدا نے ہمیں موت نہ دیدی اور روح نہ قبض کرلی، فرشتے کہیں گے: تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم نے کہا، جنت میں داخل ہوجاؤ کیونکہ اچھا کام کرنے والوں کی جزا بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔(۱)

اور شیخ صدوقؒ ثواب الاعمال میں اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جو شخص دنیا سے اندھا جائے، جبکہ اس نے خدا کے لئے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہو اور محمد وآل محمد کا چاہنے والا ہو تو وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی حساب نہ ہوگا''۔(۲)

یہ سب اس جزا کے نمونے ہیں جسے انسان غم واندوہ پر صبر کرنے یا عمل کی بنیاد پر دریافت کرے گا آئندہ بحث میں خدا کی مدد اور توفیق سے اس بات کی تحقیق وبررسی کریں گے کہ اعمال کے نتیجے کس طرح سے میراث بن جاتے ہیں۔

(۱) بحار: ج۶۸، ص۱۳۸۔

(۲) ثواب الاعمال، ص۶۱ اور ۲۳۳۔

۸۔

عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے

خداوند عالم نے خبر دی ہے کہ عمل کی جزا اور پاداش بعد کی نسلوں کے لئے بھی باقی رہ جاتی ہے جیسا کے سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

﴿ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذرّیةً ضعافاً خافوا علیهم فلیتّقوا اللّٰه و لیقولوا قولاً سدیدا﴾ ﴿إنّ الذین یأکلون أموال الیتامی ظلماً إنّما یأکلون فی بطونهم ناراً و سیصلون سعیرا﴾ (۱)

جولوگ اپنے بعد چھوٹے اور ناتواں بچے چھوڑ جاتے ہیں اور ان کے آئندہ کے بارے میں خوفزدہ رہتے ہیں، انھیں چاہئے کہ ڈریں، خدا کا تقویٰ اختیار کریں، سنجیدہ اور درست باتیں کہیں، نیز وہ لوگ جو یتیموں کے اموال بعنوان ظلم وستم کھاتے ہیں، وہ اپنے شکم کے اندر صرف آتش کھاتے ہیں اور عنقریب آگ کے شعلوں میں جلیں گے۔

سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فانطلقا حتیّٰ اذا اتیا اهل قریةٍ استطعما اهلها فابوا ان یضیفوهما فوجدا فیها جداراً یرید ان ینقض فاقامه قال لو شئت لتخذت علیه اجراً ...... و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحاً فاراد ربك ان یبلغا اشدّهما و یستخرجا کنزهما رحمةً من ربك......﴾ (۲)

حضرت خضر وحضرت موسیٰ اپنا راستہ طے کرتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں کی ایک بستی میں تک پہنچے اور ان سے غذا کی درخواست کی، لیکن ان لوگوں نے انھیں مہمان بنانے سے انکار کیا، وہاں ایک گرتی ہوئی

(۱) نساء/۹،۱۰ (۲) کہف/۷۷،۸۲

دیوار ملی، خضر نے اسے سیدھا کردیا موسیٰ نے کہا: اس کام کے بدلے اجرت لے سکتے تھے... لیکن وہ دیوار اس شہر میں دو یتیموں کی تھی اور اس کے نیچے ایک خزانہ تھا جو انھیں دو سے متعلق تھا، ان کا باپ نیک انسان تھا اور تمہارے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ دونوں بالغ ہو جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک نعمت تھی......۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''سدید'': درست، قول سدید یعنی درست اور استوار بات جو عدل و شرع کے مطابق ہو۔

۲۔ ''سعیر'': بھڑکی ہوئی سرکش آگ کہ اس سے مراد جہنم ہے۔

۳۔ ''ینقض'': گرتی ہے، یعنی وہ دیوار گرنے اور انہدام کی منزل میں تھی۔

۴۔ ''اشد ھما'': ان دونوں کی قوت اور توانائی، ''یبلغا اشدّ ھما'' یعنی سن بلوغ اور توانائی کو پہنچ جائیں۔

مرنے کے بعد عمل کے نتائج اور آثار

بعض اعمال کے آثار انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور اس کا نفع اور نقصان اس صاحب عمل کو پہنچتا رہتا ہے؛ جناب شیخ صدوقؒ نے خصال نامی کتاب میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''انسان مرنے کے بعد کسی ثواب اور پاداش کا مالک نہیں ہوتا بجز تین کاموں کی جزا کے''۔

۱۔ صدقہ جاریہ، یعنی وہ صدقہ جس کا سلسلہ اس نے اپنی زندگی میں قائم کیا ہو، جیسے وقف کی وہ جائداد جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتی، یہ سلسلہ مرنے کے بعد قیامت تک جاری رہتا ہے۔

۲۔ ہدایت و راہنمائی کی وہ سنت قائم کی ہو جس پر وہ خود عامل رہا ہو اور اس کی موت کے بعد دوسرے اس پر عمل کریں۔

۳۔ اس نے ایک ایسی نیک اور صالح اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے بخشش و مغفرت کی دعا کرے۔ (۱)

---

(۱) خصال صدوق ج ۱ ص ۱۵۳۔

اس حدیث کی شرح دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ امامؑ نے فرمایا:

چھ چیزیں ایسی ہیں جن سے مومن اپنی موت کے بعد فائدہ اٹھاتا ہے:

۱۔ صالح اولاد جو اس کے لئے بخشش و مغفرت چاہتی ہے۔

۲۔ کتاب اور قرآن کا پڑھنا۔

۳۔ پانی کا کنواں کھودنا۔

۴۔ درخت لگانا۔

۵۔ پانی جاری کر کے صدقہ کے لئے وقف کر دینا۔

۶۔ وہ پسندیدہ سنت جو مرنے کے بعد کام آئے۔(۱)

یہاں تک ہم نے دنیا و آخرت میں عمل کے آثار اور ان کا بعنوان میراث باقی رہنا بیان کیا ہے، نیک اعمال کے جملہ نتائج و آثار میں ایک ''حق شفاعت'' ہے کہ پروردگار عالم اپنے بعض بندوں کو عطا کرے گا اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

---

(۱) خصال صدوق ج ۱ ص ۳۲۳

۹۔

شفاعت کی لیاقت؛ بعض اعمال کی جزا

الف: شفاعت کی تعریف

شفاعت عربی زبان میں ''دو ایک جیسی'' چیزوں کو ضمیمہ کرنے اور گناہگاروں کے لئے عفو وبخشش کی سفارش کرنے کو کہتے ہیں، شفیع اور شافع وہ شخص ہے جو گناہگاروں کی مدد کرنے کے لئے ان کے ہمراہ ہو اور ان کے حق میں شفاعت کرے۔

ب: شفاعت قرآن کی روشنی میں

خداوند عالم سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یوم ینفخ فی الصور﴾......﴿یومئذٍ لا تنفع الشفاعة اِلّا من أذن له الرّحمن و رضیَ له قولاً﴾ (۱)

جس دن صور پھونکا جائے گا... اس دن کسی کی شفاعت کارآمد نہیں ہوگی جز ان لوگوں کے جنھیں خداوند رحمٰن نے اجازت دی ہو اور ان کی گفتار سے راضی ہو۔

سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لا یملکون الشفاعة اِلّا من اتّخذ عند الرحمن عهداً﴾ (۲)

لوگ ہرگز حق شفاعت نہیں رکھتے جز ان کے جو خداوند رحمٰن سے عہد و پیمان کر چکے ہیں۔

سورۂ اسراء میں ارشاد فرماتا ہے:

---

(۱) طٰہٰ/ ۱۰۲، ۱۰۹ (۲) مریم/ ۸۷

﴿......عسیٰ ان یبعثك ربّك مقاماً محموداً﴾(۱)

امید ہے کہ خداوند عالم تمھیں مقام محمود (مقام شفاعت) پر فائز کرے گا.

سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیته مشفقون﴾(۲)

......وہ لوگ (شائستہ بندے) بجز اس کے جس سے خدا راضی ہو کسی اور کی شفاعت نہیں کریں گے اور وہ لوگ خوف الٰہی سے خوف زدہ ہیں۔

سورہ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿الذین اتّخذ وا دینھم لھواً ولعباً وغرّ تھم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننساھم کما نسوا لقاءَ یومھم ھذا﴾...... یوم یأتی تأویلهُ یقولُ الذین نسوه من قبل قد جاء ت رُسُل ربّنا بالحق فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا......﴾(۳)

جن لوگوں نے اپنے دین سے کھلواڑ کیا اور اسے لہو ولعب بنا ڈالا اور زندگانی دنیا نے انھیں مغرور بنا دیا آج (قیامت) کے دن ہم انھیں فراموش کر دیں گے جس طرح کہ انھوں نے آج کے دن کے دیدار کو فراموش کر دیا......جس دن حقیقت امر سامنے آجائیگی، جن لوگوں نے اس سے پہلے گزشتہ میں اسے فراموش کر دیا تھا کہیں گے: سچ ہے ہمارے رب کے رسولوں نے حق پیش کیا، آیا کوئی شفاعت کرنے والا ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

آیات کی تفسیر

جس دن صور پھونکا جائے گا تو کسی کی شفاعت کار آمد نہیں ہوگی جز خدا کے ان صالح بندوں کے جنھیں خدا نے اجازت دی ہو اور ان کی گفتار سے راضی ہو۔

نیز کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جو خداوند عالم سے عہد و پیمان رکھتے ہیں یعنی انبیاء، اوصیاء اور خدا کے صالح بندے جو ان کے ساتھ ہیں۔

شفاعت مقام محمود ہے جس کا خدا نے حضرت خاتم الانبیاءؐ سے وعدہ کیا ہے اور انبیاء بھی صرف ان لوگوں

---

(۱) اسراء/۷۹ (۲) انبیاء/۲۸ (۳) اعراف/۵۱-۵۳

کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت کے لئے خدا راضی ہو، یہی وہ دن ہے جس دن مغرور افراد اور وہ لوگ جنھیں زندگانی دنیا نے دھوکا دیا ہے جب کہ ان کا کوئی شفیع نہیں ہوگا کہیں گے: آیا کوئی ہمارا بھی شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

ج: شفاعت روایات کی روشنی میں

عیون اخبار الرضا نامی کتاب سے نقل کے مطابق بحار میں ہے کہ امام رضاؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ سے اور انھوں نے اپنے والد سے حضرت امیر المومنینؑ تک روایت کی ہے کہ آپ (امیر المومنینؑ) نے فرمایا: رسول خداؐ نے فرمایا:

"من لم یومن بحوضی۔ الحوض: الکوثر۔ فلا أوردہُ اللّٰہ حوضی و مَن لم یؤمن بشفاعتی فلا أنالہُ اللّٰہ شفاعتی......"

جو شخص میرے حوض (حوض کوثر) پر اعتقاد و ایمان نہیں رکھتا خداوند عالم اسے میرے حوض پر وارد نہ کرے اور جو میری شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا، خداوند عالم اسے میری شفاعت نصیب نہ کرے......

راوی روایت کے اختتام پر امام رضاؑ سے سوال کرتا ہے اے فرزند رسول! خداوند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے: "ولا یشفعون الا لمن ارتضی"

شفاعت نہیں کریں گے مگر ان کی جن سے خدا راضی ہو۔

فرمایا: آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ان کی شفاعت کریں گے جن کے دین سے خدا راضی و خوشنود ہوگا۔(۱)

مسند احمد میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

"الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامۃ، یقول الصیام: أی ربِّ منعتہ الطّعام و الشھواتِ بالنھار فشفعنی فیہ و یقول ال قرآن: منعتہ النوم باللیل فشفّعنی فیہ، قال: فیشفعان"(۲)

قیامت کے دن روزہ اور قرآن خدا کے بندوں کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: خداوندا! میں نے اسے پورے دن کھانا کھانے اور خواہشات سے روکا ہے، لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے اور قرآن کہے گا: میں

(۱) بحار، ج ۸، ص ۳۴ اور انبیاء ۲۸ (۲) مسند احمد، ج ۲، ص ۱۷۴۔

نے اسے رات کی نیند سے روکا ہے، لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے، فرمایا: اس طرح اس کی شفاعت کریں گے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول خداؐ نے فرمایا ہے:

"ثلاثة يشفعون إلى الله عزّ و جلّ فيشفّعون: الأنبياء ثم العُلماء ثم الشهداء" (۱)

خدا کے نزدیک تین گروہ ایسے ہیں جو شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی: انبیاء، علماء اور شہداء۔

سنن ابن ماجہ میں رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿يشفع يوم القيامة ثلاثة: الأنبياء ثم العلماءُ ثم الشهداء﴾ (۲)

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے: انبیاء، علماء اور شہداء۔

بحار الانوار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے رسول خداؐ کی شفاعت کے بارے میں قیامت کے دن ایک حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ذکر ہوا ہے:

"إنّ رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم يومئذٍ يخر ساجداً فيمكث ما شاءَ الله فيقولُ الله عزّ و جل: أرفع رأسك و أشفع تُشفع، و سل تُعط، و ذلك قولهُ تعالىٰ: عسىٰ ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً" (۳)

رسول خداؐ اس دن سجدہ میں گر پڑیں گے اور جب تک خدا چاہے گا سجدے میں رہیں گے، اس کے بعد خداوند عز و جل فرمائے گا اپنا سر اٹھاؤ اور شفاعت کرو تا کہ تمہاری شفاعت قبول ہو، مانگو تا کہ تمہاری خواہش پوری کی جائے یہ وہی خداوند عالم کا قول ہے کہ فرمایا! تمہارا رب تمھیں مقام محمود تک پہنچا جائے گا۔

اس خبر کی تفصیل تفسیر ابن کثیر و طبری و دیگر لوگوں کی کتابوں میں کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔ (۴)

ترمذی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

"شفاعتي لأهل الكبائر من أُمتي"۔

میری شفاعت میری امت کے گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کے لئے ہے۔ (۵)

---

(۱) بحار، ج ۸، ص ۳۴. (۲) سنن ابن ماجہ، باب ذکر شفاعت، ح ۴۳۱۳. (۳) بحار، ج ۸، ص ۳۶ و اسراء ۷۹/۱۷. (۴) مذکورہ آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر طبری، قرطبی و ابن کثیر اور صحیح بخاری کتاب تفسیر ج ۳، ص ۱۰۴ اور سنن ابن ماجہ حدیث ۴۳۱۲ اور سنن ترمذی، ج ۹، ص ۲۶۷ کی جانب مراجعہ کیجئے: (۵) سنن ترمذی کتاب "صفة يوم القيامة"

بحث کا نتیجہ

شفاعت سے متعلق ذکر شدہ تمام آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہر شخص کے لئے وہ بھی جس طرح چاہے نہیں ہے بلکہ شفاعت خداوند عالم کی مشیت کے اعتبار سے ہے جوان اعمال کی جزا ہے جنہیں خداوند عالم نے اسباب شفاعت قرار دیا ہے، جیسے یہ کہ کسی مسلمان بندہ نے کسی واجب کے بارے میں کوتاہی کی ہواور دوسری طرف اپنی دنیاوی زندگی میں تہہ دل سے رسول اور اہل بیتؑ کا دوست رہا ہو نیز انھیں اس لئے دوست رکھتا تھا کہ وہ خدا کے اولیاء ہیں، یا یہ کہ کسی عالم کا اس لحاظ سے اکرام واحترام کرتا کہ وہ اسلام کا عالم ہے یا کسی مومن صالح کے ساتھ نیکی کی ہو جو کہ بعد میں درجہ شہادت پر فائز ہوا ہو، خداوند عالم بھی اسے اس قلبی محبت اور عملی اقدام کی بنا پر جزا دے گا تا کہ اس واجب کے سلسلے میں جو کوتاہی کی ہے اسکی تلافی ہو جائے۔

ٹھیک اس کے مقابل یہ بات بھی ہے کہ بُرے اعمال اور گناہوں کے آثار نیک اعمال کی جزا کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں اور ہم انشاءاللہ آئندہ بحث میں اس کا جائزہ لیں گے۔

۱۰۔

پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے

الف: عمل کے حبط اور برباد ہونے کی تعریف

کسی عمل اور کام کا حبط ہونا اس کام کے نتیجہ کا باطل اور تباہ ہونا ہے، انسان کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر تباہ ہوتا ہے:

۱۔ خداوند عالم اور روز قیامت پر ایمان نہ لائے یا مشرک ہو اور خدا و رسول سے جنگ کرے۔

۲۔ دنیاوی فائدہ کے لئے عمل انجام دیا ہو جس کی جزا بھی حسب خواہش دنیا میں دریافت کرتا ہے۔

۳۔ متقی نہ ہو اور آداب اسلامی کو معمولی اور سمجھے اور ریا کرے وغیرہ...۔

ب: حبط عمل قرآن کریم کی روشنی میں

خداوند سبحان نے قرآن کریم میں انسانوں کے نیک اعمال کی تباہی اور حبط کی کیفیت ان کے اسباب کے ساتھ بیان کی ہے خواہ وہ کسی بھی صنف اور گروہ سے تعلق رکھتے ہوں سورۂ اعراف میں آیات خدا اور روز قیامت کے منکرین کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿و الذین کذبوا بآیاتنا و لقاء الآخرة حبطت أعمالهم هل یُجزون اِلّا ما کانوا یعملون﴾(۱)

جو لوگ آیات خدا اور قیامت کو جھٹلاتے اور تکذیب کرتے ہیں ان کے اعمال تباہ ہو جائیں گے، آیا جو کچھ عمل کرتے تھے اس کے علاوہ جزا پائیں گے؟!

مشرکین کے بارے میں سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) اعراف ۱۴۷۔

﴿ما کان للمشرکین أن یعمروا مساجد اللّٰہ شاھدین علیٰ أنفسھم با لکفر او لآئك حبطت أعما لھم و فی النار ھم خالدون﴾ ﴿إنّما یعمر مساجد اللّٰہ من آمن باللّٰہ و الیوم الآخر و أقام الصلاۃ و أتی الزکاۃ و لم یخش إلاّ اللّٰہ فعسی اولآئك أن یکونوا من المھتدین﴾ (۱)

یہ کام مشرکین کا نہیں ہے کہ وہ مساجد خدا کو آباد کریں جب کہ وہ خود ہی اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں! اس گروہ کے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے، مساجد خداوندی کو صرف وہ آباد کرتا ہے، جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز قائم کرتا اور زکاۃ دیتا ہو اور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرتا ہو امید ہے کہ یہ گروہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوگا۔

مرتد اور دین سے برگشتہ افراد سے متعلق سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿......و مَن یر تدد منکم عن دینہ فیمت و ھو کافرفأو لآئك حبطت أعما لھم فی الدنیا و الآخرۃ و أو لآئك أصحاب النار ھم فیھاخالدون﴾ (۲)

تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے اور کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت برباد ہیں اور وہ اہل جہنم ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

کافروں اور رسول خداؐ سے جنگ و جدال کرنے والوں سے متعلق سورۂ محمدؐ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ان الذین کفروا وصدّ وا عن سبیل اللّٰہ و شاقوا الر سول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضُرُّو ا اللّٰہ شیئاً و سیُحبط أعما لھم﴾ ﴿یا آیھا الذین آمنوا أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرّ سول ولا تُبطلو ا أعما لکم﴾ (۳)

وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں اور لوگوں کو راہ خدا سے دور کرتے ہیں اور جب کہ ان پر راہ ہدایت روشن ہو چکی ہے (پھر بھی) رسول خدا سے جھگڑا کرتے ہیں ایسے لوگ کبھی خدا کو نقصان نہیں پہنچا سکتے (بلکہ خدا) بہت جلد ان کے اعمال کو تباہ اور نابود کر دے گا، اے صاحبان ایمان! خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اپنے اعمال کو تباہ نہ کرو!

اعمال کا حبط اور برباد ہونا (جیسا کہ گزر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا) صرف کافروں ہی کو شامل نہیں ہے بلکہ اس کے دائرہ میں مسلمان بھی آتے ہیں، خداوند عالم سورۂ حجرات میں ارشاد فرماتا ہے:

(۱) توبہ/ ۱۸،۱۷ (۲) بقرہ/ ۲۱۷ (۳) محمد/ ۳۳،۳۲ ۔

﴿یـا أیّهـا الـذّین آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النّبی و لا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم و أنتم لا تشعرون﴾ (۱)

اے صاحبان ایمان! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو نبی سے بلند آواز میں بات نہ کرو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم سمجھ بھی نہ سکو۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یا أیُّها الّذین آمنوا لا تُبطلوا صدقاتکم بالمنّ و الأذی کالّذی یُنفِقُ مالهُ رِئاء النّاسِ و...﴾(۲)

اے صاحبان ایمان! اپنے صدقات اور بخششوں کو منت و آزار کے ذریعہ تباہ و برباد نہ کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریا اور خودنمائی کی خاطر انفاق کرتا ہے......۔

ج: حبط عمل روایات کی روشنی میں

اسلامی روایات میں حبط اعمال کے بہت سارے اسباب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ ہم ذیل میں ان کے چند نمونے ذکر کر رہے ہیں:

شیخ صدوقؒ نے ثواب الاعمال نامی کتاب میں رسول خداؐ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: جو شخص ''سبحان اللہ'' کہتا ہے خداوند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''الحمد للہ'' کہتا ہے خداوند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''لا الہ الا اللہ'' کہتا ہے خداوند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''اللہ اکبر'' کہتا ہے خداوند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت پیدا کرتا ہے۔ قریش کے ایک شخص نے کہا: اے رسول خداؐ! اس لحاظ سے تو ہمارے لئے بہشت میں بہت سارے درخت ہیں! فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، لیکن ہوشیار رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سب کو تم آگ بھیج کر خاکستر کر دو، کیونکہ خداوند عزّ وجل فرماتا ہے:

﴿یا أیّها الذین آمنوا اطیعوا اللّٰه و اطیعوا الرّسول و لا تبطلوا أعمالکم﴾(۳)

اے صاحبان ایمان! خدا اور رسول کی اطاعت کرو نیز اپنے اعمال کو (نافرمانی کر کے) باطل نہ کرو۔

صحیح مسلم وغیرہ میں رسول خداؐ سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) حجرات ر۲ (۲) بقرہ ر۲۶۳، ۲۶۴ (۳) ثواب الاعمال ص۳۲ اور سورۂ محمد ر آیہ ۳۳

"إنّ فرطكم عليّ الحوض، مَن وردَ شرب، و مَن شرب لم يظمأ بعد ،ولَيرِدنّ عليّ أقوام أعرفهُم و يعرفوني ثمّ يُحالُ بيني و بينهم"(۱)

میرے پاس طرف حوض کوثر کی جانب سبقت کرو کیونکہ جو وہاں پہنچے گا سیراب ہوگا اور جو سیراب ہوگا اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا، وہاں میرے پاس کچھ گروہ آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے پھر اس کے بعد میرے اور ان کے مابین جدائی ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ليَرِدَنّ عليّ الحوض رجال ممن صاحبني حتىٰ إذا رأيتهم اختلجوا دوني ،فلاَقولَنّ أي ربّ أصحابي ، فيُقالنّ لي :إنّكَ لا تدري ما أحدثوا بعدكَ"۔(۲)

میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے لیکن جب تک کہ میں انھیں دیکھوں مجھ سے جدا کر دئے جائیں گے، میں (جلدی سے) کہوں گا: میرے خدا! میرے اصحاب ہیں! میرے اصحاب ہیں! مجھ سے کہا جائے گا: تمھیں نہیں معلوم کے انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے!

رسول خداؐ سے ایک دوسری حدیث میں ذکر ہوا ہے:

﴿إنّ المرائي يُدعىٰ به يوم القيامة بأربعة أسماء: يا كافر ! يا فاجر! يا غادر! يا خاسر! حبط عملك وبطل أجرك و لا خلاق لك اليوم ، فالتمس أجرك ممن كُنتَ تعملُ له﴾(۳)

قیامت کے دن ریاکار انسان کو چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر، اے فاجر، اے مکار، اے زیانکار! تیرا عمل تباہ و برباد اور تیری جزا باطل ہوگئی، آج تجھے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، اس وقت اپنی جزا کے لئے کسی ایسے سے درخواست کر جس کے لئے کام کرتا تھا!

گزشتہ بحث کا خلاصہ

یہاں تک "ربّ العالمین" کی جانب سے انسانوں کو دی جانے والی جزا کے نمونے بیان کئے ہیں آئندہ بحث میں انشاء اللہ الٰہی جزا اور سزا میں جن وانس کی شرکت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۳۲، ۴۰۔ (۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل حدیث ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۴۰

(۳) بحار: ج ۷۲، ص ۲۹۵، بحوالہ امالی شیخ صدوق۔

۱۱۔

جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں

ہم نے حضرت آدم کی تخلیق کی بحث میں بیان کیا ہے کہ خداوند عالم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کریں؛ سارے فرشتوں نے آدم کا سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا کہ وہ جنوں میں سے تھا، خداوند عالم نے بھی اسے کیفر و سزا دی اور اپنی بارگاہ سے نکال دیا یہاں پر جو ہم پیش کریں گے، وہ خدا کا بیان ہے جو ابلیس اور اس جنی ہمزادوں کے انجام کے بارے میں آیا ہے :

۱۔ خداوند عالم سورۂ انعام میں فرماتا ہے:

﴿و یوم یحشرهم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس﴾ ...... ﴿یامعشر الجنّ والإنس ألم یأتکم رُسُل منکم یقُصّون علیکم بآیاتی و ینذ رُونکم لقاء یومکم هذا قالوا شهدنا علیٰ أنفُسنا وغرّ تهم الحیوةُ الدنیا و شهدوا علی أنفسهم أنّهم کانوا کافرین﴾ (۱)

جس دن خدا سب کو اکٹھا کرے گا (کہے گا) اے گروہ جنات: تم نے بہت سارے انسانوں کو گمراہ کیا ہے اے گروہ جن و انس! کیا تم میں سے کوئی رسول تمہاری طرف نہیں آیا جو ہماری آیتوں کو تمہارے سامنے پڑھتا اور تمھیں ایسے دن کے دیدار سے ڈراتا؟ وہ لوگ کہیں گے: ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں! (ہاں) دنیوی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اپنے ضرر میں گواہی دیں گے کہ کافر ہیں۔

۲۔ سورۂ جن میں جناتوں کی زبانی ان کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے:

---

(۱) انعام/۱۲۸، ۱۳۰.

﴿ وانّا منّا المسلمون و منا القا سطون فمن أسلم فا ولآء ك تحرّوا رشداً۔ و اما القا سطون فكانوا الجهنم حطباً﴾

(ان لوگوں نے کہا) ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہیں تو بعض ظالم وستمگر اور جو بھی اسلام لایا اس نے راہ راست اور ہدایت کا انتخاب کیا ہے، لیکن ظالمین آتش دوزخ کا ایندھن ہیں!(۱)

۳۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ☆ وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾(۲)

(خداوند عالم ستمگروں سے فرماتا ہے): تم سے پہلے جو جن وانس کی مجرم جماعتیں گزر چکی ہیں تم بھی انھیں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ! جب کوئی گروہ داخل ہوگا تو اپنے جیسوں کو لعنت وملامت کرے گا اور جب سب کے سب وہاں پہنچ جائیں گے تو بعد والے، پہلے والوں کے بارے میں کہیں گے: خدایا! یہ لوگ وہی تھے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے لھٰذا ان کے جہنمی عذاب وکیفر کو دوگنا کر دے! خدا فرمائے گا: سب کا عذاب دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے، اور پہلے والے، بعد والوں سے کہیں گے: تم لوگ ہم سے بہتر نہیں تھے، لہٰذا عذاب کا مزہ چکھو جو کہ تمہارے کاموں کا نتیجہ ہے!

۴۔ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿و تمّت كلمة ربّك لأملأنّ جهنّم من الجنّة و الناس أجمعين﴾(۳)

اور تمہارے رب کا فرمان یقینی ہے کہ جہنم کو تمام جن وانس سے بھر دوں گا!

یہ قرآن کریم کی بعض آیات جنوں کے اعمال اور ان کے دنیا وآخرت میں مجازات کے بارے میں تھیں، قرآن کریم نے قیامت کے دن جنوں کے حالات کو اس طرح تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے جیسا کہ انسان کے بارے میں تمام تفصیل بیان کی ہے۔

---

(۱) سورۂ جن/۱۴۔۱۵ (۲) اعراف ۳۸، ۳۹ (۳) ہود/۱۱۹۔

جزا اور سزا کی بحث کا خلاصہ

ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان خود گیہوں جو اور دیگر دانے دار چیزیں بوتا ہے اور چند ماہ گزرنے کے بعد اس کے محصول کو کاٹتا ہے نیز انواع و اقسام کے پھل کے درخت لگاتا ہے پھر چند سال گزرنے کے بعد اس کے پھلوں سے بہرہ مند ہوتا ہے، یعنی انسان اپنی گاڑھی کمائی کا نتیجہ کھاتا ہے، اس کے باوجود خدا فرماتا ہے:

﴿کلوا مما رزقکم اللّٰہ﴾(۱)

خداوند عالم نے جو تمھیں روزی دی ہے اسے کھاؤ!

نیز فرماتا ہے:

﴿یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم﴾(۲)

اے صاحبان ایمان! ہم نے تمھیں جو پاک و پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔

اور فرماتا ہے:

﴿لا تقتلوا أولا دکم خشیۃ إملاقٍ نحن نرزقھم و إیّا کم﴾(۳)

اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں۔

اور ہم نے یہ بھی کہا: یہ اس لئے ہے کہ انسان اس مجموعۂ عالم میں اس شخص کے مانند ہے جو" self servic" والے میں جاتا ہے اپنے کام آپ انجام دیتا ہے اور اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھوں اپنی مہمان نوازی اور پذیرائی کرے، ایسی جگہوں پر جس نے مہمان کو کھانا کھلایا ہے اور انواع و اقسام کے کھانے کی چیزیں ان کے لئے فراہم کیں وہ میزبان ہے، لیکن مہمان خود بھی کھانا پسند کرنے اور اسے پلیٹوں میں نکالنے میں آزاد اور مختار ہے اگر اقدام نہ کرے اور چمچہ اور پلیٹ ہاتھ میں نہ لے اور کھانے کے دیگ کے قریب نہ جائے اور اپنی مرضی و خواہش کے مطابق اس میں سے کچھ نہ لے تو بھوکا رہ جائے گا اور اسے اعتراض کا بھی اسی طرح اگر حد سے زیادہ کھالے یا نقصان دہ غذا کھالے تو اس کا نتیجہ بھی خود اسی پر ہے کیونکہ یہ خود اسی کا کیا دھرا ہے۔

انسان اپنے معنوی اعمال کے نتائج سے استفادہ کرنے میں بھی کچھ اس طرح ہے کہ اپنے کردار کے بعض نتائج مکمل طور پر اسی دنیا میں دریافت کر لیتا ہے، جیسے کافر کے صلۂ رحم کا نتیجہ کہ اس کے لئے دنیا ہی

(۱) مائدہ/۸۸؛ نحل/۱۱۴، (۲) بقرہ/۱۷۲، (۳) اسراء/۳۱ .

میں پاداش ہے، بعض اعمال کی جزا صرف آخرت میں ملتی ہے جیسے شہادت کے آثار جو صرف مومنین سے مخصوص ہیں، بعض اعمال ایسے ہیں جن کا فائدہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی جیسے مومن کا صلہ رحم کرنا دنیا و آخرت دونوں میں پاداش رکھتا ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے مطابق، انسان اپنی معنوی رفتار کا نتیجہ اپنی مادی رفتار کے نتیجہ کی طرح مکمل دریافت کرتا ہے یا دنیا میں یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں یہی حال بُرے اعمال کے نتائج کا بھی ہے۔

قیامت کے دن حق شفاعت اور یہ کہ خدا بعض انسان کو ایسی کرامت عطا کرے گا، یہ بھی اُن اعمال کا نتیجہ ہے جو انسان دنیا میں انجام دیتا ہے یہی صورت ہے انسان کے حبط اعمال کی قیامت کے دن جو اس کے بعض دنیاوی کردار کا نتیجہ ہے کیونکہ: ﴿لیس للانسان الاّ ماسعیٰ﴾

جو انسان نے کیا ہے اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ جنات بھی انسان کی طرح اپنے اعمال کی مکمل پاداش آخرت میں دریافت کریں گے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ تقدیر ''رب العالمین'' کی اساس پر اور اس کے بعض ربوبی صفات کے اقتضاء کے مطابق ہیں انشاء اللہ آئندہ بحث میں ''ربّ العالمین'' کے دیگر صفات کو تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

﴿۳﴾

ربّ العالمین کے بعض اسماء اور صفات

۱۔ اسم کے معنی

۲۔ ۳۔ رحمٰن اور رحیم

۴۔ ذو العرش اور رب العرش

۱۔اسم کے معنی

اسم؛قرآن کی اصطلاح میں اشیاء کے صفات،خواص اوران کی حقیقت بیان کرنے والے کے معنی میں ہے،اس بنا پر جہاں خداوند عالم فرماتا ہے۔

﴿و علّم آدم الأسماء کلّها﴾(۱)

اور خداوند عالم نے سارے اسماء کا علم آدم کو دیا!

اس کے معنی یہ ہوں گے،خداوند عالم نے اشیاء کی خاصیتوں اور تمام علوم کا علم آدم کو سکھایا،جز علم غیب کے کہ کوئی اس میں خدا کا شریک نہیں ہے مگر یہ کہ کسی کو وہ خود چاہے اور بعض پوشیدہ اخبار اس کے حوالے کردے۔

۲ - ۳-رحمٰن ورحیم کے معنی

قرآن کریم میں خداوند عالم کے اسماء اور مخصوص صفات ذکر ہوئے ہیں ان میں سے بعض دنیوی آثار بعض اخروی اور بعض دینوی اور اخروی دونوں آثار کے حامل ہیں،منجملہ ان اسماء اور صفات کے ''رحمٰن ورحیم'' جیسے کلمات ہیں جن کے معنی تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

لغت کی کتابوں میں''رحم،رحمت اور مرحمت''مہربانی،نرمی اور رقت قلب کے معنی میں ذکر ہوئے ہیں'' مفردات الفاظ القرآن''نامی کتاب کے مصنف راغب کا''رحم''کے مادہ میں جو کلام ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

رحمت؛رقت قلب اور مہربانی ہے اس طرح سے کہ جس پر رحمت نازل ہوتی ہے اسکے لئے احسان وبخشش کا باعث ہوتی ہے،یہ کلمہ کبھی صرف رقت اور کبھی احسان وبخشش کے معنی میں بغیر رقت کے استعمال ہوتا ہے:جب رحمت خداوندی کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد بغیر رقت صرف احسان وبخشش ہوتا ہے،اس

---

(۱)بقرہ/۳۰.

لئے روایات میں آیا ہے: جو رحمت خدا کی طرف سے ہوتی ہے وہ مغفرت وبخشش کے معنی میں ہے اور جو رحمت آدمیوں کی طرف سے ہوتی ہے وہ رقت اور مہربانی کے معنی میں ہوتی ہے۔

لفظ ''رحمان'' خداوند متعال سے مخصوص ہے اور اس کے معنی خدا کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتے کیونکہ تنہا وہی ہے جس کی رحمت تمام چیزوں کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

لفظ ''رحیم'' خدا اور غیر خدا دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، خداوند عالم نے اپنے بارے میں فرمایا ''انّ اللہ غفور رحیم'' خداوند عالم بخشنے والا مہربان ہے اور پیغمبرؐ کے بارے میں فرمایا:

﴿لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتّم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم﴾(۱)

یقیناً تم ہی میں سے ایک رسول تمہاری جانب آیا کہ تمہاری مصیبتیں اس کے لئے گراں ہیں تمہاری ہدایت کے لئے حرص رکھتا ہے اور مومنین کے ساتھ رؤوف ومہربان ہے۔

نیز کہا گیا ہے: خداوند عالم دنیا کا رحمٰن اور آخرت کا رحیم ہے، کیونکہ خدا کا احسان دنیا میں عام ہے جو کہ مومنین اور کافرین دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے، خداوند عالم نے سورۂ اعراف میں فرمایا:

﴿و رحمتی وسعت کل شیء فسأ کتبها للذین یتقون﴾ (۲)

میری رحمت ساری چیزوں کو شامل ہے عنقریب میں اسے ان لوگوں سے مخصوص کردوں گے جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔

یعنی میری رحمت دنیا میں مومنین اور کافروں دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے۔

تاج العروس'' کتاب کے مصنف بھی اس سلسلے میں اپنا ایک نظریہ رکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: ''رحمٰن'' خداوند عالم کا مخصوص نام ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہیں ہے، کیونکہ، اس کی رحمت تمام موجودات کو خلق کرنے، رزق دینے اور نفع پہنچانے کے لحاظ سے شامل ہے۔

رحیم'' ایک عام نام ہے ہر اس شخص کے لئے استعمال ہوسکتا ہے جو صفت رحمت سے متصف ہو، اس

(۱) توبہ/۱۲۸ (۲) اعراف ۱۵۶.

کے بعد کہتے ہیں: امام جعفر صادق کے کلام کے یہی معنی ہیں جو آپ نے فرمایا: ''رحمان'' عام صفت کے لئے ایک خاص نام ہے اور رحیم ایک خاص صفت کے لئے ایک عام نام ہے۔

جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے اس کا مؤید یہ ہے کہ، ''رحیم'' قرآن کریم میں ۴۷ رمقام پر ''غفور''، ''برّ''، ''رؤف'' اور ''ودود ''(۱) کے ہمراہ ذکر ہوا ہے۔

کلمہ ''رحمٰن'' سورۂ الرحمٰن میں اس ذات کا اسم اور صفت ہے جس نے انسان کو خلق کرنے اور بیان سکھانے کے بعد قرآنی ہدایت کی نعمت سے نوازا ہے اور زمین کو اس کی ساری چیزوں کے ساتھ جیسے میوہ جات، کھجوریں، دانے اور ریاحین (خوشبودار چیزیں) وغیرہ اس کے فائدہ کے لئے خلق فرمائی ہیں پھر جن وانس کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿فبأیّ آلاء ربکما تکذبان﴾

پھر تم اے گروہ جن وانس خدا کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

پھر بعض دنیاوی نعمتیں شمار کرنے کے بعد کچھ اخروی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿لمن خاف مقام ربّه جنتان﴾

اُس شخص کے لئے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، بہشت میں دو باغ ہوں گے یہاں تک کہ آخر سورہ میں فرماتا ہے:

﴿تبارك اسم ربّك ذو الجلال و الإکرام﴾

بابرکت اور لازوال ہے تمہارے صاحب جلال اور عظیم پروردگار کا نام!

---

(۱) دیکھئے: ''معجم المفہرس'' مادۂ ''رحم''

۴۔ ذوالعرش اور "ربُّ العرش"

قرآن کریم کی وہ آیات جو"عرش خدا" کے بارے میں بیان کرتی ہیں، درج ذیل ہیں:

ا۔ سورۂ ہود میں فرماتا ہے:

﴿وهو الذی خلق السموات و الأرض فی ستة أیامٍ و کان عرشه علی الماء لیبلو کم أیکم أحسن عملاً﴾(۱)

اور خدا وہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں خلق کیا ہے اور اس کا "عرش" پانی پر ہے، تا کہ تمھیں آزمائے تم میں سے کون زیادہ نیکوکار ہے۔

۲۔ سورۂ یونس میں فرمایا:

﴿إنّ ربکم اللّٰه الذی خلق السموات و الأرض فی ستّة أیّامٍ ثُمّ استوی علی العرش یدبّر الأمر......﴾(۲)

تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا اور تدبیر کار میں مشغول ہوگیا۔

۳۔ سورۂ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿الذی خلق السموات و الأرض و ما بینهما فی ستّة أیّامٍ ثُمّ اُستوی علیٰ العرش الرّحمن فسئل به خبیراً﴾(۳)

اس نے زمین وآسمان اور ان کے مابین جو کچھ ہے ان سب کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا وہ رحمٰن ہے، اس سے سوال کرو کیونکہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

---

(۱) ہود/ ۷. (۲) یونس/ ۳. (۳) فرقان/ ۵۹.

۴۔سورۂ غافر میں ارشاد فرمایا:

﴿...الذین یحملون العرش ومَن حوله یُسبّحون بحمد ربّهم ویؤمنون به و یستغفرون للذین آمنوا ربّنا وسعت کُلّ شیء رحمةً و علماً فاغفر للذین تابوا و اتّبعوا سبیلك و قِهم عذابَ الجحیم﴾(۱)

وہ جو عرش خدا کو اٹھاتے ہیں نیز وہ جو اس کے اطراف میں ہیں، اپنے پروردگار کی تسبیح وستائش کرتے ہوئے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کے لئے (اس طرح) طلب مغفرت کرتے ہیں: خدایا! تیری رحمت اور علم نے ہر چیز کا احاطہ کرلیا ہے، پس جن لوگوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے انھیں بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ!

۵۔سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و تری الملائکة حافّین من حول العرش یُسبحون بحمد ربهم و قضی بینهم بالحق و قیل الحمد للّٰہ ربّ العالمین﴾(۲)

اور فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش خدا کے اردگرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی ستائش میں تسبیح پڑھتے ہیں؛ ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور کہا جائے گا: ستائش اللہ رب العالمین سے مخصوص ہے۔

۶۔سورۂ حاقہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و یحمل عرش ربّك فوقهم یومئذٍ ثمانیة﴾(۳)

اس دن تمہارے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔

کلمات کی تشریح

۱۔العرش:

عرش: لغت میں چھت دار جگہ کو کہتے ہیں جس کی جمع عروش ہے، تخت حکومت کو حاکم کی رفعت وبلندی

---

(۱) غافر/۷ (۲) زمر/۷۵ (۳) سورۂ حاقہ/۱۷۔

نیز اس کی عزت وشوکت کے اعتبار سے عرش کہتے ہیں، عرش ملک اور مملکت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، کتاب ''لسان العرب'' میں آیا ہے کہ ''ثلّ اللہ عروشھم '' یعنی خداوند عالم نے ان کے ملک اور سلطنت کو برباد کردیا۔(۱)

ایک عرب زبان شاعر اس سلسلے میں کہتا ہے:

إذا ما بنو مروان ثلت عروشهم :: وأودت كما أودت إيادو حمير

جب مروانیوں کا ملک تباہ و برباد ہوگیا اور ''حِمْیَر'' اور ''اِیاد'' کی طرح مسمار ہوگیا۔(۲)

۲۔ استویٰ:

الف: ''التحقیق فی کلمات القرآن'' نامی کتاب میں مادہ ''سوی'' کے ضمن میں آیا ہے کہ ''استواء'' کے معنی بمقتضائے محل بدلتے رہتے ہیں، یعنی ہر جگہ وہاں کے اقتضاء اور حالات کے اعتبار سے اس کے معنی میں تغییر اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

ب: ''مفردات راغب'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ''استواء'' جب بھی علیٰ کے ذریعہ متعدی ہو تو ''استیلاء'' یعنی غلبہ اور مستقر ہونے کے معنی میں ہے، جیسے ''الرحمن علی العرش استویٰ'' رحمٰن عرش پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے۔

ج: ''المعجم الوسیط'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ !استویٰ علیٰ سریر الملک أو علیٰ العرش'' تخت حکومت پر متمکن ہوا یا بادشاہی کرسی پر بیٹھا، اس سے مراد یہ ہے کہ مملکت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔

اخطل نامی شاعر نے بشر بن مروان اموی کی مدح میں کہا ہے:

قد استویٰ بشر علی العراق :: من غير سيف أودمٍ مهراق

بشر نے عراق کی حکومت شمشیر اور کسی قسم کی خونریزی کے بغیر اپنے ہاتھ میں لے لی!(۳)

---

(۱) مفردات راغب اور المعجم الوسیط میں مادہ ''عرش'' اور لسان العرب میں مادہ ثلل کی جانب مراجعہ کیجئے۔

(۲) بحار، ج ۵۸، ص ۷۔ (۳) بشر بن مروان اموی خلیفہ عبدالملک مروان کا بھائی ہے جس نے ۷۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی اس کی تفصیل آپ کو ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں ملے گی۔

آیات کی تفسیر

جب ہم نے جان لیا کی اسمائے الٰہی میں ''رحمٰن ورحیم'' ''ربّ العالمین'' کے صفات میں سے ہیں اور ہر ایک کے دنیا وآخرت دونوں جگہ آثار پائے جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اسم'' قرآنی اصطلاح میں صفات، خواص اشیاء اور ان کی حقیقت بیان کرنے کے معنی میں ہے اور ''عرش'' عربی لغت میں حکومت اور قدرت کے لئے کنایہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''استواء'' جب علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوگا تو غلبہ اور تسلط کے معنی دیتا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے:

''استویٰ علی سریر الملك أو علیٰ العرش''

سریر حکومت یا عرش حکومت پر جلوہ افروز ہوا (متمکن ہوا) یعنی: ''تولّی الملک'' مملکت وحکومت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔

اب اگر قرآن کریم میں ''استویٰ علی العرش'' کے مذکورہ ہفت گانہ مقامات کی طرف رجوع کریں تو اندازہ ہوگا کہ ان تمام مقامات پر ''استواء'' علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوا ہے، جیسے:

﴿استویٰ علیٰ العرش یدبّر الأمر﴾ (۱)

وہ عرش پر متمکن ہو کر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

﴿ثُمّ استویٰ علی العرش...... یدبر الامر﴾ (۲)

پھر وہ عرش پر متمکن ہوا...... اور تدبیر امر میں مشغول ہو گیا۔

ان آیات میں (نوع تدبیر کی طرف اشارہ کئے بغیر) صراحت کے ساتھ فرمایا: ''عرش پر متمکن ہوا اور تدبیر امر میں مشغول ہو گیا،، سورۂ اعراف کی ۵۴ ویں آیت میں انواع تدبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿استویٰ علی العرش یغشی الیل النهار...﴾

وہ عرش پر جلوہ افروز ہوا اور شب کے ذریعہ دن کو چھپا دیتا ہے......

اور سورۂ حدید کی چوتھی آیت میں تدبیر کار کی طرف کنایۃً اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿استویٰ علیٰ العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منها﴾

---

(۱) یونس ۳، (۲) سجدہ ۴ و ۵؛ رعد ۲

عرش پر متمکن ہوا وہ جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے خارج ہوتا ہے سب کو جانتا ہے۔
یعنی خداوند عالم جو کچھ اس کی مملکت میں ہوتا ہے جانتا ہے اور ساری چیزیں اس کی تدبیر کے مطابق ہی گردش کرتی ہیں۔

یہیں پر سورۂ فرقان کی ۵۹ ویں آیت کے معنی بھی معلوم ہو جاتے ہیں جہاں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿استویٰ علیٰ العرش الرحمن فسئل به خبیراً﴾

عرش قدرت پر متمکن ہوا، خدائے رحمان، لہٰذا صرف اسی سے سوال کرو کہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے! یعنی وہ جو کہ عرش قدرت پر متمکن ہوا ہے وہی خداوند رحمان ہے جو کہ تمام عالمین کو اپنی وسیع رحمت کے سایہ میں پرورش کرتا ہے اور جو بھی اس کی مملکت میں کام کرتا ہے اس کی رحمت اور رحمانیت کے اقتضاء کے مطابق ہے یہ موضوع سورۂ طہٰ کی پانچویں آیت میں مزید تاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے:

﴿الرحمن علیٰ العرش استویٰ﴾

خداوند رحمان ہے جو عرش قدرت پر غلبہ اور تسلط رکھتا ہے۔

اس لحاظ سے، جو کچھ سورہ "ہود" کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿خلق السموات والأرض فی ستة أیام وکان عرشه علیٰ الماء﴾

آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں خلق فرمایا اور اس کا عرش قدرت پانی پر ٹھہرا تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مملکت خداوندی میں زمین و آسمان کی خلقت سے قبل جز پانی کے جس کی حقیقت خداوند عالم ہی جانتا ہے کوئی اور شے موجود نہیں تھی۔

اور جو سورۂ غافر کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿الذین یحملون العرش﴾

وہ لوگ جو عرش کو اٹھاتے ہیں۔

اس سے بارگاہ الٰہی کے کارگزار فرشتے ہی مراد ہیں کہ بعض کو نمائندہ بنایا اور بعض کو پیغمبروں کی امداد کے لئے بھیجا بعض کچھ امتوں جیسے قوم لوط پر حاملان عذاب ہیں اور بعض آدمیوں کی روح قبض کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر ایک اپنا مخصوص کام انجام دیتا ہے اور جو کچھ ہماری دنیا میں خداوند عالم کی ربوبیت کا مقتضیٰ ہی اس میں مشغول ہے۔

اور سورۂ حاقہ کی ساتویں آیت میں جو فرماتا ہے:

﴿ و یحمل عرش ربّك فوقهم یومئذٍ ثمانیة ﴾

تمہارے رب کے عرش قدرت کو اس دن آٹھ فرشتے حمل کریں گے۔

اس سے مراد قیامت کے دن فرمان خداوندی کا اجراء کرنے والے فرشتوں کے آٹھ گروہ ہیں۔

اور سورہ نحل کی ۱۴ ویں آیت میں جو فرمایا:

﴿ وهو الذی سخر البحر لتأکلوا لحماً طریاً و تستخرجوا منه حلیةً تلبسو نها و تری الفلك مواخر فیه ﴾

وہ خدا جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تا کہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سینہ چاک کرتی ہیں۔

اس کے معنی یہ ہے کہ دریا کو ہمارا تابع بنا دیا تا کہ اُس کے خواص سے فائدہ اٹھائیں اور یہ حضرت آدمؑ کی تعلیم کا ایک مورد ہے چنانچہ اس سے پہلے اسی سورہ کی ۵ ویں تا ۸ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ والأنعام خلقها لکم فیها دفء و منافع و منها تأکلون۔ و لکم فیها جمال حین تُریحون و حین تسرحون۔ و تحمل أثقالکم إلیٰ بلدٍ لم تکونوا بالغیه إلّا بشقّ الأنفس إنّ ربّکم لرء وف رحیم ، والخیل و البغال و الحمیر لترکبو ها وزینةً و...... ﴾

اور اس نے چوپایوں کو خلق کیا کیونکہ اس میں تمہاری پوشش کا وسیلہ اور دیگر منفعتیں پائی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہو اور وہ تمہارے شکوہ اور زینت و جمال کا سبب ہیں، جب تم انھیں جنگل سے واپس لاتے ہو اور جنگل کی طرف روانہ کرتے ہو، نیز تمہارا سنگین و وزنی بار جنھیں تم کافی زحمت و مشقت کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا سکتے یہ اٹھاتے ہیں، یقیناً تمہارا رب رؤف و مہربان ہے اور اس نے گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کو پیدا کیا تا کہ ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت کا سامان ہوں۔

خداوند عالم نے اس کے علاوہ کہ ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ہے ان سے استفادہ کے طریقے بھی ہمیں سکھائے تا کہ گوشت، پوست، سواری اور بار برداری میں استفادہ کریں۔

سورہ زخرف کی بارھویں اور تیرھویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ والذی خلق الأزواج کلّها و جعل لکم من الفلك و الأنعام ماتر کبون ، لتستوا علی

ظهوره، ثمّ تذكروا نعمة ربكم إذا استويتم عليه و تقولوا سبحان الذى سخر لنا هذا و ما كنا له مقرنين﴾

اور جس خدا نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں کے ذریعہ سواری کا انتظام کیا تا کہ ان کی پشت پر سوار ہو اور جب تم ان کی پشت پر سوار ہو جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: وہ خدا منزہ اور پاک و پاکیزہ ہے جس نے ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ورنہ ہمیں ان کے تسخیر کرنے کی طاقت وتوانائی نہیں تھی۔

جس خدا نے ہمیں ان آیات میں مذکور چیزوں سے استفادہ کا طریقہ بتایا اور اپنی ”ربوبیت“ کے اقتضاء کے مطابق انھیں ہمارا تابع فرمان اور مسخر بنایا اسی خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں اور گھر کے چھپروں میں پھول اور شگوفوں کو چوس کر شہد بنائے، اسی نے دریا کو مچھلیوں کے اختیار میں دیا اور الہام غریزی کے تحت اس سے بہرہ مند ہونے اور استفادہ کرنے کی روش اور طریقہ بتایا، اس طرح سے اسنے اپنی وسیع رحمت کے ذریعہ ہر ایک مخلوق کی ضرورت کو دیگر موجودات سے برطرف کیا اور اس کے اختیار میں دیا نیز ہر ایک کو اس کی ضروری اشیاء کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تا کہ اس سے فائدہ حاصل کرے بعبارت دیگر شہد کی مکھی کو بقائے حیات کے لئے ضروری اشیاء کے اسماء اور ان کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تا کہ زندگی میں اس کا استعمال کرے اور مچھلیوں کو بھی ان کی ضرورت کے مطابق اشیاء کے اسماء اور خواص سکھائے تا کہ زندگی میں ان کا استعمال کرے، وغیرہ۔

رہی انسان کی بات تو خداوند عالم نے اسے خلق کرنے کے بعد اس کی تعریف وتوصیف میں فرمایا:

﴿فتبارك الله احسن الخالقين﴾

بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔

خداوند عالم نے تمام اسماء اور ان کی خاصیتیں اسے بتادیں؛ چنانچہ سورۂ جاثیہ کی ۱۳ ویں آیت میں فرمایا:

﴿وسخر لكم مافى السموات والأرض جميعاً منه﴾

اور خدا نے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب کو تمہارے اختیار میں دیا اور اسے تمہارا تابع بنادیا۔

سورۂ لقمان کی ۲۰ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے!

﴿ألم تروا انّ الله سخر لكم ما فى السموات و ما فى الأرض﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزوں کو تمہارا تابع اور مسخر بنایا۔

پروردگار عالم نے اپنی مخلوقات کی ہر صنف کو دیگر تمام مخلوقات سے استفادہ کرنے کی بقدر ضرورت ہدایت فرمائی۔ اور جو مخلوق دیگر مخلوق کی نیاز مند تھی تکوینی طور پر اس کو اس کا تابع بنایا ہے۔

اور انسان جو کہ خداداد صلاحیت اور جستجو وتلاش کرنے والی عقل کے ذریعہ تمام اشیاء کے خواص کو درک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر کوشش کرے اور علوم کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرے، تو اسے یہ معلوم ہوگا کہ تمام مخلوقات اس کے استعمال کے لئے اسکے اختیار میں ہیں، مثال کے طور پر اگر "ایٹم" کے خواص کو درک کرنے کی کوشش کرے تو یقیناً وہاں تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور چونکہ ایٹم ان اشیاء میں ہے جو انسان کے تابع اور مسخر ہے، قطعی طور پر وہ اسے شگاف کرنے اور اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس طرح سے خدا نے آگ، الکٹریک اور علوم کی دیگر شاخوں جیسے فیزک اور کیمسٹری کو اس کے حوالے کیا نیز انھیں اس کا تابع بنایا تاکہ مختلف دھاتوں سے ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ بنائے اور اسے زمین کے اطراف میں گردش دے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ انسان "چونکہ سرکش، طاغی اور حریص ہے" لہٰذا اس شخص کا محتاج اور ضرورت مند ہے جو ان مسخرات سے استفادہ کا صحیح طریقہ اور راستہ بتائے تاکہ جو اس نے حاصل کیا اور اپنے قبضہ میں کرلیا ہے اسے اپنے یا دوسروں کے نقصان میں استعمال نہ کرے۔ "کھیتی" اور "نسل" کو اس کے ذریعہ نابود نہ کرے "ربّ رحمان" نے عالی مرتبت انبیاء کو اس کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تاکہ مسخرات سے استفادہ کی صحیح راہ وروش بتائیں پس "ربّ رحمٰن" کے جملہ آثار رحمت میں سے پیغمبروں کا بھیجنا، آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا ہے، اس موضوع کی وضاحت سورہ رحمان میں لفظ "رحمٰن" کی تفسیر کے ذریعہ اس طرح کی ہے:

﴿الرّحمن، علّم القرآن﴾

خداوند رحمان نے، قرآن کی تعلیم دی۔

﴿خلق الانسان، علّمهُ البيان﴾

انسان کو خلق کیا اور اسے بیان کرنا سکھایا۔

﴿الشمسُ و القمر بحسبان﴾

سورج اور چاند حساب کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔

﴿و النجم و الشجر يسجدان﴾

اور بوٹیاں بیلیں اور درخت سب اسی کا سجدہ کر رہے ہیں۔

﴿والسماء رفعها ووضع الميزان﴾

اور اُس نے آسمان کو رفعت دی اور میزان وقانون وضع کیا (بنایا)۔

﴿والأرض وضعها للأنام﴾

اور زمین کو مخلوقات کے لئے خلق کیا۔

﴿فيها فاكهة والنخل ذات الأكمام﴾

اس میں میوے اور کھجوریں ہیں جن کے خوشوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔

﴿والحبّ ذو العصف والرّيحان﴾

اور خوشبودار گھاس اور پھول کے ساتھ دانے ہیں۔

﴿فبأىّ آلاء ربّكما تكذّبان﴾

پھر تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

﴿تبارك اسم ربّك ذى الجلال والإكرام﴾

تمہارے صاحب جلال واکرام رب کا نام مبارک ہے۔

نیز "ربّ" ہے جو:

﴿يبسط الرّزق لمن يشاء ويقدر﴾ (۱)

جس کی روزی میں چاہے وسعت دیدے اور جسکی روزی میں چاہے تنگی کردے۔

جو کچھ ہم نے رحمت "ربّ" کے آثار دنیا میں پیش کیے ہیں وہ مومن اور کافر تمام لوگوں کو شامل ہیں اس بناء پر "رحمان" دنیا میں "ربّ العالمین" کے صفات میں شمار ہوتا ہے نیز اس کی رحمت تمام خلائق جملہ مومنین وکافرین سب کو شامل ہے اور چونکہ "ربّ العالمین" لوگوں کی پیغمبروں پر "وحی" کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے، قرآن کریم "وحی" کی "ربّ" کی طرف، جو کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ذلك ممّا أوحىٰ إليك ربّك من الحكمة﴾ (۲)

یہ اس کی حکمتوں میں سے ہے کہ تمہارے "ربّ" نے تم کو وحی کی ہے۔

---

(۱) سبا/۳۶،۳۹ (۲) اسراء/۳۹.

اور فرمایا:

﴿اتبع ما أوحی إلیك من ربّك﴾(۱)

جو چیز تمارے ربّ کی طرف سے تم پر وحی کی گئی ہے اس کی پیروی کرو۔

قرآن اسی طرح ارسال رسل اور آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کو ''ربّ العالمین'' کی طرف نسبت دیتا ہے اور حضرت ہودؑ کے حالات زندگی کی شرح میں فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿یا قوم لیس بی سفاھة و لکنّی رسول من ربّ العالمین۔ أبلّغکم رسالات ربّی﴾(۲)

اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی سفاہت نہیں ہے لیکن میں ،،ربّ العالمین،، کی جانب سے ایک رسول اور فرستادہ ہوں کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

نیز حضرت نوحؑ کے بارے میں فرماتا ہے: انھوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿یا قوم لیس بی ضلالة و لکنّی رسول من ربّ العالمینَ۔ أبلّغکم رسالات ربّی......﴾(۳)

اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی ضلالت اور گمراہی نہیں ہے، لیکن میں ''ربّ العالمین'' کا فرستادہ اور رسول ہوں، کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا:

﴿ یا فرعون انّی رسول من ربّ العالمین﴾(٤)

اے فرعون! میں ربّ العالمین کا فرستادہ ہوں۔

آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کے سلسلے میں فرمایا:

﴿واتل ما أوحی إلیك من کتاب ربّك﴾(٥)

جو کچھ تمہارے ''رب'' کی کتاب سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو!

﴿تنزیل الکتاب لاریب فیه من ربّ العالمین﴾(٦)

اس کتاب کا نازل ہونا کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے رب العالمین کی طرف سے ہے۔

---

(۱) انعام/۱۰۶۔ (۲) اعراف/۶۷، ۶۸ (۳) اعراف/۶۱، ۶۲ (۴) اعراف/۱۰۴ (۵) کہف/۲۷ (۶) سجدہ/۲۔

﴿ إنّه لقرآن كريم...... تنزيل من ربّ العالمين﴾ (١)

بیشک یہ قرآن کریم ہے جو "ربّ العالمین" کی طرف سے نازل ہوا ہے

نیز امر و فرمان کی نسبت "ربّ" کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قل أمر ربّي بالقسط و أقيموا وجوهكم عند كلّ مسجد﴾ (٢)

کہہ دو! میرے ربّ نے عدالت و انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر مسجد میں اپنا رخ اس کی طرف رکھو۔

اس لحاظ سے صرف اور صرف "ربّ" کی اطاعت کرنی چاہئے، جیسا کہ خاتم الانبیاء اور مومنین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ آمن الرسول بما أنزل اليه من ربّه و المؤ منون...... و قالوا سمعنا و أطعنا غفرانك ربّنا﴾ (٣)

پیغمبر جو کچھ اس کے "رب" کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لایا ہے اور تمام مومنین بھی ایمان لائے ہیں...... اور ان لوگوں نے کہا! ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے پروردگار ہم! تیری مغفرت کے خواستگار ہیں......

انبیاء بھی چونکہ اوامر "ربّ العالمین" کی تبلیغ کرتے ہیں، لہٰذا خداوند متعال نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿أطيعوا الله و أطيعوا الرسول و لا تبطلوا أعمالكم﴾ (٤)

خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

یہی حال گناہ اور معصیت کا ہے کہ کسی سے بھی صادر ہو "ربّ العالمین" کی نافرمانی کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿فسجدوا الا ابليس كان من الجن ففسق عن امر ربه﴾ (٥)

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا جز ابلیس کے، جو کہ جنوں میں سے تھا اور اپنے "ربّ" کے فرمان سے باہر ہو گیا۔

نیز یہ بھی فرمایا:

﴿ فعقروا الناقة و عتوا عن أمر ربهم﴾ (٦)

(۱) واقعہ/۷۷-۸۰ (۲) اعراف/۲۹ (۳) بقرہ/۲۸۵ (۴) محمد/۳۳ (۵) کہف/۵۰ (۶) اعراف/۷۷

(قوم ثمود) نے ''ناقہ'' کو پے کردیا اور اپنے ربّ کے فرمان سے سرپیچی کی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ ''امر'' اور فرمان جملہ سے حذف ہو جاتا ہے لیکن اس کے معنی باقی رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت آدمؑ کے بارے میں فرمایا:

﴿وعصیٰ آدم ربّہ فغوی﴾(۱)

آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور جزا سے محروم ہو گئے۔

یعنی آدمؑ نے اپنے رب کے امر کی نافرمانی کی۔

انبیاء علیہم السلام بھی چونکہ اوامر ''ربّ'' کو لوگوں تک ابلاغ کرتے ہیں تو ان کی نافرمانی اور سرپیچی فرمان ''ربّ'' کی مخالفت شمار ہوتی ہے، جیسا کہ خدا فرعون اور اس کی قوم نیز ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے پہلے تھے فرماتا ہے:

﴿و جاء فرعون و من قبلہ......فعصوا رسول ربّھم﴾(۲)

فرعون اور وہ لوگ جو اس سے پہلے تھے....ان سب نے اپنے ربّ کے فرستادہ پیغمبر کی مخالفت کی۔

انسان نافرمانی کرنے کے بعد جب توبہ کرتا ہے اپنے ''رب'' سے مغفرت چاہتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

﴿الذین یقولون ربّنا انّنا آمنا فا غفرلنا ذنو بنا﴾(۳)

وہ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے ''رب''! ہم ایمان لائے، لہذا ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

﴿وما کان قولھم اِلاّ أن قالوا ربّنا أغفرلنا ذنوبنا﴾(٤)

اور ان کا کہنا صرف یہ تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

﴿ربّنا فاغفر لنا ذنو بنا و کفرعنا سیئا تنا﴾(٥)

اے ہمارے پروردگارا! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی کر۔

سورہ قصص میں حضرت موسیٰؑ کے قول کے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ربّ انی ظلمتُ نفسی فاغفر لي فغفر لہ﴾(٦)

اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا لہٰذا مجھے بخش دے اور خدا نے انھیں بخش دیا۔

اسی وجہ سے ''غفور'' و ''غفار'' بھی ربّ کے صفات میں سے ہے، چنانچہ فرمایا:

---

(۱) طہ/۱۲۱ (۲) حاقہ/۹، ۱۰ (۳) آل عمران/۱۶ (۴) آل عمران/۱۴۷ (۵) آل عمران/۱۹۳۔ (۶) قصص/۱۶۔

﴿والذین عملوا السیّات ثمّ تابوا من بعد ھا وآمنوا انّ ربّک من بعدھا لغفور رحیم﴾(۱)
وہ لوگ جنھوں نے گناہ کیا اور اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے (جان لیں کہ) تمہارا ربّ اس کے بعد غفور و مہربان ہے۔

اپنی قوم سے نوح کے قول کی حکایت کرتا ہے:

﴿فقلت استغفروا ربّکم انّہ کان غفاراً﴾(۲)
[نوح نے کہا] میں نے ان سے کہا: اپنے ربّ سے بخشش و مغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور غفار ہے۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿فتلقیٰ آدم من ربّہ کلماتٍ فتاب علیہ انّہ ھو التوّابُ الرحیم﴾(۳)
پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے اور خدا نے ان کی توبہ قبول کی کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور جو لوگ گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ذریعہ اس کی تلافی اور جبران نہیں کرتے ان کے کردار کی سزا ربّ العالمین کے ذمہ ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿قل یا عبادیِ الذین أسرفوا علیٰ أنفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ......و انیبوا الیٰ ربّکم و أسلموا لہ من قبل أن یاتیکم العذابُ ثُمّ لا تنصرون﴾(۴)
کہو: اے میرے وہ بندو کہ تم نے اپنے اوپر ظلم وستم نیز اسراف کیا ہے! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو...... اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ قبل اسکے کہ تم پر عذاب نازل ہو پھر کوئی یار و یاور نہ رہ جائے۔

ربّ کا اعمال کی جزا دینا کبھی دنیا میں ہے اور کبھی آخرت میں اور کبھی دنیا و آخرت دونوں میں ہے قرآن کریم سب کی نسبت رب کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿لقد کان لسبا فی مسکنھم آیۃ جنتان عن یمینٍ و شمالٍ کلوا من رزق ربّکم و اشکرُ والہ بلدۃ طیبۃ و ربٌّ غفور فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم و بدلنا ھم بجنّتیھم جنتین

(۱) اعراف/۱۵۳ (۲) نوح/۱۰ (۳) بقرہ/۳۷ (۴) زمر/۵۳،۵۴

ذواتی أکل خمطٍ و اثلٍ و شیءٍ من سدرٍ قلیل۔ ذلک جزینا هم بما کفر وا وهل نجازی إلّا الکفور﴾(۱)

قوم ''سبا'' کے لئے ان کی رہائش گاہ میں ایک نشانی تھی: داہنے اور بائیں دو باغ تھے (ہم نے ان سے کہا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، شہر صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے اور تمہارا ''ربّ'' بخشنے والا ہے، (لیکن) ان لوگوں نے خلاف ورزی اور روگردانی کی تو ہم نے تباہ کن سیلابی بلا اُن کے سر پر نازل کر دی اور دو میوہ دار باغوں کو تلخ اور کڑوے باغوں اور کچھ کو بیر کے درختوں میں تبدیل کر دیا، یہ سزا ہم نے انھیں ان کے کفر کی بنا پر دی، آیا ہم کفران نعمت کرنے والے کے علاوہ کو سزا دے سکتے ہیں؟

لیکن آخری جزا قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب کتاب کے بعد ہے، قرآن کریم محشور کرنے اور حساب وکتاب کرنے کی بھی نسبت ربّ کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وانّ ربّك هو یحشر هم﴾(۲)

تمہارا ''ربّ'' انھیں محشور کرے گا

نیز فرماتا ہے:

﴿ما فرّطنا فی الکتاب من شیءٍ ثمّ الی ربّهم یحشرون﴾(۳)

اس کتاب میں ہم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے، پھر سب کے سب اپنے ''ربّ'' کی جانب محشور کئے جائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

﴿إنّ حسابهم الّا علی ربّی لو تشعرون﴾(٤)

[نوحؑ نے کہا] ان کا حساب صرف اور صرف ہمارے رب کے ساتھ ہے اگر تم یہ بات درک کرتے ہو! لوگ حساب وکتاب کے بعد یا مومن ہیں کہ ہر حال میں ''رحمت'' خداوندی ان کے شامل حال ہوگی یا غیر مومن کہ رحمت الٰہی سے دور ہوں گے، خداوند عالم نے مومنین کے بارے میں فرمایا:

﴿یوم نحشر المتّقین الی الرحمن و فداً﴾(٥)

جس دن پرہیزگاروں کو ایک ساتھ خداوند ''رحمان'' کی جانب مبعوث کریں گے۔

---

(۱) سبا/۱۵ (۲) حجر/۲۵ (۳) انعام/۳۸ (۴) شعرا/۱۱۳ (۵) مریم/۸۵

البتہ ربّ العالمین کی رحمت اس دن مومنین سے مخصوص ہے، یہی وجہ ہے کہ خدا کو آخرت کا رحیم کہا جاتا ہے اور لفظ ''رحیم'' رحمان کے بعد استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿الحمد لله ربّ العالمین،الرحمن الرحیم﴾

حمد وستائش عالمین کے ربّ اللہ سے مخصوص ہے، وہ خداوند رحمٰن ورحیم ہے۔

کیونکہ رحمٰن کی رحمت اس دنیا میں تمام افراد کو شامل ہے، لیکن ''رحیم'' کی رحمت مومنین سے مخصوص ہے۔

غیر مومن اور کافر کے بارے میں ارشاد فرمایا!

﴿انّ جهنّم کانت مرصاداً، للطا غین مآباً...... جزاءً وفاقاً﴾(۱)

یقیناً جہنم ایک سخت کمین گاہ ہے اور نافرمانوں کی بازگشت کی جگہ ہے... یہ ان کے اعمال کی مکمل سزا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رب العالمین کو روز جزا کا مالک کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿الحمد لله ربّ العالمین۔الرحمن الرحیم۔ مالك یوم الدین﴾

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے مطابق ''ربّ'' رحمٰن بھی ہے اور ''رازق'' بھی ''رحیم'' بھی ہے اور ''تواب وغفار'' بھی اور تمام دیگر اسمائے حسنیٰ کا بھی مالک ہے۔

بحث کا خلاصہ

خداوند عالم سورۂ اعلیٰ میں فرماتا ہے: مخلوقات کا رب وہی ہے جس نے انھیں بہترین طریقے سے خلق کیا، پھر انھیں ہدایت پذیری کے لئے آمادہ کیا، پھر اس کے بعد ہر ایک کی زندگی کے حدود معین کئے اور انھیں ہدایت کی، پھر اس کے بعد کی آیات میں حیوان کی چراگاہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے: ''ربّ'' وہی ہے جس نے حیوانات کی چراگاہ کو ظاہر کیا اور اسے پرورش دی تاکہ شدید سبز ہونے کے بعد اپنے آخری رشد یعنی خشک گھاس کی طرف مائل ہو۔

اسی طرح سورۂ رحمٰن میں جس کی آیات کو ہم نے پیش کیا جو ساری کی ساری ربوبیت کی توصیف میں تھیں آغاز سورہ میں تعلیم بیان کے ذریعہ انسان کی تربیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿خلق الانسان علّمه البیان﴾

---

(۱) نبا؍۲۱،۲۲،۲۶۔

انسان کو خلق کیا اور اسے بیان کی تعلیم دی یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لائق بنایا۔

سورۂ علق میں انسان کی پرورش سے متعلق صفات ''ربوبیت'' کے دوسرے گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿خلق الانسان من علق...... الذی علّم با لقلم۔ علّم الإنسان ما لم یعلم﴾

انسانوں کو منجمد خون سے خلق کیا... وہی ذات جس نے اسے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور جو انسان نہیں جانتا تھا اس کی تعلیم دی، یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لئے آمادہ کیا۔

مذکورہ دونوں موارد (آموزش بیان اور قلم کے ذریعہ تعلیم) کلمہ ''سوّیٰ'' کی تشریح ہے جو کہ ''سورہ اعلیٰ'' میں آیا ہے۔

سورۂ ''شوریٰ، نساء، آل عمران'' میں ''ربّ العالمین'' کے ذریعہ انسان کی کیفیت ہدایت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: انسان کے لئے دین اسلام کو معین کیا اور اسے اپنی کتابوں میں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ارسال کیا......

سورۂ یونس اور اعراف میں فرمایا: تمہارا ربّ وہی خدا ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور انھیں ہدایت تسخیری سے نوازا۔

سورۂ انعام میں ۹۵ تا ۱۰۱ آیات میں انواع مخلوقات کی یادآوری کے بعد آیت ۱۰۲ میں فرمایا:

﴿ذلکم اللّٰہ ربکم لا الٰہ الاّ ھو خالق کل شیءٍ فا عبدوہُ﴾

یہ ہے تمہارا رب، اللہ، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ تمام چیزوں کا خالق ہے، صرف اس کی عبادت کرو۔

یہاں تک جو کچھ ہم نے ربوبیت کے صفات اور اس کے اسماء کو بیان کیا سب کے سب اللہ کے صفات اور اس کے اسماء سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ کے ''اسمائے حسنیٰ'' کی بحث میں انشاء اللہ دیگر اسمائے حسنیٰ کو جو اللہ سے مخصوص ہیں ذکر کریں گے۔

(۴)

اللہ کے اسمائے حسنیٰ

۱۔ اللہ

۲۔ کرسی

۱۔ اللہ

بعض علمائے علم لغت کہتے ہیں: اللہ در حقیقت ''اِلٰہ'' تھا جو کہ ''آلھۃ'' کا اسم جنس ہے، اس پر الف و لام تعریف داخل ہوا، اور ''اَلْاِلٰہ'' ہوگیا، پھر الف کو اس کے کسرہ کے ساتھ حذف کردیا گیا اور دو لام کو باہم ادغام کردیا ''اللہ'' ہوگیا، یعنی لفظ الہ اور اللہ؛ رجل اور الرجل کے مانند ہیں پہلے دونوں یعنی الہ ور جل ''الھۃ اور رجال'' کا اسم جنس ہیں اور دوسرے دونوں یعنی ''اللہ'' اور ''الرجل'' الف ولام کے ذریعہ معرفہ ہوگئے ہیں اور مورد نظر رجل اور الہ معین و مشخص کئے ہیں اس لحاظ سے لا الہ الا اللہ'' کے معنی ہوں گے: کوئی معبود نہیں ہے جزاس کے جو کہنے والے کا مورد نظر اور مقصود ہے۔

یہ نظریہ غلط اور اشتباہ ہے، کیونکہ لفظ اللہ نحویوں کی اصطلاح میں ''عَلَم مرتجل'' (منحصر بہ فرد) ہے اور ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، جس کے تمام صفات جامع جمیع اسمائے حسنیٰ ہیں اور کوئی بھی اس نام میں اس کا شریک نہیں ہے۔ جس طرح کوئی ''الوہیت اور ''ربوبیت'' میں اس کا شریک نہیں ہوسکتا ہے۔

چنانچہ اللہ اسلامی اصطلاح میں ایک ایسا نام ہے جو اس ذات سے مخصوص جس کے یہاں تمام صفات کمالیہ پائے جاتے ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وللّٰہ الأسماء الحسنیٰ ''تمام اسمائے حسنیٰ (۱) ''اللہ'' کیلئے ہیں اور فرمایا: ﴿اللّٰہ لا اِلٰہ اِلّا ھو لہ الأسماء الحُسنیٰ﴾ (۲) وہ خدا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تمام اسمائے حسنیٰ اس کے لئے ہیں۔

بنابرایں ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' یعنی ہستی میں کوئی موثر اور خالق نہیں اور تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کے مالک خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ''قیوم'' ہے قیوم یعنی پائندہ قائم بالذات ہر چیز کا محافظ و نگہبان نیز وہ ذات جو موجودات کو قوام عطا کرتی ہے، آیت کے یہ معنی سورۂ طہٰ کی

---

(۱) اعراف/۱۸۰. (۲) طہٰ/۸.

۵۰ ویں آیت میں ذکر ہوئے ہیں:

﴿ربّنا الذی أعطی کلّ شيٍ خلقه ثمّ هدی﴾(۱)

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو جو اس کے خلقت کا لازمہ تھا عطا کیا، پھر اس کے بعد ہدایت کی ہے۔

پس وہی اللہ جو تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کا مالک ہے وہ ربّ، رحمان، رازق، تواب، غفار، رحیم اور روز جزا کا مالک ہے، یہی وجہ ہے قرآن کریم میں کہیں پر لفظ اللہ ربّ کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی جس جگہ ربّ کا نام ذکر کرنا سزاوار تھا وہاں ربّ کی جگہ استعمال ہوا اور ربّ کے صفات اپنے دامن میں رکھتا ہے جیسے: رازق، تواب، غفور اور رحیم اور وہ ذات جو انسان کو اس کے عمل کی جزا دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

۱۔ ﴿اللّٰه یبسط الرّزق لمن یشاء و یقدر﴾(۲)

اللہ ہی ہے جو جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے۔

۲۔﴿ وانّ اللّٰه هو التّواب الرحیم﴾ (۳)

یقیناً وہی اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

۳۔﴿ اِنّ اللّٰه غفور رحیم﴾ (٤)

یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

٤۔﴿لیجزیهم اللّٰه أحسن ما کانوا یعملون﴾(٥)

تاکہ خدا انھیں جزا دے بہترین اعمال کی، جو انھوں نے انجام دئے ہیں۔

گزشتہ آیات میں جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا، صفات رزّاق، غفور اور رحیم اور جزا دینے والا کہ ربّ العالمین سے مخصوص ہیں سب کی نسبت اللہ کی طرف ہے، کیونکہ اللہ تمام صفات کمالیہ کا مالک اور خود ''ربّ العالمین'' ہے۔

بعض اسماء وصفات جو قرآن کریم میں آئے ہیں وہ بھی ''اللہ'' کی مخصوص صفت ہیں جیسے:

﴿اللّٰه لا اِله اِلّا هو الحیّ القیّوم لا تأخذه سنة و لا نوم له ما فی السموات و ما فی

(۱) طہ/۵۰ (۲) رعد/۲٦ (۳) توبہ/۱۰۴ (۴) بقرہ/۱۸۲ (۵) توبہ/۱۲۱

الأرض من ذالّذی یشفع عنده إلّا بإذنه یعلم ما بین أیدیهم و ما خلفهم و لا یحیطون بشیءٍ من علمه إلّا بما شاء وسع کرسیّه السموات و الأرض و لا یؤده حفظهما و هو العلیّ العظیم﴾ (۱)

کوئی معبود نہیں جز اللہ کے حی وقیوم اور پائندہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ زمین وآسمان میں ہے اسی کا ہے کون ہے جو اس کے پاس اس کے فرمان کے علاوہ شفاعت کرے؟ جو کچھ ان کے سامنے اور پیچھے ہے اسے جانتا ہے اور کوئی اس کے علم کے ایک حصہ سے بھی آگاہ نہیں ہوتا جز یہ کہ وہ خود چاہے، اس کی حکومت کی ''کرسی'' زمین وآسمان کو محیط ہے نیز ان کی محافظت اسے تھکاتی نہیں ہے اور وہ 'علی و عظیم'' (بلند مرتبہ وباعظمت) ہے۔

اس آیت میں مذکور تمام اسماء وصفات ''اللہ'' سے مخصوص ہیں اور ''الہ'' خالق اور ربّ العالمین کے صفات میں سے نہیں ہیں۔

نیز ایسے صفات جیسے: عزیز، حکیم، قدیر، سمیع، بصیر، خبیر، غنی، حمید، ذوالفضل العظیم، (عظیم فضل کا مالک) واسع علیم (وسعت دینے والا اور باخبر) اور فعال لما یشاء (اپنی مرضی سے فعل انجام دینے والا)... یہ سارے صفات ''اللہ'' کے مخصوص صفات ہیں، اس لحاظ سے اللہ ایک نام ہے ان صفات میں سے ہر ایک کے لئے اور اللہ کی حقیقت یہی صفات اور اسمائے حسنیٰ ہیں۔

عبرانی زبان میں بھی ''یَهْوَه'' کو ''اللہ'' کی جگہ اور ''الوهیم'' کو ''الا له'' کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کی ''کرسی حکومت'' زمین وآسمان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ اب ہم ''کرسی'' کے معنی کی تحقیق وبررسی کریں گے۔

---

(۱) بقرہ/۲۵۵

۲۔ کرسی

لفظ کرسی؛ لغت میں تخت اور علم کے معنی میں ہے۔

طبری، قرطبی اور ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا: ''کرسی خدا اس کا علم ہے''۔

اور طبری کہتے ہیں:

''جس طرح خداوند عالم نے فرشتوں کی گفتگو کی خبر دی ہے کہ انھوں نے اپنی دعا میں کہا:

﴿ربنا وسعت کلّ شیء علماً﴾

پروردگارا! تیرا علم تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس آیت میں بھی خبر دی ہے کہ ''وسع کرسیّہ السموات و الأرض'' اس کا علم زمین و آسمان کو محیط ہے، کیونکہ ''کرسی'' در حقیقت علم کے معنی میں ہے، عرب جو اپنے علمی نوٹ بک کو کراسہ کہتے ہیں اسی باب سے ہے، چنانچہ علماء اور دانشوروں کو ''کراسی'' کہا جاتا ہے۔ (طبری کی بات تمام ہوئی)۔

طبری کی بات پر اضافہ کرتے ہوئے ہم بھی کہتے ہیں: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی اپنی قوم سے گفتگو کی حکایت کی ہے جو انھوں نے اپنی قوم سے کی:

﴿وسع ربی کلّ شیءٍ علماً أفلا تتذکّرون﴾ (۱)

ہمارے رب کا علم تمام چیزوں کو شامل اور محیط ہے آیا تم لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

اور شعیب کی گفتگو اپنی قوم سے کہ انھوں نے کہا ہے:

﴿وسع ربنا کلّ شیءٍ علماً﴾ (۲)

ہمارے رب کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔

اور موسیٰ کی سامری سے گفتگو کہ فرمایا:

---

(۱) انعام/۸۰ (۲) اعراف/۸۹

﴿انما الٰهکم الله الذی لا اله الا هو وسع کل شیءٍ علماً﴾ (۱)
تمہارا معبود صرف "اللہ" ہے وہی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کا علم تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

رسول خدا کے اوصیاء میں چھٹے وصی یعنی امام جعفر صادقؑ نے سائل کے جواب میں جس نے کہا: ﴿وسع کرسیه السموات و الارض﴾ اس جملہ میں کرسی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: خدا کا علم ہے۔ (۲)

قرآن کریم میں کرسی کا تخت اور علم دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے، خداوند عالم نے سورہ ص میں سلیمان کی داستان میں فرمایا:

﴿و لقد فتنا سلیمان و ألقینا علیٰ کرسیه جسداً﴾ (۳)
ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کی کرسی (تخت) پر ایک جسد ڈال دیا۔

اور اس آیت میں فرماتا ہے:

﴿یعلم ما بین أیدیهم وما خلفهم ولا یُحیطون بشیءٍ من علمه الّا بما شاء وسع کرسیه السموات و الأرض﴾ (٤)

خداوند عالم ان کے سامنے اور پس پشت کی ساری باتوں کو جانتا ہے اور وہ ذرہ برابر بھی اس کے "علم" سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ وہ خود چاہے، اس کی کرسی یعنی اس کا "علم" زمین و آسمان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

"کرسی" جیسا کہ آیہ شریفہ سے ظاہر ہے "علمہ" کے بعد مذکور ہے اس قرینہ سے معنی یہ ہوں گے: وہ لوگ ذرہ برابر علم خداوندی سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ خدا خود چاہے، اس کا علم زمین و آسمان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

اس لحاظ سے بعض روایات کے معنی، جو کہتی ہیں: "کل شیء فی الکرسی" ساری چیزیں کرسی میں ہیں، یہ ہوں گے کہ تمام چیز علم الٰہی میں ہے۔

یہاں پر "اللہ کے اسمائے حسنیٰ" کی بحث کو ختم کرتے ہیں اور "عبودیت" کی بحث جو کہ اس سے مربوط ہے اس کی بررسی و تحقیق کریں گے۔

---

(۱) طٰہ ۹۸ (۲) توحید صدوق، ص ۳۲۷، باب: معنی قول اللہ عزوجل: وسع کرسیه السماوات والارض. (۳) سورہ ص ۳۴.

(۴) بقرہ ۲۵۵

عبد و عبادت

عَبَدَ : اس نے اطاعت کی ''عبودیت'' یعنی: عاجزی و فروتنی اور خضوع و خشوع کے ساتھ اطاعت بجالانا اور ''عبادت'' یعنی نہایت خضوع و خشوع اور فروتنی و عاجزی کے ساتھ اطاعت کرنا جو ''عبودیت'' سے زیادہ بلیغ ہے۔

الف: عبودیت

سورہ حمد میں ''ربّ العالمین'' کے ذکر کے بعد جملہ ''ایاک نعبد'' آیا ہے اس میں عبودیت بمعنیٰ اطاعت ہے، یعنی ہم صرف تیری ہی اطاعت کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے:

''مَن أطاع رجلاً فی معصیة فقد عبده'' (۱)

جو شخص کسی انسان کی معصیت اور گناہ میں اطاعت کرے گویا اس نے اسکی عبادت کی ہے۔

جیسا کہ ظاہر ہے عبادت و اطاعت ایک ساتھ اور ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ امام علی رضاؑ کی گفتگو میں بھی ہے کہ دوسرے کی بات سننے کو، جو ایک قسم کی اطاعت اور اس کی پیروی ہے، ''عبادت'' سمجھا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

''مَن أصغیٰ الی ناطق فقد عبده فإن کان الناطق عن اللّٰه عزّ و جلّ فقد عبد اللّٰه، وإن کان الناطق عن أبلیس فقد عبد أبلیس'' (۲)

جو شخص کسی قائل کی آواز پر کان دھرے اس نے اس کی عبادت کی ہے اب اگر قائل خداوند عالم کی بات کرے تو خدا کی عبادت کی اور اگر ابلیس کی بات کرے تو ابلیس کی عبادت کی۔

عبادت: باشعور موجودات کے لئے اختیاری ہے لیکن دیگر مخلوقات کے لئے تسخیری اور غیر اختیاری

---

(۱) اصول کافی ج ۲، ص ۳۹۸ (۲) عیون اخبار الرضا، ص ۳۰۳، ح ۶۳؛ وسایل الشیعہ ج ۱۸، ص ۹۲ ح ۱۳

ہے، جیسا کہ خداوند سبحان نے فرمایا:

﴿یا أیّھا الناس اعبد وا ربّکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم...﴾(۱)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، وہی جس نے تمکو اور تم سے پہلے والوں کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے۔

اور دیگر موجودات کے بارے میں فرمایا:

﴿وللّٰہ یسجد ما فی السموات وما فی الأرض من دابة والملا ئکة وھم لا یستکبرون﴾(۲)

تمام وہ چیزیں جو آسمان وزمین میں پائی جاتی ہیں چلنے والی ہوں یا فرشتے خدا کے لئے سجدہ (عاجزی اور فروتنی) کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے ہیں۔

ب: عبد

عبد کے چار معنی ہیں:

ا۔غلام کے معنی میں جیسے سورۂ نحل میں خدا ارشاد فرماتا ہے:

﴿ضرب اللّٰہ مثلاً عبداً مملو کاً لا یقدر علیٰ شیء﴾(۳)

خداوند عالم نے ایک ایسے غلام مملوک کی مثال دی ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔

اس عبد کی جمع عبید ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَن خرج الینا من العبید فھو حرّ" (۴)

جو غلام بھی ہماری سمت (اسلام کی طرف) آجائے وہ آزاد ہے۔

۲۔ "عبد" بندہ ہونے کے معنی میں بھی ہے اس کی سب سے زیادہ روشن اور واضح مثال خداوند عالم کے ارشاد میں ہے کہ فرمایا:

﴿ان کلّ مَن فی السموات و الأرض الّا آتی الرحمن عبداً﴾ (۵)

زمین وآسمان کے مابین کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ بندگی کی حالت میں خداوند رحمان کے سامنے آئے۔

اس معنی میں بھی عبد کی جمع "عبید" (بندے) ہے جیسے:

﴿و أنّ اللّٰہ لیس بظلام للعبید﴾ (٦)

---

(۱) سورۂ بقرہ ر۲۱۔ (۲) نحل ر۴۹ (۳) نحل ر۷۵ (۴) مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸ (۵) مریم ر۹۳۔ (٦) انفال ر۵۱۔

خداوند عالم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

۳۔۴۔عبد؛ عبادت کرنے والے اور خدمت گزار بندہ کے معنی میں ہے جس کے بارے میں ''عابد'' کی تعبیر زیادہ بلیغ ہے، اس کی دو قسم ہے:

الف: خدا کا خالص ''عبد'' اور حقیقی بندہ ہونا جس کی جمع عباد آتی ہے جیسے خداوند عالم کا کلام ان کے موسیٰ اور اوران کے جوان ساتھی کی داستان کی حکایت میں ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿ فوجدا عبداً من عبادنا آتینا ہ رحمة من عند نا﴾(۱)

ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوزا تھا۔

ب۔اور دنیا کا ''عبد'' بندہ ہونا یعنی جو شخص اپنا تمام ہم وغم اور اپنی تمام توانائی دنیا اور دنیا طلبی کے لئے وقف کردے، یہاں بھی عبد کی جمع ''عبید'' ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''تعِسَ عبد الدرھم وعبد الدینار'' درہم ودینار کا بندہ ہلاک ہوگیا۔(۲)

اور چونکہ پروردگار عالم بندوں کی ہدایت اور لوگوں کے ارشاد کے لئے امر ونہی کرتا ہے لہٰذا جو شخص فرمان خداوندی کی اطاعت کرتا ہے اسے کہتے ہیں: (عَبَدَ الرَّبَّ) اس نے خداوند رحمان کی عبادت وبندگی کی، وہ عابد ہے یعنی: اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اور وہ پروردگار کا مطیع وفرمانبردار ہے۔

اور چونکہ ''الہ'' معبود کے معنی میں ہے اور اس کے لئے دینی مراسم منعقد کئے جاتے ہیں، کہتے ہیں: ''عَبَدَ فلان اِلا لہٗ'' فلاں نے خدا کی عبادت کی (پرستش کی) وہ عابد (پرستش کرنے والا ہے) یعنی وہ دینی مراسم خدا کے لئے انجام دیتا ہے۔(۳)

جن صفات کو ''الوہیت'' کی بحث میں ''الہ'' کے صفات میں شمار کیا ہے اور ربوبیت کی بحث میں ان تمام صفات کو ربّ کے صفات سے جانا ہے وہ سارے کے سارے اللہ ربّ العالمین کے صفات ہیں، اللہ ربّ العالمین کے صفات میں ایک دوسری صفت یہ ہے کہ ہر چیز کا جاری وساری ہونا اس کی مشیت اور اس کی مرضی سے ہے اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کی وضاحت کریں گے۔

---

(۱) کہف:۶۵ (۲) سنن ابن ماجہ، ص ۱۳۸۶ (۳) جو کچھ ہم نے ''عبد'' کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل کتابوں سے مادہ عبد کے مطالب کا خلاصہ ہے، جوہری کی کتاب صحاح، مفردات القرآن راغب، قاموس اللغۃ فیروز آبادی، معجم الفاظ القرآن الکریم طبع مصر، ہم نے ان سب کی عبارت کو مخلوط کر کے ایک سیاق واسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے۔

﴿۵﴾

ربّ العالمین کی مشیت

الف۔ مشیت کے معنی

ب: رزق میں خدا کی مشیت

ج: ہدایت میں خدا کی مشیت

د: رحمت وعذاب میں خدا کی مشیت

۱۔لغت اور قرآن کریم میں مشیت کے معنی

الف: مشیت کے لغوی معنی

مشیت کے لغوی معنی؛ارادہ کرنے اور چاہنے کے ہیں اور اس معنی میں لوگ بھی ارادہ ومشیت کے مالک ہوتے ہیں،خداوند کریم نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا:

﴿انّ ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتّخذا الیٰ ربّہ سبیلاً﴾ (۱)

یہ یاددہانی ہے،لہٰذا جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔

یعنی اگر انسان چاہے اور اراداہ کرے کہ خدا کی سمت راہ انتخاب کرے تو وہ مکمل آزادی اور اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ اس بات پر قادر ہے،اسی آیت سے ملتا جلتا مضمون سورہ مدثر کی ۵۵ ویں آیت عبس کی بارہویں آیت تکویر کی اٹھائیسویں آیت اور کہف کی ۹۲ آیت ویں وغیرہ میں بھی ذکر ہوا ہے،خداوند سبحان نے لغوی مشیت کی نسبت بھی اپنے طرف دیتے ہوئے فرمایا:

۱۔﴿الم تر الی ربّک کیف مدّ الظلّ و لو شاء لجعلہ ساکناً﴾ (۲)

کیاتم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح تمہارے رب نے سایہ کو دراز کردیا؟اور اگر چاہتا تو ساکن کردیتا.

۲۔﴿فاما الذین شقُوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شھیق﴾﴿خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ما شاء ربّک انّ ربّک فعال لما یُرید﴾﴿وأما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ماشاء ربک عطاءً غیر مجذوذٍ﴾(۳)

لیکن جو بد بخت ہوچکے ہیں،تو وہ آتش جہنم میں ہیں اور ان لوگوں کے لئے وہاں زفیر اور شہیق (آہ و نالہ وہ فریاد) ہے اور جب تک زمین وآسمان کا قیام ہے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے اور تمہارا رب جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے،رہے وہ لوگ جو نیک بخت اور خوش قسمت ہیں وہ جنت میں ہیں اور

---

(۱)مزمل/۱۹؛انسان/۲۹.(۲)فرقان/۳۶.(۳)ہود/۱۰۸۱۰۶.

جب تک زمین و آسمان کا قیام ہے وہ اس میں رہیں گے جز اس کے جو تمہارا رب چاہے یہ ایک دائمی بخشش ہے۔

ان دو آیتوں کے مانند سورہ اسراء کی ۸۶ ویں اور فرقان کی ۵۱ ویں آیت میں بھی ذکر ہوا ہے۔

لیکن گزشتہ آیات کے معنی یہ ہیں:

۱۔ خداوند عالم نے پہلی جگہ فرمایا:

﴿الم تریٰ الی ربك كیف مدّ الظل و لو شاء لجعله ساكناً﴾

یعنی خداوند عالم نے کس طرح ظہر کے بعد، سورج کے مغرب سے قریب ہونے کے تناسب سے سایہ کو مشرق کی جانب پھیلا دیا یہاں تک کہ ڈوب کر شب میں اپنی آخری حد داخل ہو گیا اور اگر ''چاہتا'' تو سایہ کو ہمیشہ ساکن ہی رہنے دیتا، سایہ کا دراز ہونا اور اس کا حرکت کرنا خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ پر ہے اور مرضی الٰہی سے باہر نہیں ہے۔

۲۔ خدا نے دوسرے مقام پر فرمایا: اہل جہنم ہمیشہ کیلئے آتش میں ہیں اور اہل بہشت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں ہیں اور یہ خدا کی قدرت اور مشیت کے تحت ہے اور اس کی مرضی اور مشیت سے خارج نہیں ہے۔

ب: مشیت؛ قرآنی اصطلاح میں

قرآن مجید میں جب بھی کلمات رزق، ہدایت، عذاب، رحمت اور ان کے مشتقات کے بعد ''مشیت خدا کی'' بحث ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ رزق و روزی، ہدایت اور اس کے مانند دوسرے امور کا جاری ہونا ان سنتوں کی بنیاد پر ہے جنہیں خداوند عالم نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے معین فرمایا ہے اور خدا کی سنت ان امور میں ناقابل تبدیل ہے اور وہ اس آیت کے مصادیق و افراد میں سے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:

﴿سنة الله ...... و لن تجد لسنة الله تبديلاً﴾ (۱)

یہ سنت الٰہی ہے...... اور سنت الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

جیسا کہ سورہ فاطر میں بھی ارشاد فرماتا ہے:

﴿فلن تجد لسنة الله تبديلاً و لن تجد لسنة الله تحويلاً﴾

سنت خداوندی میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور سنت الٰہی میں کبھی تغیر نہیں پاؤ گے۔

---

(۱) سورۂ احزاب ۶۲ اور فتح ۲۳۔

دوم۔ رزق وروزی میں خدا کی مشیت

۱۔ خداوند عالم سورہ شوریٰ میں فرماتا ہے:

﴿له مقالید السموات و الأرض یبسط الرّزق لمن یشاءُ و یقدر إنّه بکل شیءٍ علیم﴾(۱)

آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں اس سے مخصوص ہیں، جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

سورہ عنکبوت میں فرمایا ہے:

﴿و کأیّن من دابۃٍ لا تحمل رزقها اللّٰہ یرزقها و إیّاکم و هو السمیع العلیم۔ و لئن سألتهم مَن خلق السموات والأرض و سخر الشمس و القمر لیقولنّ اللّٰہ فأنّی یوفکون اللّٰہ یبسط الرّزق لمَن یشاء من عباده و یقدر له إنّ اللّٰہ بکلّ شیءٍ علیم۔ ولئن سألتهم من نزّل من السماء ماءً فأحیا به الأرض من بعد موتها لیقولُنّ اللّٰہ قل الحمد لله بل أکثرهم لا یعقلون﴾(۲)

کتنے چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق حمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے خدا انھیں اور تمھیں روزی دیتا ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے اور جب بھی ان سے سوال کروگے: کس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے؟ تو کہیں گے: ''اللہ'' پھر اس حال میں وہ لوگ کیسے منحرف ہوتے ہیں؟ خدا اپنے بندوں میں جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے خداوند عالم تمام چیزوں سے آگاہ ہے اور اگر ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا؟ کہیں گے: ''اللہ'' کہو احمد وستائش خدا سے مخصوص ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں۔

۳۔ سورہ سبا میں فرمایا:

---

(۱) شوریٰ/۱۲(۲) عنکبوت ۶۰ تا ۶۳.

﴿قل إنَّ ربّي يبسط الرّزق لمَن يشاء من عباده و يقدر له و ما أنفقتم من شيءٍ فهو يُخلفهُ وهو خير الرّازقين﴾(۱)

کہو! خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اس کی جگہ پر کر دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

۴۔ سورہ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ولا تجعل يدك مغلولةً إلى عنقك ولا تبسطها كلّ البسطِ فتقعد ملوماً محسوراً)(إنّ ربّك يبسط الرّزق لمَن يشاء و يقدر إنّه كان بعباده خبيراً بصيراً)(ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاقٍ نحن نرزقهم و إيّاكم إنّ قتلهم كان خطئاً كبيرا)(و لا تقربوا مال اليتيم إلّا بالّتي هي أحسن حتىٰ يبلغ أشدّه و أوفوا بالعهد إنّ العهد كان مسؤلاً)(و أوفوا الكيل إذا كلتم و زنوا بالقسطاس المستقيم ذلك خير و أحسن تاويلاً﴾(۲)

اپنے ہاتھوں کو پس گردن بندھا ہوا قرار نہ دو (تا کہ انفاق سے رک جاؤ) اور نہ ہی اتنا پھیلا دو کہ سرزنش کے مستحق قرار پاؤ اور حسرت کا نشانہ بن جاؤ، یقیناً خدا جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت دیتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے، اپنے فرزندوں کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں روزی عنایت کرتے ہیں یقیناً ان کا قتل کرنا ایک عظیم گناہ ہے...... اور یتیم کے مال سے بہترین طریقہ کے علاوہ قریب نہ ہونا جب تک کہ بلوغ کو نہ پہنچ جائے اور اپنے عہد و پیمان کو وفا کرو کہ عہد و پیمان کے متعلق سوال ہوگا! اور جب کسی چیز کو تولو تو تولنے کا حق ادا کرو اور صحیح ترازو سے وزن کرو کہ یہ بہتر اور نیک انجام کا ذریعہ ہے۔

۵۔ سورہ آل عمران میں فرمایا:

﴿قل اللّهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاءُ و تنزع الملك ممّن تشاء و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء بيدك الخير إنّك علىٰ كلّ شيءٍ قدير۔ تولج الليل في النهار و تولج النهار في الّليل و تخرج الحيّ من الميّت و تخرج الميّت من الحيّ و ترزق من تشاء بغير حساب﴾(۳)

کہو! خداوندا! تو ہی حکومتوں کا مالک ہے جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے تمام خوبیاں تیرے ہاتھ میں

(۱) سبا/۳۹ (۲) اسراء/۲۹ تا ۳۵

ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے، رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو شب میں، اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟

اعمال کی جزا کی بحث میں ہم نے ذکر کیا کہ خداوند عالم نے رزق کی وسعت ''صلہ رحم'' میں قرار دی ہے یعنی کوئی اپنے اعزاء واقرباء سے صلہ رحم کرتا ہے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اپنے باپ کی صلاح ودرستی کے آثار بعنوان میراث پاتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ اور بندۂ خدا حضرت خضرؑ کی داستان میں گزر چکا ہے کہ گرتی ہوئی دیوار کو گرنے سے بچایا تا کہ اس کے نیچے دو یتیموں کا، کہ جن کا باپ صالح انسان تھا، مدفون خزانہ برباد نہ ہو جائے اور وہ دونوں بالغ ہونے اور سن شعور تک پہنچنے کے بعد اسے باہر نکالیں! یہ خدا کی مشیت وارادہ کے دو نمونے روزی عطا کرنے کے سلسلہ میں ہیں جو ثابت اور نا قابل تبدیل الٰہی سنت کی بنیاد پر جاری ہوتے ہیں۔

---

(۱) آل عمران/۲۶، ۲۷

سوم: مشیت خداوندی ہدایت اور راہنمائی میں

انسان کی ہدایت قرآن کریم کی رو سے دو قسم کی ہے:

۱۔ ہدایت اسلامی احکام اور عقائد کی تعلیم کے معنی میں.

۲۔ ہدایت ایمان اور عمل صالح کی توفیق کے معنی میں.

قرآن کریم پہلی قسم کی ہدایت کی زیادہ تر پیغمبروں کی طرف نسبت دیتا ہے جنھیں خداوند عالم نے اسلامی عقائدو احکام کی تبلیغ اور اپنی پیغام رسانی کے لئے انسانوں کی طرف بھیجا ہے اور کبھی خود خدا کی طرف نسبت دیتا ہے کہ اس نے پیغمبروں کو دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے۔

قرآن کریم دوسری نوع ہدایت کی نسبت خداوند عالم کی طرف دیتا ہے اور کبھی مشیت کے ذکر کے ساتھ کہ ہدایت خدا کی مرضی اور اس کی خواہش ہے اور کبھی ''مشیت'' کے ذکر کے بغیر۔

خداوند عالم نے ہدایت کی دونوں قسموں سے بہرہ ور ہونے کی شرط لوگوں کا انتخاب اور پسندیدگی نیز اس کو حاصل کرنے کے لئے ان کے عملی اقدام کو قرار دیا ہے، اس کا بیان درج ذیل سہ گانہ مباحث میں کیا جارہا ہے:

الف: تعلیمی ہدایت

قرآن کریم لوگوں کی تعلیمی ہدایت کی تبلیغ اسلام کے معنی میں کبھی انبیاء کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿و انّك لتهدی إلیٰ صراط مستقیم ، صراط الله الذی له ما فی السموات و ما في الأرض ألا إلیٰ الله تصیر الأمور﴾

اور یقیناً تم راہ راست کی طرف ہدایت کرتے ہو اس خداوند عالم کے راستے کی جانب کہ جو کچھ

زمین وآسمان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے، آگاہ ہو جاؤ! تمام امور کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔(۱)

اور کبھی انبیاء کے ہدایت کرنے کی خدا کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔﴿و جعلنا هم أئمة يهدون بأمرنا﴾(۲)

اور ہم نے انھیں پیشوا قرار دیا جو ہمارے فرمان کی ہدایت کرتے ہیں۔

۲۔﴿هو الّذي أرسل رسوله بالهدىٰ و دين الحقّ ليظهره علىٰ الدين كلّه﴾(۳)

وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب اور کامیاب کرے۔

اسی معنی میں آسمانی کتابوں کی طرف بھی ہدایت کی نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔﴿شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن هُدىً للناس و بيّنات مِن الهدىٰ و الفُرقان﴾(۴)

ماہ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کرنے والا قرآن نازل کیا گیا اس میں ہدایت کی نشانیاں اور حق و باطل کے درمیان جدائی ہے۔

۲۔﴿و أنزل التّوراة و الْانجيل من قبل هدىً للناس﴾(۵)

لوگوں کی ہدایت کے لئے پہلے توریت اور انجیل نازل فرمائی ہے۔

کبھی تعلیمی ہدایت کی نسبت بلاواسطہ خدا کی طرف دیتے ہوئے فرمایا:

۱۔﴿ألم نجعل له عينين و لساناً و شفتين۔ و هديناه النّجد ين﴾(۶)

کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ اور اسے راہ خیر وشر کی طرف ہدایت نہیں کی؟!

۲۔﴿و أمّا ثمود فهد ينا هم فا ستحبّوا العمىٰ على الهدىٰ﴾(۷)

اور ہم نے قوم ثمود کی ہدایت کی لیکن انھوں نے ضلالت اور نابینائی کو ہدایت پر ترجیح دی۔

بنا برایں خدا کبھی تعلیمی ہدایت اور آموزش اسلام کی نسبت پیغمبروں اور اپنی کتابوں کی طرف دیتا ہے اور کبھی اپنی پاک و پاکیزہ ذات کی طرف! اور یہ اس اعتبار سے ہے کہ خود اسی نے ان کتابوں کے ہمراہ لوگوں کی تعلیم کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔

(۱) شوریٰ/۵۲، ۵۳ (۲) انبیاء/۷۳ (۳) توبہ/۳۳ (۴) بقرہ/۱۸۵ (۵) آل عمران/۳، ۴ (۶) بلد/۸، ۱۰ (۷) فصلت/۱۷

انشاء ا..... آئندہ بحث میں انسان کی ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی کیفیت تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

ب: انسان اور ہدایت یا گمراہی کا انتخاب

قرآنی آیات میں غور وخوض کرنے سے ہم درک کرتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ انبیاء کے مبعوث ہونے اور آسمانی کتاب کے نازل ہونے کے بعد دو گروہ میں تقسیم ہوئے ہیں: ایک گروہ ہدایت کو گمراہی پر ترجیح دیتا ہے اور اس کا انتخاب کرتا ہے اور دوسرا گروہ ضلالت و گمراہی کو ہدایت پر ترجیح و فوقیت دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل آیات پر توجہ فرمائیں:

۱۔ ﴿اِنّما أمرت أن اعبد ربّ هذه البلدة (...... و أن أتلوا القرآن فمَن أهتدیٰ فإنّما يهتدي لنفسه و مَن ضلَّ فقل اِنّما أنا من المنذرين﴾ (۱)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے ربّ کی عبادت کروں......اور قرآن کی تلاوت کروں لہٰذا جس نے ہدایت پائی اسنے اپنے فائدہ میں ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اس سے کہو ہم تو صرف ڈرانے والے ہیں۔

۲۔ ﴿قل يا أيّها الناس قد جاء کم الحقّ من ربّکم فمَن اهتدیٰ فإنّما يهتدي لنفسه و مَن ضلَّ فإنّما يضلُّ عليها و ما أنا عليكم بوكيلٍ﴾ (۲)

کہو: اے لوگو! تمہارے ربّ کی جانب سے حق تمہاری طرف آچکا ہے، لہٰذا جو ہدایت پائے وہ اپنے نفع میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے تنہا اپنے ضرر میں گمراہ ہوا ہے اور میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔

۳۔ ﴿مَن اهتدیٰ فإنّما يهتدی لنفسه و مَن ضلَّ فإنّما يضلّ عليها و لا تزر وازرة وزر أخریٰ و ما كنّا معذّبين حتیٰ نبعث رسولاً﴾ (۳)

جو ہدایت پائے وہ اپنے فائدہ میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے اپنے ضرر اور نقصان میں گمراہ ہوا ہے اور کوئی بھی کسی دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک کسی کو معذب نہیں کرتے جب تک کہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کردیں۔

---

(۱) نمل ۹۱، ۹۲ (۲) یونس ۱۰۸

(۳) اسراء ۱۵

ہدایت طلب انسان اور اللہ کی امداد (توفیق)

خداوند عالم سورۂ مریم میں ہدایت طلب انسان کی ہدایت خواہی کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿و یزید اللہ الذین اھتدوا ھُدیً﴾(۱)

اور وہ لوگ جو راہ ہدایت گامزن ہیں خدا ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

سورۂ محمد میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿والذین اھتدوا زادھم ھدیً و اٰتاھم تقواھم﴾(۲)

وہ لوگ جو ہدایت یافتہ ہیں، خداوند عالم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اور انھیں روح تقوی عطا کی۔

جو لوگ اللہ کے رسولوں کی آمد کے بعد ہدایت کا انتخاب کرتے ہوئے راہ خدا میں مجاہدت کرتے ہیں وہ لوگ توفیق الٰہی کے سزاوار ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع کیا، ان کی گمراہی یقینی ہے۔

خدا دونوں گروہ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبُلنا واِنّ اللہ لمع المُحسنینَ﴾ (۳)

جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں یقیناً ہم انھیں اپنی راہوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خداوند عالم نیکوکاروں کے ہمراہ ہے۔

۲۔﴿ولقد بعثنا فی کل اُمۃٍ رسولاً ان اُعبدوا اللہ و اُجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ و منھم من حقت علیہ الضلالۃ فسیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ ان تحرص علی ھداھم فان اللہ لا یھدی من یضلُّ و مالھم من ناصرین﴾(٤)

ہم نے ہر امت کے درمیان ایک رسول مبعوث کیا تا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے دوری اختیار کرو! بعض کی خدا نے ہدایت کی اور بعض کی گمراہی ثابت ہوئی لہٰذا روئے زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ اگر ان کی ہدایت پر اصرار کرو گے تو (جان لو کہ) خدا جسے گمراہ کر دے

---

(۱) مریم/۷۶ (۲) محمد/۱۷ (۳) عنکبوت/۶۹ (۴) نحل/۳۶، ۳۷

کبھی اس کی ہدایت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔

۳۔ ﴿فریقاً هدیٰ و فریقاً حقّ علیهم الضلالة إنّهم اتّخذوا الشیاطین أولیاء من دون الله و یحسبون أنّهم مهتدون﴾ (۱)

خدا نے بعض گروہ کی ہدایت کی اور بعض گروہ کی گمراہی ان پر مسلط اور ثابت ہوگئی ہے کہ ان لوگوں نے شیاطین کو خدا کی جگہ اپنا ولی قرار دیا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس طرح کی ہدایت ''مشیت الٰہی'' کے ساتھ ہدایت ہے اسکی شرح آگے بیان کی جارہی ہے۔

ج: ہدایت یعنی مشیت الٰہی سے ایمان و عمل کی توفیق

ہدایت؛ ایمان و عمل میں مشیت الٰہی کے اشارے پر توفیق الٰہی کے معنی میں پر سورہ بقرہ، نور اور یونس کی درج ذیل آیات میں اس طرح وارد ہوئی ہے:

﴿والله یهدی من یشاء إلیٰ صراط مستقیم﴾ (۲)

خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

سورۂ انعام میں آیا ہے:

﴿من یشأ الله یضلله و من یشأ یجعله علی صراط مستقیم﴾ (۳)

خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر قرار دیتا ہے۔

سورۂ قصص میں آیا ہے:

﴿إنّك لا تهدی مَن أحببت و لکنّ الله یهدی مَن یشاء و هو أعلم بالمهتدین﴾ (۴)

جسے تم چاہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے لیکن خدا جسے چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے زیادہ آگاہ ہے۔

کلمات کی تشریح

۱۔ ''صراط مستقیم'': صراط، آشکار اور واضح راستہ، مستقیم ایسا سیدھا جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

---

(۱) اعراف/۳۰ (۲) بقرہ/۱۴۲، ۲۱۳؛ نور/۴۶؛ یونس/۲۵ (۳) انعام/۳۹ (۴) قصص/۵۶.

دین کے صراط مستقیم کو خداوند سبحان نے سورۂ حمد میں اس طرح بیان کیا ہے:

﴿صراط الذین أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و لاالضّا لین﴾(۱)

ان لوگوں کی واضح اور آشکار راہ جنھیں تو نے نعمت دی ہے، نہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنا غضب نازل کیا ہے اور نہ ہی گمراہوں کی۔

خداوند عالم نے سورۂ مریم میں جن لوگوں پر اپنی نعمت نازل کی ہے ان کو بیان کیا ہے اور زکریا، یحییٰ، مریم اور عیسیٰ علیہم السلام کی داستان نقل کرنے کے بعد فرماتا ہے: **و اذکر فی الکتاب ابراهیم** ...... اس کتاب (قرآن) میں ابراہیم کو یاد کرو...... **واذکر فی الکتاب موسیٰ**...... اس کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو...... **واذکر فی الکتاب اسماعیل** ...... اس کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو...... **اذکر فی الکتاب ادریس**...... اس کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

﴿أولآء ك الذین أنعم الله علیهم من النّبیّین من ذرّیة آدم)(و ممّن هدینا و اجتبینا إذا تتلی علیهم آیات الرحمن خرّوا سجّداً و بکیاً﴾(۲)

یہ وہ انبیاء ہیں آدم کی ذریت سے، جن پر خداوند سبحان نے نعمت نازل کی ہے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے ہدایت کی اور انتخاب کیا جب ان پر آیات الٰہی کی تلاوت ہوتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے اور اشک بہاتے ہوئے خاک پر گر پڑتے ہیں۔

ان لوگوں کی صراط اور راہ دین اسلام ہے اور ان کی سیرت اور روشِ زندگی اس پر عمل، وہی جس کی لوگوں کو وہ دعوت دیتے تھے۔

۲۔ "**مغضوب علیهم**": جن لوگوں پر غضب نازل ہوا، اس کی مصداق صرف قوم یہود تھی جس کا خداوند متعال نے سورۂ بقرہ میں تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وضربت علیهم الذلّة و المسکنة و باء وا بغضبٍ مِن الله ذلك بأ نّهم کانوا یکفرون بآ یات الله و یقتلون النّبیّین بغیر الحقّ ذلك بما عصوا و کانوا یعتدون﴾(۳)

ان کے لئے ذلت وخواری، رسوائی اور بیچارگی معین ہوئی اور خدا کے غیظ وغضب کے مستحق قرار

(۱) سورہ فاتحہ/۷ (۲) مریم/۵۸ (۳) سورہ بقرہ/۶۱.

پائے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناروا قتل کرتے تھے اور یہ ان کی نافرمانی اور تجاوز کی وجہ سے تھا۔

انھیں تعبیرات کے مانند ان کے بارے میں سورۂ آل عمران (آیت:۱۱۲) میں بھی آیا ہے۔

۳. "ولا الضالین": ضالین؛ گمراہ افراد، وہ تمام لوگ جو اسلام سے منحرف اور روگرداں ہیں، جیسا کہ سورۂ آل عمران کی ۸۵-۹۰ویں آیت میں صراحت کے ساتھ فرماتا ہے:

﴿و مَن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه) (و أولئك هم الضّالّون﴾

جو بھی دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا انتخاب کرے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا......وہی گمراہ لوگ ہیں۔

۴. "یهدی": ہدایت کرتا ہے، اس کی شرح "ربّ العالمین" کی بحث میں ملاحظہ کیجیے۔

چہارم: اللہ کی مشیت عذاب اور رحمت میں

عذاب ورحمت کے سلسلہ میں مشیت الٰہی کا بیان قرآن کریم میں چند مقامات پر منجملہ ان کے سورہ اعراف میں ہوا ہے، خداوند عالم موسیٰؑ کی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿و اکتب لنا فی ھذہ الدّنیا حسنۃ و فی الٰاخرۃ اِنّا ھد نا اِلیك قال عذابِی اصیب بہ مَن أشاء و رحمتی وسعت کل شیءٍ فسأ کتبھا للذین یتّقون و یؤ تون الزّکاۃ و الذین ھم بآ یا تنا یؤ منون۔ الذین یتّبعون الر سول النّبی الأ مي الذی یجد ونہ مکتوباً عند ھم فی التوراۃ و الٰانجیل یأ مر ھم با لمعروف و ینھا ھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم اِصر ھم و الأغلا ل التي کانت علیھم فالذ ین آمنوا بہ و عزّروہ ونصروہ و اتبعوا النور الذِی أنزل معہ أ ولئك ھم المفلحون﴾(۱)

(موسیٰ نے کہا:) اور ہمارے لئے اس دنیا اور آخرت میں نیکی معین کردے ہم تیری طرف لوٹ چکے ہیں، فرمایا: اپنا عذاب جس تک چاہوں گا پہنچادوں گا اور میری رحمت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں مقرر کروں گا، وہ لوگ اس پیغمبرؐ اور نبی امی کا اتباع کرتے ہیں ایسا پیغمبر جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور منکر (برائی) سے روکتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور سنگین اور وزنی بار (بوجھ) نیز وہ زنجیریں جس میں وہ جکڑے ہوئے تھے انھیں ان سے آزاد کرتا ہے، پس، جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت وتوقیر کی اور اس کی نصرت فرمائی اور اس نور کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

---

(۱) اعراف/ ۱۵۶، ۱۵۷

سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے:

﴿اِقترب للناس حسابهم و هم فی غفلةٍ معرضون)(ما یأتیهم من ذکرٍ من ربهم محدث اِلّا استمعوه و هم یلعبون)(لا هیة قلو بهم و أسرّ وا النّجوىٰ الذین ظلموا هل هذا اِلّا بشر مثلکم أفتا تون السحر و أنتم تبصرون)(قال ربّي یعلم القول فی السماء و الأرض و هو السمیع العلیم)(بل قالو ا أضغاث أحلامٍ بل افتراه بل هو شاعر فلیا تنا بآیةٍ کما أرسل الأوّلون)(ما آمنت قبلهم من قریةٍ أهلکنا ها أفهُم یؤمنون)(و ما أر سلنا قبلك اَلّا ر جالاً نو حي اِلیهم فسئلوا أهل الذّکر أن کنتم لاتعلمون)(وما جعلنا هم جسداً لا یأ کلون الطعام و ما کانوا خالد ین)(ثّم صد قنا هم الو عد فأ نجینا هم و مَن نشاءُ و أهلکنا المسر فین)(لقد انزلنا اِلیکم کتا باً فیه ذکر کم أفلا تعقلون﴾(۱)

لوگوں کا یوم حساب ان سے نزدیک ہو گیا اور وہ لوگ اسی طرح غفلت اور بے خبری کے عالم میں پڑے منحرف اور روگرداں ہیں، جب بھی ان کے ربّ کی جانب سے ان کے لئے کوئی نئی یاددہانی ان کے پاس آتی ہے تو اسے سنکر کھلواڑ بناتے اور استہزاء کرتے ہیں، ان کے دل لہوولعب اور بے خبری میں مشغول ہیں اور ظالموں نے سرگوشی میں کہا: کیا یہ تمھارے جیسے انسان کے علاوہ کچھ اور ہے؟ کیا دیکھنے کے باوجود سحر و جادو کے پیچھے دوڑتے ہو؟ پیغمبرؑ نے کہا: میرا رب زمین و آسمان کی تمام گفتگو کو جانتا ہے وہ سننے والا اور دانا ہے، بلکہ ان لوگوں نے کہا: (یہ سب وحی نہیں ہے) بلکہ یہ سب خواب پریشان کا مجموعہ ہے، یا خدا کی طرف اس کی جھوٹی نسبت دی گئی ہے، نہیں بلکہ وہ ایک شاعر ہے! اسے ہمارے لئے کوئی معجزہ پیش کرنا چاہیے جس طرح گزشتہ انبیاء بھیجے گئے تھے، ان سے پہلے کی آبادیوں میں سے جن کو ہم نے نابود کر دیا ہے کوئی بھی ایمان نہیں لایا آیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟ ہم نے تم سے پہلے، جز ان مردوں کے جن پر ہم نے وحی کی کسی کو نہیں بھیجا، پس تم لوگ اگر نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کر لو۔ ہم نے پیغمبروں کو ایسے اجسام میں قرار نہیں دیا، جنہیں غذا کی ضرورت نہ ہو، وہ لوگ عمر جاوداں بھی نہیں رکھتے تھے! پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پس ان کو اور جنھیں ہم نے چاہا نجات دی اور زیادتی کرنے والوں کو ہلاک کر ڈالا، ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی جس میں تمہاری یادآوری اور بلندی کا سرمایہ ہے کیا تم درک نہیں کرتے؟

(۱) انبیاء/۱۔۱۰

سورۂ اسراء میں فرمایا :

﴿من کان یرید العاجلة عجّلنا له فیها ما نشاء لمن نرید ثمّ جعلنا له جهنم یصلاها مذموماً مدحوراً) و من اراد الآخرة و سعی لها سعیها و هو مؤمن فاولائك كان سعیهم مشكوراً) كلا نمد هو لاء هولاءِ من عطاء ربّك و ما كان عطاءُ ربك محظوراً﴾ (۱)

جو شخص زود گزر دنیا کی زندگی چاہے، تو ہم جو چاہیں گے جسے چاہیں گے اس دنیا میں اسے دیدیں گے ، پھر جہنم اس کے لئے معین کریں گے تا کہ مردود بارگاہ اور راندہ درگاہ ہو کر اس کا جزء لازم ہو جائے اور جو کوئی آخرت کا طلب گار ہو اور اس کے لئے کوشاں رہے، درانحالیکہ مومن ہو، اس کی کوشش و تلاش کی جزا دی جائے گی ، ان دو گروہوں میں سے ہر ایک گروہ کی امداد کریں گے ، یہ تمہارے پروردگار کی عطا ہے اور تمہارے رب کی عطا کسی پر بند نہیں ہے۔

سورۂ انسان میں فرماتا ہے:

﴿انّ هٰولاءِ یُحبّون العاجلة و یذرون وراءهم یوماً ثقیلاً ...... انّ هذه تذكرة فمن شاءَ اتّخذ الیٰ ربّه سبیلاً ۔ و ما تشاءون إلّا أن یشاء اللّٰه إنّ اللّٰه كان علیماً حكیماً ۔ یدخل من یشاء فی رحمته والظالمین أعدّ لهم عذاباً ألیماً﴾ (۲)

یہ لوگ دنیا کی زود گزر زندگی چاہتے ہیں اور سخت دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ ایک یاد آوری ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف ایک راہ انتخاب کرے اور تم لوگ وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے، خدا دانا اور حکیم ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور اس نے ستمگروں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ یہ ''رب العالمین'' کے ''ارادہ'' اور ''مشیت'' کے معنی تھے، خداوند متعال کے جملہ صفات میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کو چاہتا ہے ''محو یا اثبات'' کرتا ہے اس کے معنی انشاء اللہ آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

---

(۱) اسراء ۱۸ تا ۲۰ ۔ (۲) انسان ۲۷ تا ۳۱۔

﴿۶﴾

بدا یا محو واثبات

الف:۔ بداء کے معنی

ب:۔ بداء؛ اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

ج:۔ بداء؛ قرآن کریم کی روشنی میں

د:۔ بداء سے متعلق مکتب خلفاء کی روایات

ھ:۔ بداء کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کی روایات

بداء یا محو و اثبات

اوّل: بداء کے لغوی معنی

بداء کے لغت میں دو معنی ہیں:

۱۔ "بَدَا الْاَمْرُ بُدُوًّا و بَدَاءً": یعنی یہ موضوع واضح و آشکار ہوا، لہٰذا بداء کے ایک معنی آشکار اور واضح ہونے کے ہیں۔

۲۔ "بَدَا لَهُ فِي الْاَمْرِ كَذَا": اس موضوع میں اس کے لئے ایسی رائے پیدا ہوئی، ایک نیا نظریہ ظاہر ہوا۔

دوم: اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں بداء کے معنی

اسلامی عقائد کے علماء نے کہا ہے: بداء خداوند عالم کے بارے میں کسی ایسی چیز کا آشکار کرنا ہے، جو بندوں پر مخفی ہو لیکن اس کا ظہور ان کے لئے ایک نئی بات ہو، اس بنا پر، جن لوگوں کا خیال ہے کہ بداء سے مراد خدا کے بارے میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے بھی مخلوقات کی طرح ایک نیا خیال اور ایک نئی رائے (اس کے علاوہ جو بداء سے پہلے تھی) پیدا ہوئی تو، وہ حد درجہ غلط فہمی کا شکار ہیں، سچ مچ خداوند عالم اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے جو وہ خیال کرتے ہیں۔

سوم: بداء قرآن کریم کی روشنی میں

الف: خداوند متعال سورہ رعد کی ۷ ویں اور ۲۷ ویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿و یقول الذین کفروا لولا أنزل علیه آیة من ربه﴾

اور جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ کہتے ہیں: کیوں (ہماری پسند سے) کوئی آیت یا معجزہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل نہیں ہوا؟

ب: پھر اسی سورہ کی ۳۸ ویں تا ۴۰ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و ما کان لرسولٍ اِن یأتی بایة اِلّا بِأذن اللہ لکلّ أجل کتاب﴾ (یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب) (و اِن ما نرینّك بعض الذی نعد ھم أو نتو فینّك فاِنما علیك البلاغ و علینا الحساب﴾

کسی پیغمبر کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ اذن خداوندی کے بغیر کوئی آیت یا معجزہ پیش کردے ہر مدت اور زمانہ کے لئے ایک سرنوشت (نوشتہ مقرر) ہے، خدا جسے چاہتا ہے محو و نابود کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی جگہ پر ثابت اور باقی رکھتا ہے اور ام الکتاب (لوح محفوظ) اس کے پاس ہے، اگر اس کا کچھ حصہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں دکھادیں یا تمھیں (وقت معین سے قبل) موت دیدیں، بہر صورت جو کچھ تمہاری ذمہ داری ہے وہ تبلیغ و پیغام رسانی ہے اور (ان کا) حساب ہم پر ہے۔

کلمات کی تشریح

ا۔ ''آیة'': آیت؛ لغت میں واضح و آشکار نشانی اور علامت کو کہتے ہیں جیسا کہ اس شاعر نے کہا ہے:

وفی کلّ شیءٍ لہ آیة :: تد ل علیٰ انّہ واحد

اور ہر چیز میں اس کے وجود کی واضح و آشکار نشانی ہے جو اس کے واحد اور یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

انبیاء کے معجزات کو آیت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے صدق کی علامت اور قدرت الٰہی پر ایک دلیل ہے، وہی پروردگار جس نے اس طرح کے معجزات پیش کرنے کی انہیں طاقت دی ہے جیسے موسیٰ کا عصا اور جناب صالح کا ناقہ، جیسا کہ سورۂ شعرا کی ۶۷ ویں اور اعراف کی ۷۳ ویں آیات میں بیان ہوا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے انواع عذاب کو جسے خداوند سبحان نے کافر امتوں پر نازل کیا آیت کا نام دیا ہے، جیسا کہ سورۂ شعراء میں قوم نوح کے متعلق فرماتا ہے:

﴿ثمّ أغرقنا بعد الباقین، اِنّ فی ذلك لآیة﴾ (۱)

---

(۱) شعراء، ۱۲۰، ۱۲۱

پھر ہم نے باقی رہ جانے والوں کو غرق کر دیا یقیناً اس میں علامت اور نشانی ہے۔

اور قوم ہود کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فکذّبوہ فاھلکناھم انّ فی ذالك لآیۃ﴾(۱)

ان لوگوں نے اپنے پیغمبر (ہود) کی تکذیب کی، ہم نے بھی انھیں نابود کر دیا، بیشک اس میں (عقلمندوں کے لئے) ایک آیت اور نشانی ہے۔

اور سورۂ اعراف میں قوم فرعون کے بارے میں ارشاد ہوا:

﴿فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضّفادع والدّم آیاتٍ مفصّلات﴾ (۲)

پھر ہم نے طوفان، ٹڈیاں، جوں، مینڈھک، کھٹمل اور خون کی صورت میں ان پر عذاب نازل کیا کہ ہر ایک جدا جدا آیات اور نشانیاں تھیں۔

۲۔ "اجل": محدود مدت، وقت، زمانہ، سرانجام، خاتمہ، انتہا۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں کی اجل آگئی یعنی مر گیا اور اس کی مدت حیات تمام ہوگئی اور یہ جو کہا جاتا ہے: اس کے لئے ایک اجل (مدت) معین کی گئی ہے، یعنی اس کے لئے ایک محدود وقت قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ "کتاب": کتاب کے مختلف اور متعدد معانی ہیں، لیکن یہاں پر اس سے مراد لکھی ہوئی مقدار یا معین و مشخص مقدار ہے، جیسے "لکلّ أجل کتاب" کے معنی، جو آیت میں مذکور ہیں، یہ ہیں کہ معجزہ پیش کرنے کا زمانہ پیغمبر کے ذریعہ پہلے سے معین ہے، یعنی ہر ایک زمانہ کی ایک معین سرنوشت ہے۔

۴۔ "یمحو": محو کرتا ہے، زائل کرتا ہے، مٹاتا ہے، محو لغت میں باطل کرنے اور نابود کرنے کے معنی میں ہے، جیسا کہ خداوند عالم سورۂ اسراء کی ۱۲ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النھار مبصرۃ﴾

پھر ہم نے شب کی علامت کو مٹا دیا اور دن کی علامت کو روشنی بخش قرار دیا۔

اور سورۂ شوریٰ کی ۲۴ ویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿ویمح اللّٰہ الباطل و یحق الحق بکلماتہ﴾

---

(۱) شعراء/۱۳۹ (۲) اعراف/۱۳۳

خداوند عالم باطل کو محو و نابود اور حق کو اپنے فرمان سے ثابت و استوار رکھتا ہے، یعنی باطل کے آثار کو مٹا دیتا ہے۔

آیات کی تفسیر

خداوند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے: کفار قریش نے رسول خداؐ سے درخواست کی کہ ان کے لئے معجزات پیش کریں خداوند عالم نے ان کی نوع درخواست کو بھی سورۂ اسراء میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿و قالوا لن نؤمن لك حتیٰ تفجر لنا من الأرض ینبوعاً)(أو تُسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً أو تأتی باللّٰہ و الملا ئکة قبیلاً﴾(۱)

اور انھوں نے کہا: ہم اس وقت تک ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم اس سرزمین سے جوش مارتا چشمہ نہ جاری کردو...... یا آسمان کے ٹکڑے (جیسا کہ خیال کرتے ہو) ہمارے سر پر نازل کردو، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر لے آؤ۔

سورۂ رعد کی ۳۸ ویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿و ما کان لرسولٍ أن یأتی بآیة﴾

کوئی پیغمبر حق نہیں رکھتا کہ جو معجزہ اس سے طلب کیا گیا ہے پیش کرے ''الا بـاذن اللہ'' مگر خدا کے اذن سے، کیونکہ ہر کام کے لئے جو مکتوب الٰہی میں مقدر ہے ایک خاص وقت اور زمانہ ہوتا ہے۔

خداوند عالم بعد کی آیت میں بغیر فاصلہ کے، نوشتہ تقدیر کے استثناء کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: (**یمحو اللہ ما یشاء**) خدا جو چاہتا ہے محو کردیتا ہے، یعنی خدا کا ہاتھ بندھا ہوا (مجبور) نہیں ہے وہ جب چاہے رزق، اجل، سعادت اور شقاوت اس مکتوب مقدر (نوشتۂ تقدیر) میں بدل دیتا ہے، ''و یثبت ما یشاء'' اور (مکتوبات میں سے) جس کو چاہتا ہے ثابت اور باقی رکھتا ہے، کیونکہ '' وعنده أمّ الكتاب'' ، اصل کتاب تقدیر و سرنوشت یعنی ''لوح محفوظ'' جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر نہیں ہے وہ خدا کے پاس ہے۔

اسی وجہ سے اس کے بعد فرماتا ہے:

﴿وان ما نرینّك بعض الذی نعد هم﴾

---

(۱) اسراء/ ۹۰، ۹۲

اور اگر کچھ ایسے عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں (زمان حیات میں) دکھا دیں ''او نتوفینك'' یا تمھیں (اس سے پہلے) موت دے دیں ''فانما علیك البلا غ'' ہر حال میں تم صرف ابلاغ کرنے والے ہو اور بس۔

اس آیت کی تفسیر میں طبری، قرطبی اور ابن کثیر نے ایک روایت ذکر کی ہے جو ہمارے مدعیٰ کی تائید کرتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: دوسرے خلیفہ عمر ابن خطاب نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہا:

"اللّٰھمّ اِن کنت کتبتني فِي أهل السعادة فا ثبتني فیها و اِن کنت کتبتني فی أهل الشقا وة و الذنب فا محني و اثبتني فِي أهل السعادة و المغفرة فاِنّك تمحو ما تشاء و تثبت وعندك أمّ الکتاب"

خدایا! اگر تو نے مجھے سعادت مندوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان مجھے استوار کر دے اور اگر بدبختوں کے زمرہ میں مجھے قرار دیا ہے تو اشقیاء کی صف سے نکال کر سعیدوں کی صف میں شامل کر دے کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت اور قائم رکھتا ہے اور اصل کتاب تیرے پاس ہے۔

''ابی وائل'' کا قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بارہا کہتا تھا:

"اللّٰھمّ اِن کنت کتبتنا أشقیاء فا مح وا کتبنا سعداء،واِن کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فاِ نك تمحو ما تشاء و تثبت و عندك أمّ الکتاب"

خدایا! اگر تو نے ہمیں بدبختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان سے ہمارا نام مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں درج کر دے اور اگر نیک بختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو اس پر ہمیں ثابت رکھ کیونکہ تو جو چاہے محو کر دے اور جو چاہے ثابت اور باقی رکھے اور اصلی کتاب تیرے ہی پاس ہے۔(۱)

بحار الانوار میں مذکور ہے:

﴿و اِن کنت من الأ شقیاء فا محني من الأ شقیاء وا کتبني من السعداء فأنّك قلت فِی کتا بك المنزّل علیٰ نبیك صلوا تك علیه و آله یمحو اللّٰه ما یشاء و یثبت و عنده أم الکتاب﴾(۲)

---

(۱) دونوں ہی حدیث طبری نے آیت کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کی ہے، ابو وائل شقیق ابن سلمہ کوفی ہے، اس کے حالات زندگی تھذیب التھذیب، ج۱۰،ص ۳۵۴ پر اس طرح ہیں: وہ ثقہ ہے اور مخضرم: (جاہلیت اور اسلام) دونوں ہی کو درک کیا) ہے صحابہ اور تابعین کے زمانے میں موجود تھا اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانے میں سو سال کی زندگی میں دار فانی کو وداع کیا۔

(۲) بحار الانوار ج ۹۸،ص ۱۶۲

اور اگر میں بدبخت اور شقی ہوں تو ان کے زمرہ سے مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں شامل کر دے، کیونکہ تو نے ہی اپنی اس کتاب میں جسے تو نے اپنے پیغمبرؐ پر نازل کی ہے فرمایا ہے: خدا جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے محو اور زائل کر دیتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

قرطبی نے بھی اس روایت کے ذیل میں جو اس نے صحیح بخاری اور مسلم سے نقل کی ہے، اس معنی پر استدلال کیا ہے۔

روایت کہتی ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

"من سرّه أن يبسط له في رزقه و يُنسأ له في أثر ه (اجله) فليصل رَحِمَه"(۱)

جو شخص وسعت رزق اور عمر کی زیادتی سے خوشنود و شاد ہونا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے اقرباء و اعزاء کے ساتھ نیکی کرے۔

ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی سائل نے یہ سوال کیا: عمر اور اجل میں کس طرح زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: خداوند عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿هو الذي خلقكم من طينٍ ثُمّ قضىٰ أجلاً و أجل مسمّى عنده﴾

وہ ذات جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا پھر ایک مدت معین کی، لیکن یقینی اجل (مدت) اسی کے پاس ہے۔(۲)

ابن عباس نے کہا: آیت میں پہلی اجل (موت) بندہ کی اجل ہے پیدائش سے موت تک اور دوسری اجل یعنی جو خدا کے پاس ہے۔ موت کے بعد سے قیامت تک ہے جو کہ برزخ میں گزارتا ہے اور کوئی خدا کے علاوہ اسے نہیں جانتا، اگر کوئی بندہ خدا سے خوف کھائے اور "صلہ رحم" بجالائے تو خدا اس کی برزخی عمر کو کم کرتا ہے اور پہلی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر نافرمانی کرے اور قطع رحم (رشتہ داری ختم کرے) کرے تو خدا اس کی دنیاوی عمر کم کر کے برزخی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے۔،،(۳)

ابن کثیر نے اس استدلال میں اضافہ کرتے ہوئے ایک بات کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: یہ بات اس روایت سے جو احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے ہم آہنگ ہے، ان لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ رسول

---

(۱) صحیح بخاری، ج ۳، ص ۳۴ کتاب الادب، باب ۱۲، ۱۳، اور صحیح مسلم، ص ۱۹۸۲، حدیث ۲۱۳۰، صلہ رحم کے باب سے اور مسند احمد، ج ۳، ص ۲۴۷، ۲۶۶ ج ۵، ص ۷۶ . (۲) انعام/۲. (۳) تفسیر قرطبی، ج ۹، ص ۳۲۹، ۳۳۱.

خدا نے فرمایا:

﴿اِنّ الرجل لیحرم الرزق با لذنب یصیبه و لا یردّ القدر اِلّا الد عاء و لا یز ید فی العمر اِلّا البرّ﴾(۱)

انسان کبھی گناہ کے باعث روزی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس بلا و سر نوشت کو دعا کے علاوہ کوئی اور چیز ٹال نہیں سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز اس کی عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

"انّ الدعاء و القضاء لیعتلجان بین السماء و ألارض"(۲)

دعا اور سر نوشت آسمان و زمین کے مابین آپس میں مبارزہ کرتی ہیں۔

جو ہم نے ذکر کیا ہے اس آیت کے معنی کے ذیل میں بیان کئے گئے رخوں میں سے ایک تھا، دیگر وجوہات بھی آیت کے معنی کے ذیل میں لوگوں نے بیان کی ہیں، جیسے یہ بات: ''محو و اثبات'' سے مراد آیت میں کسی حکم کا محو کرنا اور دوسرے حکم کا اثبات ہے، یعنی احکام شریعت کا نسخ کرنا اور زیادہ صحیح اور درست یہ ہے کہ ہم کہیں: مقصود آیت سب کو شامل ہے، جیسا کہ قرطبی نے بھی اسی نظریہ کو انتخاب کرتے ہوئے کہا ہے:

''......یہ آیت عام ہے اور ہر چیز کو شامل ہے اور یہ اظہر ہے اور خدا زیادہ جاننے والا ہے''(۳)

طبری اور سیوطی نے ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت:

﴿یمحو اللّٰه ما یشا ء ویثبت و عنده ام الکتاب﴾

کے سلسلہ میں کہا ہے کہ خدا ہر سال کے امور کو شب قدر میں معین فرماتا ہے سوائے نیک بختی اور بد بختی کے...(۴)

ب:۔ خداوند سبحان سورۂ یونس میں فرماتا ہے:

﴿فلو لا کانت قر یة آمنت فنفعها اِیما نها اِلّاقوم یونس لمّا آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزیِ فی الحیٰوة الدُّ نیا و متّعنا هم اِلیٰ حینٍ﴾(۵)

کیوں شہر و آبادی کے لوگوں میں کسی نے ایمان قبول نہیں کیا تا کہ انھیں ان کا ایمان فائدہ پہنچائے جز یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی، تو دنیاوی زندگی میں ذلت و خواری کا عذاب ان سے ہٹا لیا اور ایک

---

(۱) مقدمہ سنن ابن ماجہ، باب ۱۰، حدیث ۹۰. (۲) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۱۹. (۳) تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۲۹. (۵) تفسیر طبری، ج ۱۳، ص ۱۱۱ و تفسیر سیوطی، ج ۴، ص ۶۵ عبارت طبری کی ہے۔

مدت تک انھیں فیضیاب کیا۔

کلمات کی تشریح

۱۔ ''کشفنا'': ہم نے زائل کیا، مٹادیا اور اٹھالیا۔

۲۔ ''خزی'': خواری، ذلت ورسوائی۔

۳۔ ''حین'': نامعلوم وقت اور زمانہ جس کی کمی وزیادتی معلوم اور معین نہیں ہے۔

آیت کی تفسیر

تفسیر طبری، قرطبی اور مجمع البیان میں مذکور داستان کے مطابق حضرت یونسؑ کی داستان کا خلاصہ یوں ہے:

یونسؑ کی قوم موصل کی سرزمین نینوا میں زندگی گزار رہی تھی اور بتوں کی پوجا کرتی تھی، خداوند عالم نے یونس کو ان کی طرف بھیجا تا کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں اور بت پرستی سے روکیں، انھوں نے انکار کیا۔ ان میں سے دو آدمی ایک عابد اور ایک عالم نے حضرت یونسؑ کی پیروی کی، عابد نے حضرت یونس سے درخواست کی کہ اس قوم کے خلاف نفرین وبددعا کریں لیکن عالم نے انھیں منع کیا اور کہا: ان پر نفرین نہ کریں، کیونکہ خدا آپ کی دعا تو قبول کرلے گا لیکن اپنے بندوں کی ہلاکت پسند نہیں کرے گا! یونس نے عابد کی بات مان لی اور نفرین کردی، خدا نے فرمایا فلاں دن عذاب نازل ہوگا، یونس نے انھیں اس کی خبر دی، جب عذاب کا وقت قریب آگیا تو یونسؑ اس عابد کے ساتھ باہر نکل گئے لیکن وہ عالم ان کے درمیان موجود رہا، قوم یونسؑ نے اپنے آپ سے کہا: ہم نے اب تک یونس سے کوئی جھوٹ نہیں دیکھا، ہوشیار رہو اگر وہ آج رات تمہارے درمیان رہے تو پھر کوئی عذاب نہیں ہے لیکن اگر باہر نکل گئے تو یقین کرو کہ کل صبح تم پر عذاب آنا یقینی ہے، جب آدھی رات ہوئی تو یونسؑ ان کے درمیان سے اعلانیہ نکل گئے، جب ان لوگوں نے یہ جان لیا اور عذاب کے آثار مشاہدہ کئے اور اپنی ہلاکت کا یقین کرلیا تو اس عالم کے پاس گئے اس نے ان لوگوں سے کہا: خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرو وہ تم پر رحم کرے گا اور تم سے عذاب کو دور کردے گا بیابان کی طرف نکل جاؤ عورتوں بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کردو اور حیوانوں اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کردو پھر دعا کرو اور گریہ کرو۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا عورتوں بچوں اور چوپایوں کے ہمراہ صحرا کی طرف نکل پڑے، لباس پشمی پہنا اور

ایمان و توبہ کا اظہار کیا اور اپنی نیت کو خالص کیا اور تمام ماؤں کے خواہ (انسانوں کی ہوں یا حیوانات) کی اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کر دی پھر گریہ و زاری، نالہ و فریاد میں مشغول ہو گئے جب آوازیں غم و اندوہ میں ڈوب گئیں اور فریادیں گونج گئیں تو نالہ و اندوہ کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: خدایا جو کچھ یونس نے پیش کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے تو خدا نے انھیں بخش دیا اور ان کے گناہ معاف کر کے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے سروں پر سایہ فگن عذاب کو ان سے برطرف کر دیا...۔

خداوند عالم نے قوم یونسؑ سے عذاب کو اس طرح ان کے توبہ کرنے کے بعد برطرف کر دیا، ہاں، خدا جو چاہتا ہے محو کرتا یا اسے برقرار رکھتا ہے۔

ج: خداوند سبحان سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

﴿و واعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃً و اتممناھا بعشرٍ فتمّ میقات ربّہ اربعین لیلۃً﴾(۱)

اور ہم نے موسیٰ کے ساتھ ۳۰/رات کا وعدہ کیا اور اسے دیگر ۱۰/شب سے مکمل کیا یہاں تک ان کے رب کا وعدہ چالیس شب میں تمام ہو گیا۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔

﴿ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثمّ اتخذ تم العجل من بعدہ و انتم ظالمون﴾

اور جب ہم نے موسیٰ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا اور تم نے اس کے بعد جب کہ ظالم و ستمگر تھے، گوسالہ تیار کر لیا۔(۲)

چہارم: بداء مکتب خلفاء کی روایات میں

طیالسی، احمد، ابن سعد اور ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ طیالسی کی عبارت میں یوں ہے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم: انّ اللّٰہ اریٰ آدم ذریّتہ فرایٰ رجلاً ازھر ساطعاً نورہ، قال: یا ربّ من ھذا؟ قال: ھذا ابنک داود! قال: یا ربّ فما عمرہ؟ قال: ستوّن سنۃ! قال: یا ربّ زد فی عمرہ! قال: لا. اِلّا تزیدہ من عمرک! قال وما عمری؟ قال: ألف سنۃ! قال آدم! فقد وھبتُ لہ اربعین سنۃ من عمری...... فلمّاحضرہُ الموتُ و جاءَتہ الملائکۃُ قال: قد بقی من

(۱) اعراف/۱۴۲، (۲) بقرہ:۵۱۔

عمری أربعون سنة، قالُوا اِنّكَ قد وهبتهالد اود"

رسول خداؐ نے فرمایا: خداوند عالم نے آدمؑ کو ان کی نسل دکھائی، تو آدم نے ان کے درمیان ایک نورانی صورت مرد کو دیکھا، عرض کیا: خدایا: یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تمہارے فرزند داؤد ہیں! عرض کیا: خدایا! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال! آدم نے کہا:

پالنے والے! میرے اس فرزند کی عمر میں اضافہ فرما! ارشاد قدرت ہوا: نہیں، مگر یہ کہ تم خود اپنی عمر سے اس کی عمر میں اضافہ کردو، دریافت کیا: پالنے والے! میری عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ہزار سال، آدم نے کہا: میں نے اپنی عمر کے چالیس سال اسے بخش دیئے...... چنانچہ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے ان کے سرہانے آئے تو انھوں نے کہا: ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں! انھوں نے کہا: آپ نے خود ہی اسے داؤد کو بخش دیا ہے۔(۱)

یہ روایت اور اس کے علاوہ، ''صلہ رحم'' کے آثار کے بارے میں اور اس کے مانند ہم نے مکتب خلفاء کی روایات سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ سب "یمحوا الله ما یشاء و یثبت وعنده ام الکتاب" کے مصادیق میں سے ہے، ائمہ اہل بیتؑ نے ''محو و اثبات'' کو بداء کے نام سے ذکر کیا ہے کہ انشاء اللہ پانچویں حصہ میں اس کی تحقیق اور بررسی کریں گے۔

پنجم: بداء ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں

بحار میں حضرت امام جعفر صادق سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ما بعث الله عزّ وجل نبیاً حتیٰ یأخذ علیه ثلاث خصالٍ: الا قرارُ بالعبودية، و خلع الأنداد، و انّ الله يقدم ما يشاء و يؤخر ما يشاء"(۲)

خداوند عالم نے کسی پیغمبر کو اس وقت تک مبعوث نہیں کیا جب تک کہ اس سے تین چیزوں کا مطالبہ نہیں کیا: خدا کی بندگی کا اقرار، اس کے لئے ہر طرح کے شریک اور ہمتا کی نفی اور یہ کہ خدا جسے چاہے مقدم کردے

---

(۱) مسند طیالسی ص ۳۵۰ ح ۲۶۹۲؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۱، ۲۹۸، ۳۷۱؛ طبقات ابن سعد چاپ یورپ، ج ۱، پہلا حصہ ص ۷ تا ۹؛ سنن ترمذی، ج ۱۱ ص ۱۹۶، ۱۹۷؛ سورۂ اعراف کی تفسیر میں۔ اور علامہ مجلسی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس روایت کو بحار الانوار ج ۴ ص ۱۰۲، ۱۰۳ میں درج کیا ہے۔ (۲) بحار ج ۴ ص ۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق.

اور جسے چاہے موخر کردے۔

امام جعفر صادق نے اس معنی کو ایک دوسرے بیان میں لفظ "محو واثبات" کے ذریعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"ما بعث اللّٰہ نبیاً قط حتیٰ یأ خذ علیہ ثلا ثاً: الا قرارُ با لعبودیة ،و خلع الأ نداد، و انّ اللّٰہ یمحو ما یشاءُ و یثبت ما یشاءُ"(۱)

خداوند عالم نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس سے تین چیزوں کا مطالبہ کیا: خدا کی عبودیت کا اقرار، خدا کے لئے کسی کو شریک اور ہمتا قرار نہ دینا اور یہ کہ جو چاہے محو کردے اور جو چاہے باقی رکھے۔

ایک تیسری روایت میں (محو واثبات) کو بداء کا نام دیا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:

"ما تنبّأنبیٌ قط حتیٰ یُقِرّللہ تعا لیٰ...... با لبداء......"(۲)

کسی پیغمبر نے کبھی پیغمبری کا لباس نہیں پہنا مگر یہ کہ خداوند متعال کے لئے ان امور کا اعتراف کیا ہو...... انھی اعترافات میں بداء کا اعتراف ہے۔

امام رضاؑ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"ما بعث نبیا قط اِلّا بتحریم الخمر و اَن یقرّ لہ با لبداء"(۳)

خداوند متعال نے کبھی کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ شراب کی حرمت کے ساتھ اور یہ کہ بداء (محو اثبات) کا خدا کے حق میں اعتراف کرے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے محو واثبات کے زمانہ کی بھی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

"اِذا کان لیلة القدر نزلت الملا ئکة و الرّوح و الکتبة الیٰ سماء الدُنیا فیکتبون ما یکون من قضاء اللّٰہ تعا لیٰ فی تلک السنة فإ ذا أراد اللّٰہ أن یُقدِّم شیئاً أو یؤ خرأو ینقص شیئاً أمر الملک أن یمحو ما یشا ءُ ثُمّ أثبت الذی أراد"

جب شب قدر ہوتی ہے تو فرشتے، روح اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں اور جو کچھ اس سال خداوند عالم نے مقرر فرمایا ہے اسے لکھتے ہیں، اگر کسی چیز کو خدا مقدم یا موخر یا کم کرنا چاہتا ہے

---

(۱) بحار ج ۴، ص ۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق (۲) بحار ج ۴، ص ۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق

(۳) بحار ج ۴، ص ۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق

تو مامور فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اسے اسی طرح جیسے چاہتا ہے محو و نابود کرے یا ثابت و برقرار رکھے۔(۱)

حضرت امام باقر علیہ السلام نے بھی ایک دوسرے بیان میں اس کی خبر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"تنزل فیها الملائکة و الکتبة إلی السماء فیکتبون ما هو کائن فی أمر السّنه و ما یصیب العباد فیها، قال: و أمر موقوف لله تعالیٰ فیه المشیئة یُقدم منه ما یشاءُ و یؤخر ما یشاءُ و هو قوله تعالیٰ: یمحو الله ما یشاء ویثبتُ وعنده أم الکتاب"(۲)

شب قدر میں فرشتے اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف آتے ہیں اور جو کچھ اس سال ہونے والا ہے اور جو کچھ اس سال بندہ کو پہنچنے والا ہے، سب کچھ لکھ لیتے ہیں، فرمایا: اور کچھ ایسے امور ہیں جن کا تعلق مشیت خداوندی سے ہے جسے چاہے مقدم کردے اور جسے چاہے موخر کردے، یہی خداوند متعال کے کلام کے معنی ہیں کہ فرماتا ہے:

﴿یمحوا الله ما یشاء و یثبت و عنده أم الکتاب﴾(۳)

حضرت امام باقر علیہ السلام نے دوسری حدیث میں اس آیت: ﴿**و لن یؤخر الله نفساً اذا جاء أجلها**﴾ (خداوند عالم جسکی موت کا وقت آگیا ہو اس کی موت کبھی تاخیر میں نہیں ڈالتا) کے ذیل میں فرمایا:

"جب موت آتی ہے اور آسمانی کاتبین اسے لکھ لیتے ہیں تو اس موت کو خداوند عالم تاخیر میں نہیں ڈالتا"۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار کے اسی باب میں اسی داستان کو جس میں آدمؑ نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد کو بخش دیے تھے، ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے مکتب خلفاء کی روایات میں ذکر کیا ہے:(۴)

بداء کے یہ معنی ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں تھے لیکن "بداء" کے یہ معنی کہ خدا کے لئے کوئی نئی اور جدید رائے کس کام میں ظاہر ہوتی ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتا تھا!! معاذ اللہ یہ نظریہ مکتب اہل بیتؑ میں مردود اور انکار شدہ ہے اور اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اہل بیتؑ کا نظریہ وہی ہے جسے علامہ مجلسیؒ نے امام صادقؑ سے ذکر کیا ہے کہ امام نے فرمایا:

"مَن زعم انّ الله عزّوجل یبد و له فی شیءٍ لم یعلمه أمس فأ بروا منه"(۵)

جو شخص خداوند متعال کے بارے میں کسی امر سے متعلق یہ خیال کرے کہ اس کے لئے نئی اور جدید رائے

(۱) بحار ج ۴، ص ۹۹ تفسیر علی بن ابراہیم سے نقل۔ (۲) بحار ج ۴، ص ۱۰۲، نقل از امالی شیخ مفید

(۳) بحار ج ۴، ص ۱۰۲، نقل از تفسیر علی بن ابراہیم (۴) بحار ج ۴، ص ۱۰۲، بہ نقل از علل الشرائع (۵) بحار ج ۴ ص ۱۱۱ بہ نقل از اکمال الدین۔

ظاہر ہوئی ہے جسے وہ اس سے قبل نہیں جانتا تھا تو ایسے لوگوں سے دوری اور بیزاری اختیار کرو۔

عقیدۂ بدا کا فائدہ

اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ بعض وہ انسان جو نیک بختوں کے زمرہ میں واقع ہوتے ہیں کبھی ان کی حالت بدلتی نہیں ہے اور کبھی بد بختوں کی صف میں واقع نہیں ہوں گے اور بعض انسان جو کہ بد بختوں کی صف میں ہیں ان کی بھی حالت کبھی نہیں بدلے گی اور وہ نیک بختوں کی صف میں شامل نہیں ہوں گے اور قلم تقدیر، انسان کی سرنوشت بدلنے سے خشک ہو چکا ہے اور رک گیا ہے، اگر ایسا تصور صحیح ہو تو کبھی گناہ گار اپنے گناہ سے توبہ ہی نہیں کرے گا بلکہ اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھے گا، کیونکہ وہ سوچ چکا ہے کہ شقاوت اور بد بختی اس کی یقینی اور قطعی سرنوشت ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے! دوسری طرف، شیطان نیکوکار بندوں کو وسوسہ کرے گا کہ تم نیک بخت ہو، اشقیاء اور بد بختوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگے اور عبادت و اطاعت میں سستی پیدا کرنے کے لئے اتنا وسوسہ کافی ہے اور پھر اس کے ساتھ ایسا کرے گا جو نہیں ہونا چاہئے۔

بعض مسلمان جنھوں نے ''مشیت'' کے سلسلہ میں وارد آیات و روایات کے معانی واضح اور کامل طور سے درک نہیں کئے مختلف گروہ میں تقسیم ہو گئے ہیں، ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان اپنے کاموں میں مجبور ہے اور دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ تمام امور انسان کے حوالے اور پر چھوڑ دئے گئے ہیں ہم آئندہ بحث میں انشاء اللہ اس موضوع کی تحقیق کر کے راہ حق و صواب کی شناسائی کریں گے۔

۷

جبر و تفویض اور اختیار

جبر وتفویض اور اختیار

الف: جبر کے لغوی معنی

''جبر'' لغت میں زور زبردستی سے کوئی کام کرانے کو کہتے ہیں اور ''مجبور'' اس کو کہتے ہیں جس کو زور زبردستی سے کوئی کام کرایا جائے۔

ب: جبر اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

''جبر'' اس اصطلاح میں یہ ہے: خداوند عالم نے بندوں کو جو اعمال وہ بجالاتے ہیں ان پر مجبور کیا ہے، خواہ نیک کام ہو یا بد، برا ہو یا اچھا وہ بھی اس طرح سے کہ بندہ اس سلسلہ میں اس کی نافرمانی، خلاف ورزی اور ترک فعل پر ارادہ واختیار نہیں رکھتا۔

مکتب جبر کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے انسان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہی اس کی پہلے سے تعین شدہ سرنوشت ہے، انسان مجبور ہے وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے، یہ اشاعرہ کا قول ہے۔(۱)

ج: تفویض کے لغوی معنی

تفویض لغت میں حوالہ کرنے اور اختیار دینے کے معنی میں ہے۔

د: تفویض اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

''تفویض'' اس اصطلاح میں یعنی: خداوند عالم نے بندوں کے امور (افعال) خود ان کے سپرد کردئے ہیں جو

---

(۱) اشاعرہ کی تعریف اور ان کی شناخت کے لئے شہرستانی کی کتاب ملل ونحل کے حاشیہ میں (الفصل فی الملل والاھواء والنحل) ابن حزم، ج۱، ص۱۱۹، تا ۱۵۳، ملاحظہ ہو۔

چاہیں آزادی اور اختیار سے انجام دیں اور خداوند عالم ان کے افعال پر کوئی قدرت نہیں رکھتا، یہ فرقہ ''معتزلہ'' کا قول ہے۔(۱)

ھ: اختیار کے لغوی معنی

''اختیار'' لغت میں حق انتخاب کے معنی میں ہے، انتخاب کرنا پسند کرنا اور انتخاب میں آزاد ہونے کو اختیار کہتے ہیں۔

و: اختیار اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

خداوند عالم نے اپنے بندوں کو اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ بعض امور میں مکلّف بنایا یعنی ان کے انجام دینے کا مطالبہ کیا تو بعض سے نہی اور ممانعت فرمائی، خدا نے کسی کام کے انجام دینے یا اس کے ترک یعنی نہ کرنے کی بندوں کو قدرت عطا کی جو امور وہ انجام دیتے ہیں ان کے انتخاب کا انھیں حق دیا اور کسی کو اس سلسلہ میں مجبور نہیں کیا، پھر اس کے بعد ان سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کی امر و نہی میں اطاعت کریں۔ اس موضوع سے متعلق استدلال انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گا۔

---

(۱) ''معتزلہ'' کی شناخت کے لئے شہرستانی کی کتاب ملل ونحل، ابن حزم کے حاشیہ (الفصل فی الملل والاھواء والنحل) ج۱، ص۵۵، ۵۷ پر ملاحظہ ہو۔

﴿۸﴾

قضا و قدر

الف:۔ قضا و قدر کے معنی

ب:۔ قضا و قدر کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کی روایات

ج:۔ سوال و جواب

قضاوقدر

قضاوقدر کے معنی

''قضاوقدر'' کا مادہ مختلف اور متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے جو کچھ اس بحث سے متعلق ہے اسے ذکر کرتے ہیں۔

الف:۔ مادّۂ قضا کے بعض معانی:

۱۔''قضا'' دو آپس میں جھگڑنے والوں کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرنے کے معنی میں ہے، جیسے۔

﴿ انّ ربّک یقضی بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون ﴾ (۱)

تمہارا پروردگار قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں وہ لوگ اختلاف کرتے تھے ان کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرے گا۔

۲۔''قضا'' آگاہ کرنے کے معنی میں ہے، جیسے خداوند عالم کا قول لوط کی داستان سے متعلق اور ان کو ان کی قوم کے نتائج سے آگاہ کرنا کہ فرماتا ہے:

﴿وقضینا الیہ ذلک الأمر انّ دابر ھؤلاء مقطوع مُصبحینَ﴾

ہم نے لوط کو اس موضوع سے باخبر کردیا کہ ہنگام صبح سب کے سب بیخ و بن سے اکھاڑ دئے جائیں گے۔(۲)

۳۔''قضا'' واجب کرنے اور حکم دینے کے معنی میں ہے، جیسے:

﴿ و قضیٰ ربّک ألا تعبدوا الاّ ایّاہُ ﴾(۳)

---

(۱) یونس/۹۳ (۲) حجر/۶۶ (۳) اسراء/۲۳

تمہارے رب کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو۔

۴۔ ''قضا'' تقدیر اور ارادہ کے معنی میں ہے، جیسے:

﴿واذا قضیٰ أمراً فإنما یقول له کن فیکون﴾ (۱)

جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو صرف کہتا ہے، ہو جا، تو ہو جاتی ہے۔

﴿هو الذی خلقکم من طین ثُمّ قضیٰ أجلاً﴾ (۲)

وہ ایسا خدا ہے جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا ہے، پھر (ہر ایک کے لئے) ایک مدت مقدر (معین) فرمائی، یعنی انسان کی حیات کے لئے ایک معین مقدار اور اندازہ قرار دیا۔

ب: مادۂ قدر کے بعض معانی

ا۔ قدر؛ یعنی قادر ہوا، اقدام کی قدرت پیدا کی، ''قادر'' یعنی توانا اور ''قدیر'' یعنی قدرت مند۔ خداوند متعال سورۂ یٰسٓ میں فرماتا ہے:

﴿أو لیس الذی خلق السّموات و الأرض بقٰدرٍ علیٰ أن یخلق مثلهم﴾ (۳)

آیا جس نے زمین و آسمان کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے وہ اس جیسا خلق کرنے پر قادر نہیں ہے؟

سورۂ بقرہ/۲۰، میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولو شاء الله لذهب بسمعهم و أبصا رهم إنّ الله علیٰ کلّ شیءٍ قدیر﴾ (۴)

اگر خدا چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو زائل کر دے، کیونکہ، خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی خداوند عالم ہر کام کے انجام دینے پر جس طرح اس کی حکمت اقتضاء کرتی ہے قادر ہے۔

۲۔ قدر: یعنی تنگی اور سختی میں قرار دیا، ''قَدَرَ الرزق علیه ویقدر'' یعنی اسے معیشت کی تنگی میں قرار دیا اور دیتا ہے۔ خدا سورۂ سبا کی ۳۶ ویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿قل إنّ ربّی یبسط الرّزق لمن یشاء و یقدر﴾

کہو: خداوند عالم جس کے رزق میں چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔

۳۔ قَدَرَ: تدبیر کی اور اندازہ لگایا، ''قدر الله الامر بقدره'' خداوند سبحان نے اس کی تدبیر کی یا

---

(۱) بقرہ/۱۱۷ (۲) انعام/۲ (۳) یٰس/۸۱ (۴) بقرہ/۲۰

اس کے واقع ہونے کا خواہشمند ہوا، جیسا کہ سورۂ قمر کی بارہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وفجّرنا الأرض عیوناً فالتقی الماء علی أمر قد قدر﴾

اور ہم نے زمین کو شگاف کیا اور چشمے نکالے اور یہ دونوں پانی (بارش اور چشمے کے) تدبیر اور خواہش کے بقدر آپس میں مل گئے۔

ج:۔ قدّر کے معنیٰ

۱. قدر " یعنی اس نے حکم کیا، فرمان دیا، قَدَّرَ اللہ الأمر یعنی خداوند رحمان نے حکم صادر فرمایا اور فرمان دے دیا کہ کام، اس طرح سے ہو جیسا کہ سورۂ نمل کی ۵۷ ویں آیت میں لوط کی بیوی کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فانجیناہ و أھلہ إلّا امرأتہ قدّرناھا من الغابرین﴾

ہم نے انھیں (لوط) اور ان کے اہل و عیال کو نجات دی، جز ان کی بیوی کے کہ ہم نے فرمایا: وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی، یعنی ہمارا حکم اور فرمان یہ تھا کہ وہ عورت ہلاک ہونے والوں میں رہے گی۔

۲. "قَدَّر" یعنی مدارات کی، توقف وتامل اور تفکر کیا، " قدر فی الامر " یعنی کام کی انجام دہی میں توقف و تامل کیا اور اس کے ساتھ رفق و مدارات کی، جیسا کہ خداوند عالم سورہ سبا کی ۱۱ ویں آیت میں داؤد سے فرماتا ہے:

﴿أن أعمل سابغات وقدّر فی السّرد﴾

مکمل اور کشادہ زرہیں بناؤ نیز اس کے بنانے میں غور و خوض اور نرمی سے کام لو۔

یعنی زرہ بنانے میں جلد بازی سے کام نہ لو بلکہ کافی غور و فکر، توجہ اور دقت کے ساتھ زرہ بناؤ تا کہ تمہارے کام کا نتیجہ محکم اور استوار ہو۔

د: ۔قدر کے معنیٰ

۱. قَدَر: مقدار، اندازہ اور کمیت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۂ حجر کی ۲۱ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وإن من شیء إلّا عندنا خزائنہ و ما ننزّلہ إلّا بقدر معلوم﴾

اور جو کچھ ہے اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین اندازہ اور مقدار کے علاوہ نازل نہیں کرتے۔

۲۔قدر: زمان ومکان کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سورۂ مرسلات کی ۲۰ویں تا ۲۲ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ألم نخلقکم مّن مّاءٍ مّھینٍ ، فجعلناہ فی قرارٍ مکینٍ ۔ اِلیٰ قدرٍ معلوم﴾

کیا ہم نے تم کو پست اور معمولی پانی سے خلق نہیں کیا، اس کے بعد ہم نے اسے محفوظ اور آمادہ جگہ پر قرار دیا، معین اور معلوم زمانہ تک؟!

۳۔قدر: قطعی اور نافذ حکم کے معنی میں، قَـدَرُ اللہ خداوند سبحان کا قطعی، نافذ اور محکم حکم، جیسا کہ سورۂ احزاب کی ۳۸ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿سنّۃ اللّٰہ فی الّذین خلوا من قبل و ٗکان أمر اللّٰہ قدراً مّقدوراً﴾

اللہ کی یہ سنت گزشتگان میں بھی جاری تھی اور خدا کا فرمان قطعی اور، نافذ ہونے والا ہے۔

قول مؤلف:

شاید قضا وقدر کے متعدد معنی اور اس کی خداوند منّان کی طرف نسبت باعث ہوئی کہ بعض مسلمان غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور اس طرح خیال کرتے ہیں کہ ''قضا وقدر'' کے معنی قرآن وحدیث میں یہ ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے خواہ نیک ہو یا بد اسی ''قضا وقدر'' اور سرنوشت کی بنیاد پر ہے، جسے خداوند عالم نے اس کی خلقت سے پہلے اسکے لئے مقرر کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہماری روایتوں میں کلمہ قدری کا اطلاق ''جبری'' اور ''تفویضی'' دونوں پر ہوا ہے۔

اور اس اطلاق کی بنا پر کلمہ ''قدر'' کسی شے اور اس کی ضد دونوں کا نام ہو جاتا ہے، جیسے کلمہ ''قرء'' کہ حیض'' اور پاکی'' دونوں کا نام ہے یعنی متضاد معنی میں استعمال ہوا ہے۔

خاتمہ میں قدریوں کے اقوال اور ان کے جواب سے اس بناء پر صرف نظر کرتے ہیں کہ کہیں بحث طولانی نہ ہو جائے اور صرف ان احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں جن میں ان کے جوابات پائے جاتے ہیں، تا کہ خدا کی تائید وتوفیق سے، جواب کے علاوہ موضوع کی توضیح اور تشریح بھی ہو جائے۔

قضاوقدر سے متعلق ائمہ اہل بیتؑ کی روایات

پہلی روایت:

صدوقؒ نے کتاب توحید میں اپنی سند کے سلسلہ کو امام حسن مجتبیٰؑ تک لے جاتے ہوئے اور ابن عساکر نے تاریخ میں اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے: (عبارت صدوقؒ کی ہے)

" دخل رجل من أهل العراق علی أمیر المؤمنینؑ فقال: اخبرنا عن خروجنا الی اهل الشام أبقضاء من اللّٰه وقدر؟

فقال له أمیر المومنینؑ أجل یا شیخ، فواللّٰه ما علوتم تلعة ولا هبطتم بطن وادٍ الّا بقضاءٍ من اللّٰه و قدرٍ، فقال الشیخ: عند اللّٰه احتسب عنائی یا أمیر المومنینؑ، فقالؑ مهلاً یا شیخ! لعلك تظن قضاءً حتماً و قدراً لازماً، لو کان کذلك لبطل الثواب والعقاب و الامر والنهی و الزّجر، و لسقط معنی الوعید والوعد، و لم یکن علی مسیءٍ لائمة و لا لمحسن محمدة، و لکان المحسن اولیٰ باللائمة من المذنب و المذنب اولی بالاحسان من المحسن تلك مقالة عبدة الاوثان و خصماء الرحمان و قدریة هذه الأمة و مجوسها، یا شیخ! ان اللّٰه عز وجل کلف تخییراً، ونهی تحذیرا، واعطی علی القلیل کثیراً ولم یعص مغلوبا، ولم یطع مکرهاً ولم یخلق السموات و الأرض و ما بینهما باطلاً ذلك ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النّار"

ایک عراقی حضرت امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا: کیا ہمارا شامیوں کے خلاف خروج ''قضاوقدر الٰہی'' کی بنیاد پر ہے؟ امام نے اس سے فرمایا! ہاں، اے شیخ! خدا کی قسم کسی بلندی پر نہیں گئے اور نہ ہی کسی وادی کے درمیان اترے مگر! قضاوقدر الٰہی کے تحت ایسا ہوا ہے، اس شخص نے کہا: امید کرتا ہوں کی میری

تکلیف خدا کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل ہو۔(۱)

امامؑ نے اس سے کہا: ٹھہر جائے شیخ! شاید تو نے خیال کیا کہ ہم قضاوقدر کو بیان کر رہے ہیں اگر ایسا ہو تو ثواب وعقاب، امرونہی اور زجر سب باطل ہو جائے، ڈرانا اور بشارت دینا بے معنی ہو جائے، نہ گناہگار کی ملامت بجا ہوگی اور نہ نیکوکار کی ستائش روا، بلکہ نیکوکار بدکار کی بہ نسبت ملامت کا زیادہ سزاوار ہوگا (۲) اور گناہگار نیکی کا نیک شخص سے زیادہ سزاوار ہوگا، یہ سب بت پرستوں، خداوند رحمان کے دشمنوں اور اس امت کے ''قدریوں'' اور مجوسیوں کی باتیں ہیں! اے شیخ! خداوند عزوجل نے بندوں کو مکلف بنایا ہے تاکہ وہ اپنے اختیار سے کام کریں اور انھیں نہی کی تاکہ وہ خود اس سے باز رہیں اور معمولی کام پر زیادہ جزا دے، مغلوب ہو کر یعنی شکست خوردگی کے عالم میں اس کی نافرمانی نہیں ہوئی اور زبردستی اس کی اطاعت نہیں ہوئی اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام موجودات کو بے کار اور لغو پیدا نہیں کیا، یہاں لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہو گئے ہیں، پس ان لوگوں پر وائے ہو جو آتش جہنم کے عذاب کا انکار کرتے ہیں۔(۳)

راوی کہتا ہے: وہ شخص اٹھا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

أنت الإمام الّذی نرجو بطاعته :: یوم النّجاة من الرّحمن غفرانا

أوضحت من دیننا ما کان مُلتبساً :: جزاك ربُّك عنّا فیه إحسانا

فلیس معذرة فی فعل فاحشة :: قد کُنت راکبها فسقاً و عصیانا

تم وہی امام ہو جس کی اطاعت کے ذریعہ قیامت کے دن ہم خداوند رحمٰن سے عفوو بخشش کے امید وار ہیں۔ تم نے ہمارے دین سے یکبارگی تمام شکوک وشبہات کو دور کر دیا ہم تمہارے رب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تمھیں اس کی نیک جزا دے۔ لہٰذا اس واضح اور روشن بیان کے بعد مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ

(۱) یعنی اگر ہمارا خروج اور جہاد کرنا ''قضاوقدر'' الٰہی کی بنیاد پر ہے تو جزا کے مستحق نہیں ہیں، پس میں امیدوار ہوں کہ ہماری مشقت وزحمت راہ خدا میں محسوب ہو اور ہم ان لوگوں کے اعمال کی ردیف میں واقع ہو جو قیامت کے دن خدا کے فضل ورحمت کے سایہ میں ہوں گے۔

(۲) کیونکہ دونوں دراصل مساوی اور برابر ہیں چونکہ عمل ان کے ارادہ اور اختیار سے نہیں تھا، دوسری طرف چونکہ نیکوکار لوگوں کی ستائش کا مستحق ہوتا ہے اور اسے اپنا حق سمجھتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، اس گمان وخیال کی بنیاد پر وہ شخص گناہگار سے زیادہ ملامت کا حقدار ہے، کیونکہ گناہ گار لوگوں کی ملامت کا نشانہ بنتا ہے اور وہ خود کو اس ملامت کا مستحق جانتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، لہٰذا اس پر احسان ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کے آزار واذیت اور ان کی سرزنش وملامت برداشت کرنے کی اس سے تلافی کرے، نہ کہ نیکوکار پر احسان ہونا چاہیے۔

(۳) سورۂ ص کی ۲۷ ویں آیت سے اقتباس ہے۔

ہو کہ جس پر نہ معذرت کر سکوں اور نہ میری نجات ہو۔

دوسری روایت:

ائمہ اہل بیتؑ میں سے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادقؑ سے دوسری روایت ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"اِنّ الناس فی القدر علیٰ ثلاثة أوجه: رجل زعم أنّ اللّٰه عزّو جلّ أجبر النّاس علیٰ المعاصی فهذا قد ظلم اللّٰه فی حکمه فهو کافر، ورجل یزعم انّ الأمر مفوّض الیهم فهذا قد أوهن اللّٰه فی سلطانه فهو کافر، ورجل یزعم انّ اللّٰه کلّف العباد ما یُطیقون و لم یُکلّفهم ما لا یُطیقون و إذا أحسن حمد اللّٰه واذا أساءَ استغفر اللّٰه فهذا مسلم بالغ"(۱)

''قدر'' کے مسئلہ میں لوگ تین گروہ میں تقسیم ہیں:

۱۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند عز و جل نے لوگوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے، اس نے فرمان خداوندی کے بارے میں خدا پر ظلم کیا ہے اور وہ کافر ہے۔

۲۔ جس کا عقیدہ ہے کہ تمام امور لوگوں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں، اس نے خدا کو اس کی قدرت اور بادشاہی میں ضعیف وناتواں تصور کیا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہے۔

۳۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند سبحان نے بندوں کو انھیں چیزوں پر مکلف بنایا ہے جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے اس کا ان سے مطالبہ نہیں کیا ہے، وہ جب بھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو خدا کی حمد ادا کرتا ہے اور اگر کوئی بُرا فعل سرزد ہوتا ہے تو خدا سے مغفرت اور بخشش طلب کرتا ہے، یہ وہی مسلمان ہے جس نے حق کو درک کیا ہے۔

تیسری روایت:

ائمہ اہل بیتؑ میں سے آٹھویں امام، حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ سے ہے کہ آپ نے فرمایا:

۱۔ "انّ اللّٰه عزّ وجلّ لم یطع بإکراهٍ، ولم یعص بغلبةٍ و لم یُهمل العباد فی ملکه، هو المالك لما ملّکهم و القادر علیٰ ما أقدرهم علیه فإن ائتمر العباد بطاعته لم یکن اللّٰه منها

---

(۱) توحید صدوق، ص ۳۶۰، ۳۶۱.

صادّاً، و لا منها مانعاً، وإن أئتمروا بمعصیته فشاء أن یحول بینهم و بین ذلك فعل و إن لم یحل و فعلوهُ فلیس هو الذی ادخلهم فیه"(۱)

خداوندعالم کی جبر واکراہ کے ذریعہ اطاعت نہیں کی گئی ہے نیز ضعف وشکست اور مغلوب ہونے کی بنا پر اس کی نافرمانی نہیں کی گئی، اس نے اپنے بندوں کو اپنی حکومت اور مملکت میں لغو وبیہودہ نہیں چھوڑا ہے، وہ ان تمام چیزوں کا جس پر انھیں اختیار دیا ہے مالک ہے اور ان تمام امور پر جس کی توانائی دی ہے قادر ہے اگر بندے اطاعت گزار ہوں تو خدا ان کے راستوں کو بند نہیں کرے گا اور اطاعت سے انھیں نہیں روکے گا اور اگر وہ لوگ نافرمانی وعصیان کے درپے ہوں گے اور وہ چاہے کہ گناہ اور ان کے درمیان فاصلہ ہوجائے تو وہ کردے گا اور اگر گناہ سے نہ روکا اور انھوں نے گناہ انجام دیا، تو اس نے ان لوگوں کو گناہ کے راستہ نہیں پر ڈالا ہے۔

یعنی جو انسان خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ اس اطاعت وپیروی پر مجبور نہیں ہے اور جو انسان خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے ارادہ پر غالب نہیں آگیا ہے بلکہ یہ خود خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ بندہ اپنے کام میں آزاد ومختار ہو۔

۲۔ اور فرمایا: خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿ یاابن آدم بمشیئتی کُنت انت الّذی تشاءُ لنفسك ما تشاء، و بقوّتی ادّیت الیّ فرائضی، و بنعمتی قویت علی معصیتی، جعلتك سمیعاً بصیراً قویّاً، ما اصابك من حسنةٍ فمن الله و ما أصابك من سیّئةٍ فمن نفسك﴾(۲)

اے فرزند آدم! میری مشیت اور مرضی سے تو انتخاب کرنے والا ہوگیا ہے اور جو چاہتا ہے اپنے لئے اختیار کرلیتا ہے اور میری ہوئی طاقت سے میرے واجبات بجالاتا ہے اور میری ہی نعمتیں ہیں جن کے ذریعہ تو میری نافرمانی پر قادر ہے، میں نے تجھے سننے والا، دیکھنے والا اور طاقتور بنایا ہے (پس یہ جان لے کہ) جو کچھ تجھے نیکی حاصل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو بدی تجھ تک پہنچتی ہے تیری وجہ سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

"عملت بالمعاصی بقوتی التی جعلتها فیك"(۳)

ہم نے جو توانائی تیرے وجود میں قرار دی تو نے اس کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کیا۔

---

(۱) توحید صدوق ص ۳۶۱. (۲) توحید صدوق، ص ۳۲۷، ۳۴۰ اور ۳۶۲ اور کافی، ج۱، ص ۱۶۰، سورہ نساء ۷۹. (۳) توحید صدوق، ص ۳۶۲.

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"لا جبرو لا تفو یض ولکن أمر بین أمر ین، قال قُلتُ: و ما أمر بین أمر ین؟ قالؑ مثل ذلك رجل رأ یته علیٰ معصیة، فنهیتهُ فلم ینته فتر کته ففعل تلك المعصیة، فلیس حیثُ لم یقبل منك فتر کته کنت أنت الذی أمر ته بالمعصیة"(۱)

نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک چیز ہے، راوی کہتا ہے: میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان ایک چیز کیا ہے؟ فرمایا: اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو گناہ کی حالت میں ہو اور تم اسے منع کرو اور وہ قبول نہ کرے اس کے بعد تم اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اور وہ اس گناہ کو انجام دے، پس چونکہ اس نے تمہاری بات نہیں مانی اور تم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ تم ہی نے اسے گناہ کی دعوت دی ہے۔

۲۔ "ما استطعت أن تلو م العبد علیه فهو منه و ما لم تستطع أن تلو م العبد علیه فهو من فعل الله، یقول الله للعبد: لم عصیت؟ لم فسقت؟لم شربت الخمر؟ لم ز نیت؟ فهذا فعل العبد ولا یقول له لم مر ضت؟ لم قصرت؟ لم ابیضضتَ؟ لم اسو ددت؟ لأنه من فعل الله تعا لیٰ"(۲)

جس کام پر بندہ کو ملامت و سرزنش کر سکو وہ اس کی طرف سے ہے اور جس کام پر ملامت و سرزنش نہ کر سکو وہ خدا کی طرف سے ہے، خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے: تم نے کیوں سرکشی کی؟ کیوں نافرمانی کی؟ کیوں شراب پی؟ کیوں زنا کیا؟ کیونکہ یہ بندے کا کام ہے، خدا اپنے بندوں سے یہ نہیں پوچھتا: کیوں مریض ہو گئے؟ کیوں تمہارا قد چھوٹا ہے؟ کیوں سفید رنگ ہو؟ کیوں سیاہ رو ہو؟ کیونکہ یہ سارے امور خدا کے ہیں۔

روایات کی تشریح

جبر و تفویض کے دو پہلو ہیں:

۱۔ ایک پہلو وہ ہے جو خدا اور اس کے صفات سے متعلق ہے۔

۲۔ دوسرا پہلو وہ ہے جس کی انسان اور اس کے صفات کی طرف بازگشت ہوتی ہے۔

"جبر و تفویض" میں سے جو کچھ خدا اور اس کے صفات سے مربوط اور متعلق ہے، اس بات کا سزاوار

(۱) کافی، ج۱، ص۱۶۰ اور توحید صدوق، ص۳۶۲۔ (۲) بحار ج۵، ص۵۹، ح۱۰۹

ہے کہ اس کو خدا، اس کے انبیاء اور ان کے اوصیاء سے اخذ کریں اور جو چیز انسان اور اس کے صفات اور افعال سے متعلق ہوتی ہے، اسی حد کافی ہے کہ ہم کہیں: میں یہ کام کروں گا، میں وہ کام نہیں کروں گا تا کہ جانیں جو کچھ ہم انجام دیتے ہیں اپنے اختیار سے انجام دیتے ہیں، گزشتہ بحثوں میں بھی ہم نے یہ بھی جانا کہ انسان کی زندگی کی رفتار ذرہ، ایٹم، سیارات اور کہکشانوں نیز خدا کے حکم سے دیگر مسخرات کی رفتار سے حرکات اور نتائج میں یکساں نہیں ہے، یہ ایک طرف، دوسری طرف خداوند سبحان نے انسان کو اس کے حال پر نہیں چھوڑا اور اسے خود اس کے حوالے نہیں کیا تا کہ جو چاہے، جس طرح چاہے اور نفسیانی خواہشات جس کا حکم دیں اسی کو انجام دے، بلکہ خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے ذریعہ اس کی راہنمائی کی ہے: اسے قلبی ایمان کی راہ بھی حق کے ساتھ دکھائی نیز اعمال شائستہ جو اس کے لئے جسمانی اعتبار سے مفید ہیں ان کی طرف بھی راہنمائی کی اور نقصان دہ اعمال سے بھی آگاہ کیا ہے، اگر وہ خدا کی ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ کی سیدھی راہ پر ایک قدم آگے بڑھ جائے تو خداوند عالم اسے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دس قدم آگے بڑھا دیتا ہے پھر دنیا و آخرت میں آثار عمل کی بناء پر اس کو سات سو گنا زیادہ جزا دیتا ہے اور خداوند عالم اپنی حکمت کے اقتضاء اور اپنی سنت کے مطابق جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

ہم نے اس سے قبل مثال دی اور کہا: خداوند عالم نے اس دنیا کو ''سلف سروس'' والے ہوٹل کے مانند مومن اور کافر دونوں کے لئے آمادہ کیا ہے، جیسا کہ سورۂ اسراء کی بیسویں آیت میں فرماتا ہے:

﴿کلًّا نمدّ ھٰؤلآء و ھٰؤلآء من عطاءِ ربّک و ما کان عطاءُ ربّک محظورا﴾

ہم دونوں گروہوں کو خواہ یہ خواہ وہ تمہارے رب کی عطا سے امداد کرتے ہیں، کیونکہ تمہارے رب کی عطا کسی پر بند نہیں ہے۔

یقیناً اگر خدا کی امداد نہ ہوتی اور خدا کے بندے جسمی اور فکری توانائی اور اس عالم کے آمادہ و مسخر اسباب و وسائل خدا کی طرف سے نہ رکھتے تو نہ راہ یافتہ مومن عمل صالح اور نیک و شائستہ عمل انجام دے سکتا تھا اور نہ ہی گمراہ کافر نقصان دہ اور فاسد اقدامات کی صلاحیت رکھتا، سچ یہ ہے کہ اگر خدا ایک آن کے لئے اپنی عطا انسان سے سلب کر لے چاہے اس عطا کا ایک معمولی اور ادنیٰ جز ہی کیوں نہ ہو جیسے بینائی، سلامتی، عقل اور خرد وغیرہ... تو یہ انسان کیا کر سکتا ہے؟ اس لحاظ سے انسان جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے اور ان وسائل و اسباب کے ذریعہ کرتا ہے جو خدا نے اسے بخشے ہیں لہٰذا انسان انتخاب اور اکتساب میں مختار ہے۔

جی ہاں، انسان اس عالم میں مختار کل بھی نہیں ہے. جس طرح سے وہ صرف مجبور بھی نہیں ہے، نہ اس عالم کے تمام امور اس کے حوالے اور سپرد کردیے گئے ہیں اور نہ ہی اپنے انتخاب کردہ امور میں مجبور ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک امر ہے اور وہ ہے(امر بین امرین) اور یہ وہی خدا کی مشیت اور بندوں کے افعال کے سلسلے میں اس کا قانون اور سنت ہے،'' ولن تجد لسنة الله تبديلا'' ہر گز سنت الٰہی میں تغیر و تبدیلی نہیں پاؤگے!

چند سوال اور جواب

اس حصہ میں درج ذیل چار سوال پیش کئے جارہے ہیں:

۱۔ انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں مختار کیسے ہے، باوجودیکہ شیطان اس پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے جب کہ وہ دکھائی بھی نہیں دیتا آدمی کو اغوا (گمراہ) کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے اور اپنے شر آمیز کاموں کی دعوت دیتا ہے؟

۲۔ انسان فاسد ماحول اور برے کلچر میں بھی ایسا ہی ہے، وہ فساد اور شر کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھتا پھر کس طرح وہ اپنے اختیار سے عمل کرتا ہے؟

۳۔ ایسا انسان جس تک پیغمبروں کی دعوت نہیں پہنچی ہے اور دور دراز افتادہ علاقہ میں زندگی گزارتا ہے وہ کیا کرے؟

۴۔ ''زنازادہ'' کا گناہ کیا ہے؟ (یعنی ناجائز بچہ کا کیا گناہ ہے) کیوں وہ دوسروں کی رفتار کی بناء پر شر پسند ہوتا ہے اور شرارت و برائی کرتا ہے؟

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب:

ان دو سوالوں کا جواب ابتدائے کتاب میں جو ہم نے میثاق کی بحث کی ہے اس میں تلاش کیجئے۔(۱) وہاں پر ہم نے کہا کہ خدا نے انسان پر اپنی حجت تمام کردی ہے اور تمام موجودات کے سبب سب کے متعلق جستجو اور تلاش کے غریزہ کو ودیعت کرکے اس کی بہانہ بازی کا دروازہ بند کردیا ہے، لہٰذا اسے چاہیئے کہ اس غریزہ کی مدد سے اس اصلی سبب ساز تک پہنچے، اسی لئے سورۂ اعراف کی ۱۷۲ ویں آیت میں میثاق خداوندی سے متعلق ارشاد فرمایا:

---

(۱) اسی کتاب کی پہلی جلد، بحث میثاق ملاحظہ ہو۔

﴿أن تقولوا یوم القیامة إنّا کُنّا عن ھذا غافلین﴾

تا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس (پیمان) سے غافل تھے ہمیں۔

انسان جس طرح ہر حالت میں بھوک کے غریزہ سے غافل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اپنی شکم کو غذا سے سیر نہ کرلے، اسی طرح معرفت طلبی کے غریزہ سے بھی غافل نہیں ہوتا یہاں تک کہ حقیقی مسبب الاسباب کی شناخت حاصل کرلے۔

تیسرے سوال کا جواب:

ہم اس سوال کے جواب میں کہیں گے: خداوند سبحان نے سورہ بقرہ کی ۲۸۶ ویں آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿لا یکلف اللّٰہ نفساً إلّا وسعھا﴾

خدا کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

چوتھے سوال کا جواب:

ناجائز اولاد بھی بُرے کام انجام دینے پر مجبور نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بدکار مرد اور عورت کی روحی حالت اور کیفیت ارتکاب گناہ کے وقت اس طرح ہوتی ہے کہ خود کو سماجی قوانین کا مجرم اور خائن تصور کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ معاشرہ ان کے کام کو برا اور گنا جانتا ہے اور اگر ان کی رفتار سے آگاہ ہو جائے اور ایسی گندگی اور پستی کے ارتکاب کے وقت دیکھ لے تو ان سے دشمنی کرتے ہوئے انھیں اپنے سے دور کردیگا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام نیکوکار، پاکیزہ کردار اور اخلاق کریمہ کے مالک ایسے کام سے بیزاری کرتے ہیں یہ روحی حالت اور اندرونی کیفیت نطفہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور میراث کے ذریعہ اس نومولود تک منتقل ہوتی ہے اور نوزاد پر اثر انداز ہوتی ہے جو اسے شر دوست اور نیکیوں کا دشمن بناتی ہے اور سماج کے نیک افراد اور مشہور و معروف لوگوں سے جنگ پر آمادہ کرتی ہے اس سیرت کا بارز نمونہ ''زیاد ابن ابیہ'' اور اس کا بیٹا ابن زیاد ہے کہ انھوں نے عراق میں اپنی حکومت کے دوران جو نہیں کرنا چاہئے تھا وہ کیا، بالخصوص ''ابن زیاد'' کہ اسکے حکم سے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ اور آپ کے پاکیزہ اصحاب کے جسم اطہر کو مثلہ کیا گیا اور سروں کو شہروں میں پھرایا گیا اور رسول اللہؐ کے حرم کو اسیر کرکے کوفہ و شام پہنچایا گیا اور دیگر امور جو اس کے حکم سے انجام پائے اور یہ ایسے حال میں ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کوئی فرد ایسی نہیں بچی تھی جو ان لوگوں کی حکومت کا مقابلہ کرے اور کسی قسم کی توجیہ اس

کے ان افعال کیلئے نہیں تھی، بجز اس کے کہ وہ شر و برائی کا خوگر تھا اس کی خواہش یہ تھی کہ عرب اور اسلام کے شریف ترین گھرانے کی شان و شوکت، عظمت و سطوت ختم کر کے انھیں بے اعتبار بنا دے، ہاں وہ ذاتی طور پر برائی کا دوست اور نیکیوں کا دشمن تھا اور سماج و معاشرہ کے کریم و شریف افراد سے برسر پیکار تھا۔ (۱)

اس بنا پر (صحیح ہے اور ہم قبول کرتے ہیں کہ) شر سے دوستی، نیکی سے دشمنی، نیکو کاروں کو آزار و اذیت دینا اور سماج کے پاکیزہ لوگوں کو تکلیف پہنچانا زنا زادہ میں حلال زادہ کے برخلاف تقریباً اس کی ذات اور فطرت کا حصہ ہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان دو میں سے کوئی بھی خواہ امور خیر ہوں یا شر جو وہ انجام دیتے ہیں یا نہیں دیتے مجبور، ان پر نہیں ہیں، ان دونوں کی مثال ایک تندرست و صحت مند، بالغ و قوی جوان اور کمر خمیدہ بوڑھے مرد کی سی ہے: پہلا جسمانی شہوت میں غرق اور نفسانی خواہشات تک پہنچنے کا خواہاں ہے اور دوسرا وہ ہے جس کے یہاں جوانی کی قوت ختم ہو چکی ہے اور جسمانی شہوت کا تارک ہے! ایسے حال میں واضح ہے کہ کمر خمیدہ مرد "زنا" نہیں کر سکتا اور وہ جوان جس کی جنسی توانائی اوج پر ہے وہ زنا کرنے پر مجبور بھی نہیں کہ مجبوری کی حالت میں وہ ایسے ناپسندیدہ فعل کا مرتکب ہو تو معذور کہلائے، بلکہ اگر زنا کا موقع اور ماحول فراہم ہو اور وہ "خاف مقام ربہ" اپنے رب کے حضور سے خوفزدہ ہو، (ونھیٰ النفس عن الھویٰ) اور اپنے نفس کو بیجا خواہشوں سے روک رکھے تو (فانّ الجنۃ ھی الماویٰ) یقیناً اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔ (۲)

اس طرح ہم اگر انسان کی زندگی کے پہلوؤں کی تحقیق کریں اور ان کے بارے میں غور و فکر کریں، تو اسے اپنے امور میں صاحب اختیار پائیں گے، جز ان امور کے جو غفلت اور عدم آگاہی کی بنیاد پر صادر ہوتے ہیں اور اخروی آثار نہیں رکھتے ہیں۔

یہاں تک مباحث کی بنیاد قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں "عقائد اسلام" کے بیان پر تھی آئندہ بحثوں میں انشاء اللہ خدا کے اذن سے مبلغین الٰہی کی سیرت کی قرآن کریم کی رو سے تحقیق و بررسی کریں گے اور جس قدر توریت، انجیل اور سیرت کی کتابوں سے قرآن کریم کی آیات کی تشریح و تبیین میں مفید پائیں گے ذکر کریں گے۔

"الحمد للہ رب العالمین"

(۱) زیاد کے الحاق (معاویہ کا اسے اپنا پدری بھائی بنانے) کی بحث آپ کتاب عبد اللہ بن سبا کی جلد اول میں، اور شہادت امام حسین کی بحث معالم المدرستین کی جلد ۳ میں ملاحظہ کریں۔ (۲) سورۂ نازعات کی چالیسویں آیت "واما من خاف..." سے اقتباس ہے۔

﴿۹﴾

ملحقات

اسلامی عقائد میں بحث وتحقیق کے راستے اورراہ اہل بیتؑ کی فوقیت وبرتری (۱)

اسلامی عقائد ہمیشہ مسلمانوں اور اسلامی محققین کی بحث وتحقیق کا موضوع رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلامی عقائد کا مرجع قرآن اور حدیث ہی ہے، وہ اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود گزشتہ زمانے میں صدیوں سے، مختلف وجوہ اور متعدد اسباب (۲) کی بنا پر مختلف خیالات اور نظریات اسلامی عقائد کے سلسلہ میں پیدا ہوئے کہ ان میں بعض اسباب کی جانب اشارہ کررہے ہیں۔

۱۔ بحث وتحقیق اور استنباط کے طریقے اور روش میں اختلاف۔

۲۔ علمائے یہود ونصاریٰ (احبار ورہبان) کا مسلمانوں کی صفوں میں نفوذ اور رخنہ اندازی اور اسلامی روایات کا ''اسرائیلیات'' اور جعلی داستانوں سے مخلوط ہونا۔

۳۔ بدعتیں اور اسلامی نصوص کی غلط اور نادرست تاویلیں اور تفسیریں۔

۴۔ سیاسی رجحانات اور قبائلی جھگڑے۔

۵۔ اسلامی نصوص سے ناواقفیت اور بے اعتنائی۔

ہم اس مقالہ میں سب سے پہلے سبب ''راہ اور روش میں اختلاف'' کی تحقیق وبررسی کریں گے اور اسلامی عقائد کی تحقیق وبررسی میں جو موجودہ طریقے اور راہیں ہیں ان کا اہل بیتؑ کی راہ وروش سے موازنہ کر کے قارئین کے حوالے کریں گے، نیز آخری روش کی فوقیت وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔

---

(۱) مجمع جہانی اہل البیت، تہران کے نشریہ رسالۃ الثقلین نامی مجلہ میں آقا شیخ عباس علی براتی کے مقالہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو نمبر ۱۰، سال سوم ۱۳۱۵ھ، ق. (۲) مقدمہ کتاب ''فی علم الکتاب'': ڈاکٹر احمد محمود صبحی ج۱، ص ۳۶ پانچواں ایڈیشن، بیروت ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء۔

عقیدتی اختلافات اور اس کی بنیاد اور تاریخ

مسلمانوں کے درمیان فکری اور عقیدتی اختلاف پیغمبر اکرمؐ کے زمانے سے ہی ظاہر ہو چکا تھا، لیکن اس حد تک نہیں تھا کہ، کلامی اور فکری مکاتب و مذاہب کے وجود کا سبب قرار پائے، کیونکہ رسول خداؐ بنفس نفیس اس کا تدارک کرتے تھے اور اس کے پھیلنے کی گنجائش باقی نہیں رکھتے تھے، بالخصوص روح صداقت و برادری، اخوت و محبت اس طرح سے اسلامی معاشرہ پر حاکم تھی کہ تاریخ میں بے مثال یا کم نظیر ہے۔

نمونہ کے طور پر اور انسانوں کی سرنوشت ''قدر'' کا موضوع تھا جس نے پیغمبر کے اصحاب اور انصار کے ذہن و فکر کو مکمل طور پر اپنے میں حصار میں لے لیا تھا اور انھیں اس کے متعلق بحث کرنے پر مجبور کردیا تھا، یہاں تک کہ آخر میں بات جنگ و جدال اور جھگڑے تک پہنچ گئی جھگڑے کی آواز پیغمبرؐ کے کان سے ٹکرائی تو آنحضرتؐ نے (جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں ذکر ہوا ہے) اس طرح سے ان لوگوں کو اس موضوع کے آگے بڑھانے کے عواقب وانجام سے ڈرایا:

احمد ابن حنبل نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دن رسول خداؐ اپنے گھر سے باہر نکلے تو لوگوں کو قدر کے موضوع پر گفتگو کرتے دیکھا، راوی کہتا ہے: پیغمبر اکرم کے چہرہ کا رنگ غیظ وغضب کی شدت سے اس طرح سرخ ہو گیا تھا، گویا انار کے دانے ان کے رخسار مبارک پر بکھرے ہوئے ہوں! فرمایا: تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ کتاب خدا کی جرح وتعدیل اور تجزیہ وتحلیل کر رہے ہو اسکے بعض حصہ کا بعض سے موازنہ کر رہے ہو (اس کی نفی واثبات کر رہے ہو)؟ تم سے پہلے والے افراد انہی کاموں کی وجہ سے نابود ہو گئے ہیں۔(۱)

قرآن کریم اور پیغمبرؐ کی سنت میں اسلامی عقائد کے اصول اور اس کے بنیادی مبانی بطور کلی امت اسلام کے لئے بیان کیے گئے ہیں بعد میں بعض سوالات اس لئے پیش آئے کہ (ظاہراً) قرآن وسنت میں ان کا صریح اور واضح جواب ان لوگوں کے پاس نہیں تھا اور مسلمان اجتہاد واستنباط کے محتاج ہوئے تو یہ ذمہ داری عقائد و احکام میں فقہاء ومجتہدین کے کاندھوں پر آئی، اس لئے اصحاب پیغمبر بھی کبھی کبھی اعتقادی مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے، اگر چہ پیغمبر کی حیات میں ان کے اختلاف کے آثار ونتائج، بعد کے

---

(۱) مسند احمد ج ۳، ص ۱۷۸ تا ۱۹۶۔

زمانوں میں ان کے اختلاف کے آثار ونتائج سے مختلف تھے، کیونکہ، پیغمبر اکرمؐ اپنی حیات میں خود ہی ان کے درمیان قضاوت کرتے تھے اور اپنی راہنمائی سے اختلاف کی بنیاد کو اکھاڑ دیتے تھے!(۱)

لیکن پیغمبر اکرم کی رحلت کے بعد لوگ مجبور ہوئے کہ کسی صحابی یا ان کے ایک گروہ سے (جو کہ خلفاء و حکام کے برگزیدہ تھے) اجتہاد کا سہارا لیں اور ان سے قضاوت طلب کریں جب کہ دوسرے اصحاب اپنے آراء ونظریات کو محفوظ رکھتے تھے (اور یہ خود ہی اختلاف میں اضافہ کا سبب بنا) اس اختلاف کے واضح نمونے مندرجہ ذیل باتیں ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم کی وفات کے بعد امت کا خلافت اور امامت کے بارے میں اختلاف۔(۲)

۲۔ زکوۃ نہ دینے والوں کا قتل اور یہ کہ آیا زکوۃ نہ دینا ارتداد اور دین سے خارج ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟ اس طرح سے ہر اختلاف، خاص آراء وخیالات، گروہ اور کلامی اور اعتقادی مکاتب کی پیدائش کا سر چشمہ بن گیا جس کے نتیجہ میں ہر ایک اس روش کے ساتھ جو اس نے استدلال واستنباط میں اختیار کی تھی اپنے آراء وعقائد کی ترویج وتدوین میں مشغول ہو گیا، ہماری تحقیق کے مطابق ان مکاتب میں اہم ترین مکاتب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خالص نقلی مکتب۔
۲۔ خالص عقلی مکتب
۳۔ ذوقی واشراقی مکتب
۴۔ حسّی وتجربی مکتب
۵۔ فطری مکتب

الف۔ خالص نقلی مکتب:

''احمد ابن حنبل'، حنبلی مذہب کے امام (متوفی ۲۴۱ھ) اپنے زمانے میں اس مکتب کے پیشوا اور پیشر وشمار کئے جاتے تھے، یہ مکتب، اہل حدیث (اخباریین عامہ) کے مکتب کے مانند ہے: ان لوگوں کا روایات

---

(۱) سیرہ ابن ہشام، ص ۳۳۱، ۳۳۲، اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ مجموعۃ الوثائق السیاسۃ ج ۱، ص ۷۔ (۲) اشعری ''مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین'' ج ۱، ص ۳۴، ۳۹، اور ابن حزم ''الفصل فی الملل والاہواء والنحل'' ج ۲، ص ۱۱۱ اور احمد امین ''فجر الاسلام''.

کی حفاظت و پاسداری نیز ان کے نقل کرنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھا اور ان کے مطالب میں تدبر اور غور وخوض کرنے نیز صحیح کو غلط سے جدا کرنے سے انھیں کوئی تعلق نہ تھا، اس طرح کی جہت گیری کو آخری زمانوں میں ''سلفیہ'' کہتے ہیں، اور فقہ میں اہل سنت کے حنبلی مذہب والے میں اس روش کی پیروی کرتے ہیں، وہ لوگ دینی مسائل میں رائے ونظر کو حرام (سبب وعلت کے بارے میں) سوال کو بدعت اور تحقیق اور استدلال کو بدعت پرستی اور ہوا پرستوں کے مقابلے میں عقب نشینی جانتے ہیں، اس گروہ نے اپنی ساری طاقت سنت کے تعقل وتفکر سے خالی درس وبحث پر وقف کردی اور اس کو سنت کی پیروی کرنا اور اس کے علاوہ کو ''بدعت پرستی'' کہتے ہیں۔

ان کی سب سے زیادہ اور عظیم ترین کوشش وتلاش یہ ہے کہ اعتقادی مسائل سے مربوط احادیث کی تدوین اور جمع بندی کر کے اس کے الفاظ وکلمات اور اسناد کی شرح کریں جیسا کہ بخاری، احمد ابن حنبل، ابن خزیمہ، بیہقی اور ابن بطہ نے کیا ہے، وہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ عقیدتی مسائل میں علم کلام اور عقلی نظریات کو حرام قرار دے دیا، ان میں سے بعض نے اس سلسلہ میں مخصوص رسالہ بھی تدوین کیا، جیسے ابن قدامہ نے ''تحریم النظر فی علم الکلام'' نامی رسالہ تحریر کیا ہے۔

احمد ابن حنبل نے کہا ہے: اہل کلام کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ممکن نہیں کہ کوئی کلام یا کلامی نظریہ کا حامل ہو اور اس کے دل میں مکر وحیلہ نہ ہو، اس نے متکلمین کی اس درجہ بدگوئی کی کہ حارث محاسبی جیسے (زاہد و پرہیزگار) انسان سے بھی دور ہوگیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی، کیونکہ اس نے بدعت پرست افراد کی رد میں کتاب تصنیف کی تھی احمد نے اس سے کہا: تم پر وائے ہو! کیا تم پہلے ان کی بدعتوں کا ذکر نہیں کروگے تاکہ بعد میں اس کی رد کرو؟ کیا تم اس نوشتہ سے لوگوں کو بدعتوں کا مطالعہ اور شبہوں میں غور وفکر کرنے پر مجبور نہیں کروگے یہ بذات خود ان لوگوں کو تلاش وجستجو اور فکر ونظر کی دعوت دینا ہے۔

احمد بن حنبل نے یہ بھی کہا ہے: علمائے کلام زندیق اور تخریب کار ہیں۔

زعفرانی کہتا ہے: شافعی نے کہا: اہل کلام کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ انھیں کھجور کی شاخ سے زدوکوب کرکے عشائر اور قبائل کے درمیان گھمائیں اور کہیں: یہ سزا اس شخص کی ہے، جو کتاب وسنت کو چھوڑ کر علم کلام سے وابستہ ہوگیا ہے!

تمام اہل حدیث سلفیوں (اخباریین عامہ) کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ ہے اور متکلمین کے مقابل ان کے عمل کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا لوگوں نے نقل کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں: پیغمبرؐ کے اصحاب باوجودیکہ حقائق کے سب سے زیادہ عالم اور گفتار میں دوسروں سے زیادہ محکم تھے، انہوں نے عقائد سے

متعلق بات کرنے میں اجتناب نہیں کیا مگر صرف اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ کلام سے شر و فساد پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک ہی جملے کی تین بار تکرار کی اور فرمایا:

﴿هلك المتعمقون، هلك المتعمقون ،هلك المتعمقون﴾

غور و خوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، غور و خوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، غور و خوض کرنے والے ہلاک ہو گئے، یعنی (دینی) مسائل گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے والے ہلاک ہو گئے!

یہ گروہ (اخباریین عامہ) عقیدہ میں تجسیم اور تشبیہ (یعنی خدا کے جسم اور شباہت) کا قائل ہے، ''قدر'' اور سرنوشت کے ناقابل تغییر ہونے اور انسان کے مسلوب الارادہ ہونے کا معتقد ہے۔(۱)

یہ لوگ عقائد میں تقلید کو جائز جانتے ہیں اور اس کے سلسلہ میں رائے و نظر کو جیسا کہ گزر چکا ہے حرام سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد محمود صبحی فرماتے ہیں:

''باوجودیکہ عقائد میں تقلید- عبداللہ بن حسن عنبری، حشویہ اور تعلیمیہ (۲) کے نظریہ کے برخلاف نہ ممکن ہے اور نہ جائز ہے، یہی نظریہ ''محصل'' میں فخر رازی کا ہے (۳)

اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے اور استاد ابو اسحاق نے ''شرح الترتیب'' میں اس کی نسبت اجماع اہل حق اور اس کے علاوہ کی طرف دی ہے اور امام الحرمین نے کتاب ''الشامل'' میں کہا ہے کہ حنبلیوں کے علاوہ کوئی بھی عقائد میں تقلید کا قائل نہیں ہے، اس کے باوجود، امام شوکانی نے لوگوں پر عقائد میں غور و فکر کو واجب جاننے کو ''تکلیف مالا یطاق'' (ایسی تکلیف جو قدرت و توانائی سے باہر ہو) سے تعبیر کیا ہے، وہ بزرگان دین کے نظریات اور اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: خدا کی پناہ! یہ کتنی عجیب و غریب باتیں ہیں یقیناً یہ، لوگوں کے حق میں بہت بڑا ظلم ہے کہ امت مرحومہ کو ایسی چیز کا مکلف بنایا جائے جس کی ان میں قدرت نہیں ہے، (کیا ایسا نہیں ہے) وہی صحابہ کا حملی اور تقلیدی ایمان جو اجتہاد و نظر کی منزل تک نہیں پہنچے تھے، بلکہ اس سے نزدیک بھی نہیں ہوئے تھے، ان کے لئے کافی ہو؟۔

---

(۱) صابونی: ابو عثمان اسماعیل: رسالۃ عقیدۃ السلف و اصحاب الحدیث (فی الرسائل المنیرۃ). (۲) آمری: ''الاحکام فی اصول الاحکام''، ج۴، ص۳۰۰. (۳) شوکانی: ''ارشاد الفحول'' ص۲۶۶-۲۶۷.

انھوں نے اس سلسلے میں نظر دینے کو بہت سارے لوگوں پر حرام اور اس کو گمراہی اور نادانی میں شمار کیا ہے۔(۱)

اس لحاظ سے ان کے نزدیک علم منطق بھی حرام ہے اور ان کے نزدیک منطق انسانی شناخت اور معرفت تک رسائی کی روش بھی شمار نہیں ہوتی ہے، باوجودیکہ علم منطق ایک مشہورترین اور قدیم ترین مقیاس و معیار ہے یہ ایک ایسا علم ہے جس کو ارسطو نے ''ارغنون'' نامی کتاب میں تدوین کیا ہے اور اس کا نام علم بخش و میزان رکھا ہے۔

اس روش کو اپنانے والوں کی نظر میں تنہا علم منطق ذہن کو خطا و غلط فہمی سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے، یہ لوگ کہتے ہیں بہت سارے اسلامی مفکرین جیسے کندی. فارابی، ابن سینا، امام غزالی، ابن ماجہ، ابن طفیل اور ابن رشد علم منطق میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، لیکن آراء و افکار اور نظریاتمیں آپس میں شدید اور بنیادی اختلافات کا شکار ہو گئے ہیں، لہٰذا منطق حق و باطل کی میزان نہیں ہے۔

البتہ آخری دور میں اس گروہ کا موقف علم منطق اور علم کلام کے مقابلہ میں بہت نرم ہو گیا تھا جیسے ابن تیمیہ کے موقف کو علم کلام کے مقابل مضطرب دیکھتے ہیں، وہ علم کلام کو کلی طور پر حرام نہیں کرتا بلکہ اگر ضرورت اقتضاء کرے اور کلام عقلی اور شرعی دلائل پر مستند ہو اور تخریب کاروں، زندیقوں اور ملحدوں کے شبہوں کو جدا کرنے کا سبب ہو تو اسے جائز سمجھتا ہے۔(۲)

اس کے باوجود اس نے منطق کو حرام کیا اور اس کی ردّ میں ''رسالۃ الرد علیٰ المنطقیین'' نامی رسالہ لکھا ہے: اور اس کے پیرو کہتے ہیں: ''ڈیکارٹ فرانسیسی'' (۱۵۹۶۔۱۶۵۰ء) نے خطا و صواب کی تشخیص کے لئے ارسطا طالیس کی منطق کے بجائے ایک نئی میزان اور معیار اختراع کیا اور تاکید کی کہ اگر انسان اپنے تفکر میں قدم بہ قدم اس کے اختراعی مقیاس کو اپنائے تو صواب کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں پائے گا ''ڈکارٹ'' کی روش کا استعمال کرنا یقین آور نتیجہ دیتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوا اور دور معاصر میں ڈکارٹ کی روش سے جو امیدیں جاگیں تھیں ان کا حال بھی منطق ارسطو سے پائی جانے والی امیدوں کی طرح رہا اور میلاد مسیح سے لے کر اب تک کے موضوع بحث مسائل ویسے کے ویسے پڑے رہ گئے۔(۳)

---

(۱) امام جوینی: ''الارشاد الی قواطع الادلۃ'' ص۲۵؛ غزالی ''الجام العوام عن العلم الکلام'' ص ۶۶، ۶۷؛ ڈاکٹر احمد محمود صبحی: ''فی علم الکلام'' مقدمہ مجلد اول. (۲) ابن تیمیہ: ''مجموع الفتاوی'' ج ۳، ص ۳۰۶، ۳۰۷. (۳) ڈاکٹر عبد الحلیم محمود: ''التوحید الخالص'' ، ص ۵ تا ۲۰.

یہ وہی چیز ہے جس کے باعث بہت سارے پہلے کے مسلمان مفکرین منجملہ امام غزالی (۴۵۰ـ۵۰۵ھ) روش عقلی کے ترک کرنے اور اسے مطرود قرار دینے کے قائل ہوئے، غزالی اپنی کتاب (تہافۃ الفلاسفہ) میں عقلی دلائل سے فلسفیوں کے آراء وخیالات کو باطل اور رد کرتا ہے، غزالی کی اس کتاب میں دقت اس بات کی گواہ ہے کہ وہ عقل جو کہ دلائل کا مبنیٰ ہے، وہی عقل ہے جو ان سب کو برباد کر دیتی ہے۔

غزالی ثابت کرتا ہے کہ عالم الٰہیات اور اخلاق میں انسانی عقل سے ظن وگمان کے علاوہ کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

اسلامی فلسفی ابن رشد اندلسی (متوفی ۵۹۵ھ) نے اپنی کتاب (تہافۃ التہافت) میں غزالی کے آراء وخیالات کی رد کی ہے، ابن رشد وہ شخص ہے جو اثبات کرتا ہے کہ عقل صریح اور نقل صحیح کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہ بات اس کی کتاب (فصل المقال بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال) سے واضح ہوتی ہے، حیرت انگیز یہ ہے کہ وہ اس موقف میں ''ابن تیمیہ'' کے ساتھ اپنی کتاب (عقل صریح کی نقل صحیح سے موافقت) میں ایک نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

پھر ابن تیمیہ کے دونوں موقف: ''عقلی روش سے مخالفت اور عقل صریح کے حکم سے موافقت'' کے درمیان جمع کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ نہیں معلوم۔

مکتب خلفاء کے اہل حدیث اور مکتب اہل بیتؑ کے اخباریوں کی روش: نصوص شرعی، آیات وروایات کے ظواہر کی پیروی کرنا اور رائے وقیاس سے حتی الامکان اجتناب کرنا ہے۔(۱) (سلفی مکتب) یا اہل حدیث کا مرکز اس وقت جزیرۃ العرب [نجد کا علاقہ] ہے نیز ان کے کچھ گروہ عراق، شام اور مصر میں بھی پائے جاتے ہیں۔(۲)

ب: خالص عقلی مکتب

اس مکتب کے ماننے والے عقل انسانی کی عظمت وشان پر تکیہ کرتے ہوئے، شناخت ومعرفت کے اسباب ووسائل کے مانند، دوسروں سے ممتاز اور الگ ہیں، یہ لوگ اسلامی نقطہ نظر سے ''مکتب رائے'' کے ماننے والے اور عقیدہ میں ''معتزلہ'' کہلاتے ہیں۔

(۱) شیخ مفید، ''اوائل المقالات''؛ سیوطی، ''صون المنطق والکلام عن علمی المنطق والکلام''، ص ۲۵۲؛ شوکانی: ارشاد الفحول، ص ۲۰۲؛ علی سامی النشار: ''مناہج البحث عند مفکری الاسلام''، ص ۱۹۴ تا ۱۹۵؛ علی حسین الجابری، الفکر السلفی عند الاثنی عشریہ، ص ۱۵۳، ۱۶۷، ۲۰۳، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۳۹۔ (۲) قاسمی ''تاریخ الجہمیہ والمعتزلہ''، ص ۵۶ـ۵۷۔

اس مکتب کی پیدائش تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہوئی ہے، سب سے پہلے مکتب اعتزال کی بنیاد" واصل ابن عطا [۸۰ھ - ۱۳۱ھ] اور اس کے ہم کلاس "عمرو بن عبید" [۸۰ھ - ۱۴۴ھ] منصور دوانقی کے معاصر نے ڈالی، اس کے بعد مامون عباسی کے وزیر" ابی داوٗد" اور قاضی عبد الجبار بن احمد ہمدانی، متوفی ۴۱۵ھ" جیسے کچھ پیشوا اس مکتب نے پیدا کیے اس گروہ کے بزرگوں میں "نظام" "ابو ہذیل علاف" "جاحظ" اور جبائیان کا نام لیا جاسکتا ہے۔

اس نظریہ نے انسانی عقل کو بہت اہمیت دی، خداوند سبحان اور اس کے صفات کی شناخت اور معرفت میں اسے اہم ترین اور قوی ترین شمار کرتا ہے، شریعت اسلامی کا ادراک اور اس کی تطبیق وموازنہ اس گروہ کی نگاہ میں، عقل انسانی کے بغیر انجام نہیں پاسکتا۔

یہ مکتب (معتزلہ) ہمارے زمانے میں اس نام سے اپنے پیرو اور یار و یاور نہیں رکھتا صرف ان کے بعض افکار "زیدیہ" اور اباضیہ فرقے میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ "معتزلہ" کے ساتھ بعض افکار ونظریات میں شریک ہیں اسی طرح "معتزلہ" شیعہ اثنا عشری اور اسماعلیہ کے ساتھ بعض جوانب کے لحاظ سے ایک ہیں، اہل حدیث (اخباریین عامہ) نے "معتزلہ" کو اس لحاظ سے کہ ارادہ اور انتخاب میں انسان کی آزادی کے قائل ہیں "قدریہ" کا لقب دیا ہے۔

عقائد میں ان کی سب سے اہم کتاب "شرح الاصول الخمسۃ" قاضی عبد الجبار معتزلی کی تالیف اور "رسائل العدل والتوحید" ہے جو کہ معتزلہ کے رہبروں کے ایک گروہ جیسے حسن بصری، قاسم رسی اور عبد الجبار بن احمد کی تالیف کردہ کتاب ہے۔

معتزلہ ایسے تھے کہ جب بھی ایسی قرآنی آیات نیز مروی سنت سے روبرو ہوتے تھے جو ان کے عقائد کے برخلاف ہوتی تھی اس کی تاویل کرتے تھے اسی لئے انھیں "مکتب تاویل" کے ماننے والوں میں شمار کیا جاتا ہے، اس کے باوجود ان لوگوں نے اسلام کیلئے عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور عباسی دور کے آغاز میں جب کہ اسلام کے خلاف زبردست فکری اور ثقافتی یلغار تھی اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بعض خلفاء جیسے "مامون" اور "معتصم" ان سے منسلک ہو گئے، لیکن کچھ دنوں بعد ہی "متوکل" کے زمانے میں قضیہ برعکس ہو گیا اور ان کے نقصان پر تمام ہوا اور کفر و گمراہی اور فسق کے احکام یکے بعد دیگرے ان کے خلاف صادر ہوئے، بالکل اسی طرح جس طرح خود یہ لوگ درباروں پر اپنے غلبہ واقتدار کے زمانے

میں اپنے مخالفین کے ساتھ کرتے تھے اور جو ان کے آراء و نظریات کو قبول نہیں کرتے تھے انھیں اذیت و آزار دیتے تھے۔

اس کی مزید وضاحت معتزلہ کے متعلق جدید اور قدیم تالیفات میں ملاحظہ کیجئے۔(۱)

فرقۂ معتزلہ حسب ذیل پانچ اصول سے معروف و مشہور ہے:

۱۔ توحید، اس معنی میں کہ خداوند عالم مخلوقین کے صفات سے منزہ ہے اور نگاہوں سے خدا کو دیکھنا بطور مطلق ممکن نہیں ہے۔

۲۔ عدل، یعنی خداوند سبحان نے اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا ہے اور اپنی مخلوقات کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے

۳۔ "المنزلة بین المنزلتین"

یعنی جو گناہ کبیرہ انجام دیتا ہے نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے۔

۴۔ وعد و وعید، یعنی خدا پر واجب ہے کہ جو وعدہ (بہشت کی خوشخبری) اور وعید (جہنم سے ڈرانا) مومنین اور کافرین سے کیا ہے اسے وفا کرے۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یعنی ظالم حکام جو اپنے ظلم سے باز نہیں آتے، ان کی مخالفت واجب ہے۔(۲)

مکتب اشعری: ماتریدی یا اہل سنت میں متوسط راہ

''مکتب اشعری'' کہ آج زیادہ تر اہل سنت اسی مکتب کے ہم خیال ہیں، ''معتزلہ مکتب'' اور اہل حدیث کے درمیان کا راستہ ہے، اس کے بانی شیخ ابو الحسن اشعری (متوفی ۳۲۴ھ) خود ابتدا میں (چالیس سال تک) معتزلی مذہب رکھتے تھے، لیکن تقریباً ۳۰۰ھ کے آس پاس جامع بصرہ کے منبر پر جا کر مذہب اعتزال سے بیزاری اور مذہب سنت و جماعت کی طرف لوٹنے کا اعلان کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ ایک میانہ اور معتدل روش جو کہ معتزلہ کی عقلی روش اور اہل حدیث کی نقلی روش سے مرکب ہو، لوگوں کے درمیان عام

(۱) زہدی حسن جار اللہ: (المعتزلہ) طبع بیروت، دار الاہلیہ للنشر والتوزیع، ۱۹۷۴ء۔

(۲) قاسم رسی، ''رسائل العدل والتوحید و نفی التشبیہ عن اللہ الواحد الصمد'' ج۱، ص۱۰۵۔

کریں، وہ اسی تگ ودو میں لگ گئے، تا کہ مکتب اہل حدیث کو تقویت پہنچائیں اور اس کی تائید ونصرت کریں، لیکن یہ کام معتزلہ کی اسی روش یعنی: عقلی اور برہانی استدلال سے انجام دیا کرتے تھے اس وجہ سے معتزلہ اور اہل حدیث کے نزدیک مردود ومطرود ہو گئے اور دونوں گروہوں میں سے ہر ایک اب تک اہم اور اساسی اعتراضات وارد کر کے ان کی روش کو انحرافی اور گمراہ کن جانتا ہے، یہاں تک کہ ان کے بعض شدت پسندوں نے ان کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ایک دوسرا عالم جو کہ اشعری کا معاصر تھا، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی رابطہ اور تعلق ہو، اس بات کی کوشش کی کہ اسی راہ وروش کو انتخاب کر کے اسے باقی رکھے اور آگے بڑھائے، وہ ابو منصور ماتریدی سمرقندی (متوفی ۳۳۳ھ) ہے وہ بھی اہل سنت کے ایک گروہ کا عقیدتی پیشوا ہے، یہ دونوں رہبر مجموعی طور پر آپس میں آراء و نظریات میں اختلاف بھی رکھتے ہیں بعض لوگوں نے ان میں سے اہم ترین اختلاف کو گیارہ تک ذکر کیا ہے۔(۱)

اشعری مکتب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف آیات وروایات کے ظاہری معنی کی تاویل سے شدت کے ساتھ اجتناب کرتا ہے، دوسری طرف کوشش کرتا ہے کہ ''بلا کیف'' کے قول کے ذریعہ یعنی یہ کہ باری تعالیٰ کے صفات میں کیفیت کا گزر نہیں ہے ''تشبیہ وتجسیم'' کے ہلاکت بار گڈھے میں سے فرار کرتا ہے اور ''بالکسب'' کے قول سے یعنی یہ کہ انسان اپنے کردار میں جو کچھ انجام دیتا ہے کسب کے ذریعہ ہے نہ اقدام کے ذریعہ ''جبر'' کی دلدل میں پھنسنے سے دوری اختیار کرتا ہے، اگر چہ علماء کے ایک گروہ کی نظر میں یہ روش بھی فکری واعتقادی مسائل کے حل کے لئے ناکافی اور ضعیف وناتواں شمار کی گئی ہے، ''اشعری مکتب'' نے تدریجاً اپنے استقلال اور ثبات قدم میں اضافہ کیا ہے اور اہل حدیث (اخباریین عامہ) کے بالمقابل استقامت کا مظاہرہ کیا اور عالم اسلام میں پھیل گیا۔(۲)

ج:۔ ذوقی واشراقی مکتب

بات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہیں اور ایک علیحدہ اور جداگانہ روش کہ جس میں کلامی مسائل جن کا اپنے

---

(۱) دیکھئے: محمد ابو زہرہ: ''تاریخ المذاھب الاسلامیۃ'' قسم الاشاعرہ والماتریدیۃ، آیۃ اللہ شیخ جعفر سبحانی، الملل والنحل، ج۱، ۲، ۳، الفرد بل: (الفرق الاسلامیۃ فی الشمال الافریقی) ص ۱۱۸۔۱۳۰، احمد محمود صبحی: (فی علم الکلام)۔

(۲) سبکی: ''الطبقات الشافعیۃ ج ۳، ص ۳۹۱، الیافعی ''مرآۃ الجنان'' ج ۳، ص ۳۴۳، ابن کثیر: ''البدایۃ والنہایۃ'' ج ۱۲، ص ۷۶۔

محور بحث اور مناقشہ ہے ان سے آزاد ہو کر صوفیوں کے رمزی اور عشقی مسلک کی پیروی کرتے ہیں، یہ مسلک تمام پہلوؤں میں فلسفیوں اور متکلمین کی روش کا جو کہ عقل و نقل پر استوار ہے، مخالف رہا ہے۔ ''منصور حلاج'' (متوفی ۳۰۹ھ) کو بغداد میں اس مذہب کا بانی اور ''امام غزالی'' کو اس کا عظیم رہبر شمار کیا ہے، غزالی اپنی کتاب ''الجام العوام عن علم الکلام'' میں کہتا ہے! یہ راہ ''خواص'' اور برگزیدہ افراد کی راہ ہے اور اس راہ کے علاوہ [کلام و فلسفہ وغیرہ] ''عوام'' اور کمتر درجے والوں نیز ان لوگوں کی راہ ہے جن کے اور عوام کے درمیان فرق صرف ادلہ کے جاننے میں ہے اور صرف ادلہ سے آگاہی استدلال نہیں ہے۔ (۱)

بعض محققین نے عقائد اسلامی کے دریافت کرنے میں امام غزالی اور صوفیوں کی روش کے بارے میں مخصوص کتاب تالیف کی ہے۔ (۲)

ڈاکٹر صبحی، غزالی کی راہ و روش کو صحیح درک کرنے کے بعد کہتے ہیں:

اگرچہ غزالی ذات خداوندی کی حقیقت کے بارے میں غور و خوض کرنے کو عوام پر حرام جانتے ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ان کے متعلق کوئی انکار نہیں کرتا، لیکن انھوں نے ادباء، نحویوں، محدثین، فقہاء اور متکلمین کو عوام کی صف میں قرار دیا ہے اور تاویل کو راسخون فی العلم میں محدود و منحصر جانا ہے اور وہ لوگ ان کی نظر میں اولیاء ہیں جو معرفت کے دریا میں غرق اور نفسانی خواہشات سے منزہ ہیں اور یہ عبارت بعض محققین کے اس دعویٰ کی صحت پر خود ہی قرینہ ہے کہ ''غزالی'' حکمت اشراقی و ذوقی وغیرہ... میں ایک مخصوص اور مرموز عقیدہ رکھتے ہیں جو کہ ان کے عام اور آشکار اعتقاد کے مغائر ہے کہ جس کی بناء پر وہ لوگوں کے نزدیک حجۃ الاسلام کی منزل پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر صبحی سوال کرتے ہیں:

کیا حقیقت میں راسخون فی العلم صرف صوفی حضرات ہیں اور فقہاء، مفسرین اور متکلمین حضرات ان سے خارج ہیں؟!

اگر ایسا ہے کہ فن کلام کی پیدائش اور اس کے ظاہر ہونے سے برائیوں میں اضافہ ہوا ہے تو کیا یہ استثناء (صرف صوفیوں کو راسخون فی العلم جاننا) ان کے لئے ایک خاص موقع فراہم نہیں کرتا ہے کہ وہ اس خاص موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ناروا دعوے اور نازیبا گستاخیاں کریں؟

---

(۱) ''الجام العوام عن علم الکلام'' ص ۶۶ تا ۶۷۔ (۲) ڈاکٹر سلیمان دنیا: ''الحقیقۃ فی نظر الغزالی''

تصوف فلسفی کے نظریات جیسے فیض، اشراق اور اس کے (شرع سے) بیگانہ اصول بہت زیادہ واضح ہیں، اور ان کا اسلامی عقائد کے سلسلے میں شر و نقصان متکلمین کے شر ور سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔(۱)

لیکن بہر صورت، اس گروہ نے اسلامی عقائد میں صوفیانہ طرز کے کثرت سے آثار چھوڑے ہیں کہ ان کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ''فتوحات مکیہ'' نامی کتاب ہے۔(۲)

د: حسی و تجربی مکتب (آج کی اصطلاح میں علمی مکتب)

یہ روش اسلامی فکر میں ایک نئی روش ہے کہ بعض مسلمان دانشوروں نے آخری صدی میں، یورپ کے معاصر فکری رہبروں کی پیروی میں اس کو بنایا ہے، اس روش کا اتباع کرنے والے جدید مصر، ہند، عراق اور ان دیگر اسلامی ممالک میں نظر آتے ہیں جو غرب کے استعماری تمدن اور عالم اسلام پر وارد ہونے والی فکری امواج سے متاثر ہو گئے ہیں۔

وہ لوگ انسانی معرفت و شناخت کے وسائل کے بارے میں مخصوص نظریات رکھتے ہیں، حسی اور تجربی روشوں پر مکمل اعتماد کرنا اور پرانی عقلی راہ و روش اور ارسطوئی منطق کو بالکل چھوڑ دینا ان کے اہم خصوصیات میں سے ہے. یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ''معارف الٰہی'' کی بحث اور ماوراء الطبیعت مسائل کو ''علوم تجربی'' کی روشوں سے اور میدان حس و عمل میں پیش کریں۔(۳)

اس جدید کلامی مکتب کے منجملہ آثار میں سے معجزات کی تفسیر اس دنیا کی مادی علتوں کے ذریعہ کرنا ہے، اور نبوت کی تفسیر انسانی نبوغ اور خصوصیات سے کرنا ہے، بعض محققین نے ان نظریات کی تحقیق و بررسی کے لئے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔(۴)

اس نظریہ کے کچھ نمونے ہمیں ''سر سید احمد خان ہندی'' کے نوشتوں میں ملتے ہیں اگر انھیں اس مکتب کا پیرو نہ مانیں، تب بھی وہ ان لوگوں میں سے ضرور ہیں جو اس نظریہ سے ہمسوئی اور نزدیکی رکھتے ہیں، اس نزدیکی کا

---

(۱) ڈاکٹر احمد محمود صبحی: ''فی علم الکلام'' ج ۲، ص ۲۰۲ تا ۲۰۶.

(۲) شعرانی عبد الوہاب بن احمد: ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر'' ؛ سمیح عاطف الزین: ''الصوفیۃ فی نظر الاسلام'' تیسرا ایڈیشن، دار الکتاب اللبنانی، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء۔ (۳) ڈاکٹر عبد الحلیم محمود: ''التوحید الخالص او الاسلام والعقل'' ، مقدمہ.

(۴) ڈاکٹر عبد الرزاق نوفل: ''المسلمون والعلم الحدیث'' فرید وجدی: ''الاسلام فی عصر العلم''.

سبب بھی یہ ہے کہ انھوں نے غرب کے جدید دانشوروں کے آراء ونظریات کوقرآن کی تفسیر میں پیش کر کے اوراپنی تفسیر کوان نظریات سے پُرکر کے یہ کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کریں کہ قرآن تمام جدید انکشافات سے موافق اور ہماہنگ ہے، سرسید احمد خان ہندی بغیر اس کے کہ اپنے نظریئے کے لئے کوئی حدومرز مشخص کریں، اور دینی مسائل اور جدید علمی مباحث میں اپنا ہدف، روش اور موضوع واضح کریں، ایک جملہ میں کہتے ہیں: ''پورا قرآن علوم تجربی انکشافات سے موافق اور ہم آہنگ ہے''۔(۱)

۵: اہل بیتؑ کا مکتب راہ فطرت

اس مکتب یعنی راہ فطرت کا خمیر، اہل بیتؑ کی تعلیمات میں موجود ہے، ان حضرات نے لوگوں کے لئے بیان کیا ہے: ''اسلامی عقائد کا صحیح طریقہ سے سمجھنا انسانی فطرت سے ہم آہنگی اور مطابقت کے بغیر ممکن نہیں ہے'' اس بیان کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے، کیونکہ قرآن کریم جہاں باطل کا کسی صورت سے گزر نہیں ہے اس میں ذکر ہوا ہے:

﴿......فطرة اللّٰه التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللّٰه ذلك الدین القیم و لکن اکثر الناس لایعلمون﴾ سورہ روم: ۳۰.

اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے، اللہ کی آفرینش میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہے، یہ ہے محکم آئین لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے!

پروردگار عالم نے اس آیت میں اشارہ فرمایا: دینی معارف تک پہنچنے کی سب سے اچھی راہ انسان کی فطرت سلیم ہے، ایسی فطرت کہ جسے غلط اور فاسد معاشرہ نیز بری تربیت کا ماحول بھی بدل نہیں سکتا اور اسے خواہشات، جنگ وجدال محو اور نابود نہیں کر سکتے اور اس بات کی علت کہ اکثر لوگ حق وحقیقت کو صحیح طریقے سے درک نہیں کر سکتے یہ ہے کہ خودخواہی (خود پسندی) اور بے جا تعصب نے ان کے نور فطرت کو خاموش کر دیا ہے، اور ان کے اور اللہ کے واقعی علوم وحقائق کے اور ان کی فطری درک وہدایت کے درمیان طغیانی اور سرکشی حائل ہوگئی ہے اور دونوں کے درمیان فاصلہ ہوگیا ہے۔

---

(۱)۔محمود شلوت ''تفسیر القرآن الکریم'' الاجزاء العشرۃ الاولیٰ'' ص ۱۱ ۔۱۴، اقبال لاہوری: (احیائے تفکر دینی دراسلام) احمد آرام کا ترجمہ ص ۱۴۷۔۱۵۱، سید جمال الدین اسد آبادی: (العروۃ الوثقیٰ) شمارہ ۷، ص ۳۸۳، دردم، اثنی ملاحظہ ہو۔

اس معنی کی سنت نبویؐ میں بھی تاکید ہوئی ہے اور رسول خداؐ سے ایک روایت میں مذکور ہے:

"کل مولودٍ یو لد علی الفطرۃِ فا بوٗ اہ یہو دانہ او ینصرا نہ او یُمجسانہ"(۱)

ہر بچہ اللہ کی پاکیزہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ تو اس کے ماں باپ ہیں جو اسے (اپنی تربیت سے) یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

راہ فطرت کسی صورت عقل ونقل، شہود واشراق، علمی وتجربی روش سے استفادہ کے مخالف نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ یہ راہ شناخت کے اسباب ووسائل میں سے کسی ایک سبب اور وسیلہ میں محدود ومنحصر نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خداوند عالم کی ہدایت کے مطابق میں استعمال کرتی ہے، وہ ہدایت جس کے بارے میں قرآن کریم خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿یمنو ن علیك أن أسلموا قل لاتمنوا علیّ اِسلا مکم بل اللّٰہ یمن علیکم أن ھدا کم للاِیمان اِن کنتم صا دقینَ﴾(۲)

(اے پیغمبرؐ) وہ لوگ تم پر اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، تو ان سے کہہ دو! اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ، بلکہ خدا تم پر احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی طرف ہدایت کی ہے، اگر ایمان کے دعوے میں سچے ہو!

دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿و لولا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ ما زکیٰ منکم من أحدٍ أبداً﴾(۳)

اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا۔

اس راہ کا ایک امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ماننے والے کلامی مناظرے اور پیچیدہ شکوک و شبہات میں نہیں الجھتے اور اس سے دوری اختیار کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اہل بیتؑ کی ان احادیث سے استناد کرتے ہیں جو دشمنی اور جنگ وجدال سے روکتی ہیں، ان کی نظر میں وہ متکلمین جنھیں اس راہ کی توفیق نہیں ہوئی ہے ان کے اختلاف کی تعداد ایک مذہب کے اعتقادی مسائل میں کبھی کبھی (تقریبا) سینکڑوں مسائل تک پہنچ جاتی ہے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب جنائز وکتاب تفسیر؛ صحیح مسلم: کتاب قدر، حدیث ۲۲ تا ۲۴؛ مسند احمد: ج ۲، ص ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۹۳، ۴۱۰، ۴۸۱، ج ۳، ص ۳۵۳؛ صراط الحق: آصف محسنی. (۲) سورہ حجرات ر ۱۷ (۳) سورہ نور ر ۲۱.

(۴) علی ابن طاؤوس، "کشف المحجۃ لثمرۃ المھجۃ" ص ۱۱۱ اور ص ۳۰، پریس داروی قم.

یہ پاکیزہ ''فطرت''، جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے، اہل بیتؑ کی روایات میں کبھی ''طینت اور سرشت'' اور کبھی ''عقل طبیعی'' سے تعبیر ہوتی ہے، اس موضوع کی مزید معلومات کے لئے اہل بیتؑ کی گرانبہا میراث کے محافظ اوران کے شیعوں کی حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔(۱)

اسلامی عقائد کے بیان میں مکتب اہل بیتؑ کے اصول ومبانی

عقائد میں ایک مہم ترین بحث اس کے ماخذ ومدارک کی بحث ہے، اسلامی عقائد کے مدارک جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے، صرف کتاب خداوندی اور سنت نبویؐ ہیں، لیکن مکتب اہل بیتؑ اور دیگر مکاتب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مکتب اہل بیتؑ پوری طرح سے اپنے آپ کو ان مدارک کا تابع جانتا ہے اور کسی قسم بھی کی خواہشات، ہوائے نفس اور دلی جذبات اور تعصب کو ان پر مقدم نہیں کرتا اور ان دونوں مرجع سے عقائد حاصل کرنے میں صرف قرآن کریم اور روایات رسول اسلام میں اجتہاد کے اصول عامہ کو ملحوظ رکھتا ہے، ان میں سے بعض اصول یہ ہیں:

۱۔ان نصوص وتصریحات کے مقابلے میں، جو معارض سے خالی ہوں یا معارض ہو لیکن نص کے مقابل استقامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، کبھی اجتہاد کو نص پر مقدم نہیں رکھتے اس حال میں کہ بعض ہوا پرستوں اور نت نئے مکتب بنانے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لغو اور بیہودہ تاویلات کے ذریعہ اپنے آپ کو نصوص کی قید سے آزاد کرلیں، عنقریب اس کے ہم چند نمونوں کی نشان دہی کریں گے۔

حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام ''حارث بن حوط'' کے جواب میں فرماتے ہیں:

" انك لم تعرف الحقّ فتعرف من اتاه و لم تعرف الباطل فتعرف مَن أتا ه"(۲)

تم نے حق ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو اور تم نے باطل ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو۔

۲۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں: مکتب اہل بیتؑ کے ماننے والے کسی چیز کو نص اور اس روایت پر جو قطعی اور متواتر ہو مقدم نہیں کرتے اور یہ اسلام کے عقیدہ میں نہایت اہم اصل ہے، کیونکہ عقائد میں ظن وگمان اور اوہام کا گزر نہیں ہے، اس پر ان لوگوں کو توجہ دینی چاہیئے جو کہ ''سلفی'' نقطہ نظر رکھتے ہیں، نیز

---

(۱) کافی کلینی: ترجمہ، ج ۳، ص ۲، باب طینۃ المومن والکافر، چوتھا ایڈیشن، اسلامیہ تہران ۱۳۹۲ھ۔ (۲) نہج البلاغہ، حکمت: ۲۶۲:

وہ لوگ جو آحاد اور ضعیف روایات کو عقائد میں قبول کرتے ہیں اور اس کا شدت کے ساتھ دفاع کرتے ہیں، نیز اسی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، "سلفی حضرات" اور اہل سنت کے اخباریوں کو توجہ کرنا چاہئے کہ روایات میں "حق و باطل اور سچ و جھوٹ، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ حفظ (حقیقت) و وہم" سب کچھ پائے جاتے ہیں۔(۱)

بہت جلد ہی اس موضوع کی مزید شرح و وضاحت پیش کی جائے گی۔

۳۔ اسلامی عقائد دو حصوں پر مشتمل ہیں: ضروری و نظری:

ضروری اسلامی عقائد:

ضروری وہ ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا مگر یہ کہ دین کے دائرہ سے خارج ہو جائے کیونکہ ضروری کا شمار، دین کے بدیہیات و واضحات میں ہوتا ہے جیسے: توحید، نبوت اور معاد وغیرہ۔

نظری اسلامی عقائد:

نظری وہ ہیں جو تحقیق و برہان، شاہد و دلیل کا محتاج ہو اور اس میں صاحبان آراء و مذاہب کا اختلاف ممکن ہو، ضروری عقائد کا منکر کافر ہو جاتا ہے لیکن نظری عقائد کے منکر تکفیر سے روکا گیا ہے۔

۴۔ عقیدہ میں قیاس اور استحسان کی کوئی اہمیت نہیں جانتے ہیں۔

۵۔ حکم صریح عقلی کی حکم صحیح نقلی سے مفاقفت پر ایمان رکھتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ تمام اوصاف لازم کی ان دونوں میں رعایت کی گئی ہو اور کبھی بھی ظن و گمان کو یقین کی جگہ قرار نہیں دیتے وہ لوگ کبھی ضعیف خبر سے استناد نہیں کرتے اور نہ ہی خبر واحد کو صحیح متواتر کی جگہ اپناتے ہیں۔

۶۔ ذاتی اجتہاد، خیال بافی اور گمان آفرینی سے عقائد میں اجتناب کرتے ہوئے ان تعبیروں سے جو بدعت شمار ہوتی ہیں کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

۷۔ اللہ کے تمام انبیاء اور بارہ ائمہ کو صلوات اللہ اجمعین معصوم جانتے ہیں اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے آثار نیز صحیح و معتبر روایات پر ایمان رکھنا واجب ہے اور مجتہدین حضرات ان آثار میں کبھی درست اور صواب کی راہ اختیار کرتے ہیں تو کبھی خطا کر جاتے ہیں، لیکن وہ اجتہاد کی تمام شرطوں کی رعایت کریں اور اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو معذور قرار پائیں گے۔

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۰۔

۸۔ امت کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں ''محدَّث'' اور ''مُلهَم'' کہتے ہیں: نیز ایسے لوگ بھی ہیں جو صحیح خواب دیکھتے ہیں اور اس کے ذریعہ حقائق تک رسائی حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ ساری باتیں اثبات چاہتی ہیں اور ان کا استعمال ذاتی عقیدہ کی حد تک ہے اور اس پر عمل انفرادی دائرہ سے آگے نہیں بڑھتا۔

۹۔ عقائد میں مناظرہ اور مناقشہ اگر افہام و تفہیم کے قصد سے آداب تقویٰ کی رعایت کے ساتھ ہو تو پسندیدہ ہے، لیکن یہ انسان کا فریضہ ہے کہ جو نہیں جانتا اس کے بارے میں کچھ نہ کہے، بحث و مناظرہ اگر ضد، ہٹ دھرمی، خودنمائی کے ساتھ نازیبا کلمات اور بداخلاقی کے ذریعہ ہو تو یہ امر ناپسندیدہ اور قبیح ہے اور اس سے عقیدہ کی حفاظت کے لئے اجتناب واجب ہے۔

۱۰۔ ''بدعت'' دین کے نام پر ایک اختراعی اور جعلی چیز ہے جو کہ دین سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ ہی شریعت میں کوئی اصل رکھتی ہے، کبھی ایسی چیز کو بھی ''بدعت'' کہہ دیتے ہیں کہ اگر دقت اور غور و خوض سے کام لیا جائے تو وہ ''بدعت'' نہیں ہے، جیسا کہ بعض ان چیزوں کو جو ''سنت'' نہیں ہیں سنت کہہ دیتے ہیں، لہٰذا فتویٰ دینے سے پہلے غور و فکر کرنا لازم ہے۔ (۱)

۱۱۔ ''تکفیر'' کے بارے میں غور و فکر اور دقت نظر واجب ہے اس لئے کہ جب تک کسی کا کفر خود اس کے اقرار یا قطعی بینہ ذریعہ ثابت نہ ہو اس کے بارے میں کفر کا حکم جائز نہیں ہے، کیونکہ (تکفیر) حد شرعی کا باعث ہے اور حد شرعی کے بارے میں فقہی قاعدہ یہ ہے کہ ''إنَّ الحدود تدرأ بالشبهات'' حدود شبہات سے برطرف ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو کافر سمجھنا عظیم گناہ ہے مگر یہ کہ حق ہو۔

۱۲۔ اختلافی موارد میں ''کتاب، سنت اور عترت'' کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جیسا کہ رسول خداؐ نے حکم دیا ہے اور خداوند عالم اس کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿و لو ردُّوهُ إلى الرسول و إلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطو نه منهم و لولافضل الله عليكم و رحمته لا تّبعتُمُ الشّيطان إلاّ قليلاً﴾ (۲)

اور اگر (حوادث اور پیش آنے والی باتوں کے سلسلہ میں) پیغمبرؐ اور صاحبان امر کی طرف رجوع کریں تو انہیں بنیادی مسائل سے آگاہی و آشنائی ہو جائے گی، اگر تم پر خدا کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوتا تو کچھ لوگوں کے علاوہ تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرتے۔

(۱) سید مرتضی علی ابن الحسین الموسوی (وفات ۴۳۶ھ)، رسائل الشریف المرتضی، رسالۃ الحدود و الحقائق۔ (۲) نساء/۸۳۔

۱۳۔ خداوند عالم کے صفات سے متعلق اہل بیتؑ کا نظریہ یہ ہے:

''خداوند عالم؛ حی، قادر اور اس کا علم ذاتی ہے، یعنی حیات، قدرت اور علم عین ذات باری تعالی ہے، خداوند سبحان (مشبہہ اور بدعت گزاروں جیسے ابو ہاشم جبائی کے قول کے برخلاف) زائد بر ذات صفات و احوال سے منزہ و مبرا ہے، یہ ایسا نظریہ ہے جس پر تمام امامیہ اور معتزلہ (ماسوا ان لوگوں کے جن کا ہم نے نام لیا ہے) اکثر مرجئہ تمام زیدیہ اور اصحاب حدیث و حکمت کے ایک گروہ کا اتفاق ہے(۱) ان کا اثبات و تعطیل کے درمیان ایک نظریہ ہے یعنی باوجودیکہ خداوند سبحان کو زائد بر ذات صفات رکھنے سے منزہ جانتے ہیں لیکن اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات سے متعلق بحث کو ممنوع اور بے فائدہ نہیں جانتے ہیں''۔

۱۴۔ وہ لوگ ''حسن و قبح'' عقلی کے معتقد ہیں اور کہتے ہیں: بعض اشیاء کے ''حسن و قبح'' کا درک کرنا عقل کے نزدیک بدیہی اور آشکار ہے۔

---

(۱) شیخ مفید: ''اوائل المقالات''، ص ۱۸

اہل بیتؑ کی راہ قرآن کی راہ ہے

اسلامی عقائد میں مکتب اہل بیت کو جب بدیہی معلومات اور باعظمت یقینیات کے ساتھ موازنہ کیا جاتا ہے تو اس کی فوقیت و برتری کی تجلی کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو جاتی ہے، ہم اس کے کچھ نمونوں کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

ا۔ توحید کے بارے میں:

توحید کے سلسلے میں اہل بیتؑ کا مکتب قرآن کریم کی تعلیم کی بنیاد پر خداوند عالم کو مخلوقات سے ہر قسم کی تشبیہ اور مثال و نظیر سے بطور مطلق منزہ قرار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿لیس کمثلہ شیءٌ وھو السمیع البصیر﴾(۱)

کوئی چیز اس (خدا) کے جیسی نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اسی طرح نگاہوں سے رویت خداوندی کو قرآن کریم کے الہام کے ذریعہ مردود جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا: ﴿لا تدرکہ الأبصار وھو یدرک الأبصار وھو اللّطیف الخبیر﴾(۲)

نگاہیں (آنکھیں) اسے نہیں دیکھتیں لیکن وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف و آگاہ ہے۔

نیز مخلوقات کے صفات سے خدا کی توصیف کرنا مخلوقات کی طرف سے ناممکن جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

الف ۔ ﴿سبحانہ وتعالیٰ عمّا یصفون﴾ (۳)

جو کچھ وہ توصیف کرتے ہیں خدا اس سے منزہ اور برتر ہے!

ب ۔ ﴿سبحان ربك ربّ العزّة عمّا یصفون﴾ (٤)

---

(۱) شوریٰ/۱۱، (۲) انعام/۱۰۳، (۳) انعام/۱۰۰، (۴) صافات/۱۸۰

تمہارا پروردگار، پروردگار عزت ان کی توصیف سے منزہ اور مبرا ہے۔

۲۔عدل کے بارے میں:

مکتب اہل بیتؑ نے خدا سے ہر قسم کے ظلم وستم کی نفی کی ہے اور ذات باری تعالیٰ کو عدل مطلق جانتا ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا:

الف۔ ﴿إنّ اللّٰہ لایظلم مثقال ذرۃ﴾

بیشک خداوند عالم ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

ب۔﴿ان اللّٰہ لایظلم الناس شیئاً و لکن الناس أنفسھم یظلمون﴾(۱)

بیشک خداوند عالم لوگوں کے اوپر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر کچھ بھی ظلم کرتے ہیں۔

۳۔نبوت کے بارے میں:

نبوت کے بارے میں مکتب اہل بیتؑ کا نظریہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام مطلقاً معصوم ہیں، کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

الف: ۔﴿ وما کان لنبي أن یغلّ ومن یغلل یأت بماغلّ یوم القیامۃ﴾(۲)

اور کوئی پیغمبر خیانت نہیں کرتا اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن جس چیز میں خیانت کی ہے اسے اپنے ہمراہ لائے گا۔

ب:۔ ﴿ قل إنيّ أخاف إن عصیت ربیّ عذاب یوم عظیم﴾(۳)

(اے پیغمبرؐ) کہہ دو! میں بھی اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس عظیم دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔

ج :۔ ﴿ ولو تقوّل علینا بعض الأقاویل﴾﴿لاخذ نا منه بالیمین۔ ثمّ لقطعنا منه الوتین﴾(٤)

اگر وہ (پیغمبر) ہم پر جھوٹا الزام لگاتا تو ہم اسے قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے، پھر اس کے دل کی رگ کو قطع کردیتے۔

اسی طرح مکتب اہل بیتؑ تمام فرشتوں کو بھی معصوم جانتا ہے، کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

---

(۱) یونس/۴۴ (۲) آل عمران/۱۶۱ (۳) انعام/۱۵ (۴) حاقہ/۴۴۔۴۶

﴿علیھاملا ئکة غلا ظ شدا دلا یعصو ن اللہ ماأمر ھم ویفعلو ن ما یومرون﴾

اُس (جہنم) پر سخت گیراور درشت مزاج فرشتے مامور ہیں اور کبھی خدا کی جس کے بارے میں اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس پر وہ مامور ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔(۱)

۴۔امامت کے بارے میں:

مکتب اہل بیت کہتا ہے: امامت یعنی پیغمبر اکرمؐ کی دینی اور دنیاوی امور میں نیابت یہ ایک ایسا اللہ کا عہدو پیمان ہے کہ جو غیر معصوم کو نہیں ملتا، کیونکہ، خداوند عالم نے فرمایا ہے:

﴿واذ ابتلیٰ ابرا ھیم ربُّہ بکلما ت فا تمّھنّ قال انّی جا علك للناس اماماً قال و من ذُرّیتی قال لا ینا ل عھدی الظّالمین﴾(۲)

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ربّ نے چند کلمات (طریقوں) سے آزمایا اور وہ بحسن وخوبی اس سے عہدہ برآ ہو گئے تو خداوند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو لوگوں کا امام اور پیشوا قرار دیا! ابراہیمؑ نے عرض کیا: میری ذریت میں بھی اس عہد کو قرار دے گا؟ فرمایا: میرا یہ عہد ظالموں کو نصیب نہیں ہوگا۔

آیت شریفہ کے [مضمون اور ابراہیمؑ کے امتحان دینے کی کیفیت] سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تمام رسولوں، انبیاء اور ائمہ کے خواب جھوٹ سے محفوظ بلکہ صادق ہوتے ہیں اور خداوند عالم انھیں خواب میں بھی غلطی اور اشتباہ سے محفوظ رکھتا ہے۔(۳)

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ راہ اہل بیتؑ کی قرآن کریم سے مطابقت اور ہماہنگی کا ایک نمونہ تھا۔

---

(۱) تحریم/۶ (۲) بقرہ/۱۲۴ (۳) شیخ مفید، اوائل المقالات، ص ۴۱۔

مکتب اہل بیتؑ میں "عقل" کا مقام

مکتب اہل بیتؑ کا نظریہ عقل کے استعمال اور اس کی اہمیت کے متعلق ایک درمیانی نظریہ ہے جو معتزلہ کی تندروئی اور شدت پسندی سے اور اہل حدیث کے ظاہرین افراد کی سستی اور جمود سے محفوظ ہے۔

شیخ مفیدؒ [متوفی ۴۱۳ھ] کہتے ہیں:

یہ جو بات امامیہ کے مخالفین کہتے ہیں: "تمہارے ائمہ کی امامت پر صریح اخبار تواتر کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں اور آحاد خبریں حجت نہیں ہیں" ہمارے مکتب کے لئے ضرر رساں نہیں ہے اور ہماری حجت و دلیل کو بے اعتبار نہیں کرتی، کیونکہ ہماری خبریں "عقلی دلائل کے ہمراہ ہے، یعنی وہ دلائل ماضی میں جن کی تفصیل اماموں کی امامت اور ان کے صفات کے بارے میں گزر چکی ہے، وہ دلائل (جیسا ہمارے مخالفین نے تصور کیا ہے) اگر باطل ہوں، تو "ائمہ پر نص کے وجوب کے عقلی دلائل" بھی باطل ہو جائیں گے......"(۱)

اور یہ بھی کہتے ہیں: "ہم خدا کی مرضی اور اس کی توفیق سے، اس کتاب میں مکتب شیعہ اور مکتب معتزلہ کے درمیان فرق اور عدلیہ شیعہ اور عدلیہ معتزلہ کے درمیان افتراق و جدائی کے اسباب کا اثبات کریں گے۔"(۲)

شیخ صدوق محمد بن بابویہ (متوفی ۳۸۱ھ) فرماتے ہیں: "......خداوند عالم کسی سبب کی سمت دعوت نہیں دیتا مگر یہ کہ اس کی حقانیت کو عقول میں اجاگر کر دے اور اگر اس کی حقانیت کو عقلوں میں اجاگر اور روشن نہ کیا ہو تو دعوت ناروا اور بے جا ہوگی اور حجت ناتمام کہلائے گی، کیونکہ اشیاء اپنے اشکال کو جمع کرنے والی اور اپنی ضد کے بارے میں خبر دینے والی ہیں، لہٰذا اگر عقل میں رسولوں کے انکار کی جگہ اور گنجائش ہوتی تو خداوند عالم کسی پیغمبر کو ہرگز مبعوث نہ کرتا۔"(۳)

---

(۱) شیخ مفید: "المسائل الجارودیہ" ص ۴۶ طبع، شیخ مفید، ہزار سالہ عالمی کانفرنس، قم، ۱۴۱۳ھ۔

(۲) شیخ مفید: "اوائل المقالات فی المذاہب والمختارات" (۳) ابن بابویہ: "کمال الدین وتمام النعمۃ" طبع سنگی، تہران، ۱۳۰۱ھ۔

مزید کہتے ہیں: اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ کہا جائے: ہم نے خدا کو اس کی تائید ونصرت سے پہچانا، کیونکہ، اگر خدا کو اپنی عقل کے ذریعہ پہچانا تو وہی عقل عطا کرنے والا ہے اور اگر ہم نے اسے انبیاء، رسولوں اور اس کی حجتوں کے ذریعہ پہچانا تو اسی نے تمام انبیاء رسولوں اور ائمہ کا انتخاب کیا ہے اور اگر اپنے نفس کے ذریعہ معرفت حاصل کی تو اس کا بھی وجود میں لانے والا خداوند ذوالجلال ہے لہٰذا اسی کے ذریعہ ہم نے اس کو پہچانا۔"(۱)

اس طرح سے عقل کا استعمال اور اس سے استفادہ کرنا، یعنی اس کا کتاب، سنت اور ائمہ معصومینؑ کے ہمراہ کرنا اہل بیتؑ کی روش کے علاوہ کہیں کسی دوسری اسلامی روش میں نہیں ملتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: "**لولا الله ماعرفنا ولولانحن ماعرف الله**" اگر خدا نہ ہوتا تو ہم پہچانے نہیں جاتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو خدا پہچانا نہیں جاتا۔(۲)

اس حدیث کی شرح میں شیخ صدوق کہتے ہیں: یعنی اگر خدا کی حجتیں نہ ہوتیں تو خدا جیسا کہ وہ مستحق اور سزاوار ہے پہچانا نہیں جاتا اور اگر خدا نہ ہوتا تو خدا کی حجتیں پہچانی نہیں جاتیں۔"(۳)

کلامی مناظرہ اور اہل بیت علیہم السلام کا نظریہ

گزشتہ بحثوں میں ان لوگوں کے نظریہ سے آگاہ ہو چکے جو دین میں بطور مطلق ہر طرح کے بحث و مناظرہ کو ممنوع جانتے ہیں نیز ان لوگوں کے نظریہ سے آشنا ہوئے جو معتدل رہتے ہوئے اقسام مناظرہ کے درمیان تفصیل اور جدائی کے قائل ہیں۔

اہل بیتؑ کی روش بھی اس سلسلے میں معتدل اور درمیانی ہے، وہ لوگ کتاب خداوندی کی پیروی میں جدال کی دو قسم کرتے ہیں:

۱۔ جدال حسن

۲۔ جدال قبیح

خداوند متعال فرماتا ہے:

---

(۱) توحید شیخ صدوق: ص ۲۹۰.

(۲) توحید صدوق: ص ۲۹۰ (۳) توحید صدوق: ص ۲۹۰

﴿أدع إلىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن إنَّ ربّك هو اعلم بمن ضلَّ عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين﴾

(لوگوں کو) حکمت اور نیک موعظہ کے ذریعہ سے اپنے ربّ کے راستہ کی طرف دعوت دو اور ان سے نیک روش سے جدال و مناظرہ کرو تمہارا ربّ ان لوگوں کے حال سے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے اور گمراہ ہو گئے ہیں زیادہ واقف ہے اور وہی ہدایت یافتہ افراد کو بہتر جانتا ہے۔ (۱)

اس سلسلہ میں شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں:

[ہمارے ائمہ] صادقین نے اپنے شیعوں کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ وہ اظہار حق سے باز رہیں اور اپنا تحفظ کریں' اور حق کو اپنے اندر دین کے دشمنوں سے چھپائے رکھیں اور ان سے ملاقات کے وقت اس طرح برتاؤ کریں کہ مخالف ہونے کا شبہ ان کے ذہن سے نکل جائے، کیونکہ یہ روش اس گروہ کے حال کے لئے زیادہ مفید تھی، نیز اسی حال میں شیعوں کے ایک دوسرے گروہ کو حکم دیا کہ مخالفین سے بحث و مناظرہ کر کے انھیں حق کی سمت دعوت دیں، کیونکہ ہمارے ائمہ جانتے تھے کہ اس طریقہ سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔'' (۲)

شیخ مفیدؒ کی اپنی گفتگو میں ''صادقین'' سے مراد رسول خداؐ کی عترت سے ''منصوص ائمہ'' ہیں کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں جن کی طہارت کی گواہی دی اور انھیں گناہ و معصیت سے پاک و پاکیزہ قرار دیا اور انھیں مخاطب قرار دے کر فرمایا ہے:

﴿إنّما يريد الله ليذهب عنكم الرّجس أهل البيت ويطهّركم تطهيرا﴾ (۳)

خداوند عالم کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیتؑ سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

خداوند عالم نے امت اسلامی کو بھی تقوائے الٰہی اور عقیدہ و عمل میں ان حضرات کی ہمراہی کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصّادقين﴾ (٤)

اے اہل ایمان! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!

---

(۱) نحل/۱۲۵ (۲) شیخ مفید: ''تصحیح الاعتقاد'' ص ۶۶.

(۳) احزاب/۳۳. (۴) توبہ/۱۱۹.

بیشک وہ ایسے امام ہیں جن کے اسمائے گرامی کو رسول خداؐ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا اور ہر ایک امام نے اپنے بعد والے امام کا بارہ اماموں تک واضح اور آشکار تعارف کرایا ہے، ان کے اولین و آخرین کے نام اور عدد پر نص اور صراحت رسول گرامیؐ کی سنت میں موجود ہے، جو چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ (۱)

عقل وحی کی محتاج ہے

منجملہ ان باتوں کے جو عقل و شرع کے درمیان ملازمہ کے متعلق کتب اہل بیتؑ میں تاکید کرتی ہیں وہ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ہے، وہ کہتے ہیں: [عقل وحی کی محتاج ہے] لیکن حضرت ابراہیم خلیلؑ کا استدلال کہ زہرہ کی طرف نظر کر کے اس کے بعد چاند اس کے بعد سورج کی طرف نظر کر کے ان کے ڈوبنے کے وقت کہا:

﴿یا قوم اِنّی بریٔ ممّا تشر کون﴾ (۲)

اے میری قوم! میں ان شرکاء سے جو تم خدا کے لئے قرار دیتے ہو بیزار ہوں۔

یہ کلام اس وجہ سے تھا کہ آپ ملہم نبی اور الہام خداوندی کے ذریعہ مبعوث پیغمبر تھے، کیونکہ خداوند عالم نے خود ہی فرمایا ہے:

﴿و تلک حُجّتُنا ءَ اتینا ھا اِبراھیم علیٰ قو مہ﴾ (۳)

یہ ہمارے دلائل تھے جن کو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا۔

اور تمام لوگ ابراہیمؑ کے مانند (غیبی الہام کے مالک) نہیں ہیں، اگر ہم توحید کی شناخت میں خدا کی نصرت اور اس کی شناسائی کرانے سے بے نیاز ہوتے اور عقلی شناخت ہمارے لئے کافی ہوتی تو خداوند سبحان پیغمبر اکرمؐ سے نہیں فرماتا:

﴿فا علم انّہ لا اِلہ اِلاّ اللہ﴾ (٤)

پھر جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

ابن بابویہؒ کی مراد یہ ہے کہ عقل بغیر وحی کی نصرت و تائید کے جیسا خدا کو پہچاننا چاہئے نہیں پہچان سکتی، نہ

(۱) ابن عباسؒ، جوہری ''مقتضب الاثر فی النص علی عدد الائمۃ الاثنی عشر''؛ ابن طولون الدمشقی، الشذرات الذھبیہ فی ائمۃ الاثناء عشریہ''؛ المفید، المسائل الجارودیہ، ص ۳۵، ۳۶، طبع ہزار سالہ شیخ مفید کانفرس قم، ۱۴۱۳ھ؛ ''اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات'' شیخ حر عاملی تحقیق: ابو طالب تجلیل طبع قم، ۱۴۰۱ھ، ملاحظہ ہو۔ (۲) سورہ انعام/۷۸۔ (۳) سورہ انعام/۸۳۔ (۴) سورہ محمد/۱۹۔

یہ کہ عقلی نتائج بے اعتبار ہیں۔(۱)

یہی مطلب شیخ مفید کی بات کا بھی ہے کہ فرماتے ہیں: عقل مقدمات اور نتائج میں وحی کی محتاج ہے۔(۲)

لیکن اسی حال میں، وہ خود عقل کے استعمال کو عقائد اسلامی کے سمجھنے میں تقویت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: خدا کے بارے میں گفتگو کرنے کی ممانعت صرف اس لئے ہے کہ خلق سے خدا کی مشابہت اور ظلم وستم کی خالق کی طرف نسبت دینے سے لوگ باز آئیں۔(۳)

انھوں نے عقل ونظر کے استعمال کے لئے مخالفین سے احتجاج کرنے میں دلیل پیش کی ہے اور ان لوگوں کو فکر (رائے) ونظر کے اعتبار سے ناتواں اور ضعیف تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''عقل ونظر کے استعمال سے روگردانی کی بازگزشت تقلید کی طرف ہے کہ جس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ وہ مذموم اور ناپسند ہے۔''(۴)

نقل کا مرتبہ

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ''عقل'' اہل بیتؑ کے مکتب میں اپنی تمام تر ارزش واہمیت کے باوجود ''معرفت دینی'' میں نور وحی سے بے نیاز نہیں ہے اور اس سے کوئی بھی کلامی اور اسلامی مکتب فکر انکار نہیں کرتا، جو کچھ بحث ہے نقل پر اعتماد کے حدود کے سلسلے میں ہے، کیونکہ نقل (یہاں پر اس سے مراد حدیث ہے چونکہ قرآن کریم کی نقل متواتر اور قطعی ہے) کبھی ہم تک متواتر صورت میں پہنچتی ہے، یعنی راویوں اور ناقلین کی کثرت کی وجہ سے ہر طرح کے شکوک وشبہات برطرف ہو جاتے ہیں، اس طرح سے کہ انسان کو رسول اکرمؐ یا عترت طاہرہؑ یا آنحضرتؐ کے اصحاب سے حدیث صادر ہونے کا اطمینان پیدا ہو جاتا ہے، لیکن کبھی حدیث اس حد کو نہیں پہنچتی ہے، بلکہ صرف ظن قوی یا گمان ضعیف حاصل ہوتا ہے اور کبھی اس حد تک پہنچتی ہے کہ اسے خبر واحد کہتے ہیں، یعنی وہ خبر جو ایک آدمی نے روایت کی ہو اور صرف ایک شخص اس خبر کے معصوم سے صادر ہونے کا مدعی ہو اس حالت میں بھی بہت سارے مقامات پر شک وجہل کی طرف مائل ظن اور گمان پیدا ہوتا ہے۔

مکتب اہل بیتؑ کا اس آخری حالت میں موقف یہ ہے:

---

(۱) توحید: ص ۲۹۲۔ (۲) شیخ مفید: ''اوائل المقالات'' ص ۱۱۔۱۲۔ (۳) تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد: ص ۲۶، ۲۷۔

(۴) تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد: ص ۲۸، طبع شدہ با اوائل المقالات، تبریز ۱۳۷۱ھ، ش۔

''اس طرح کی روایات کے صدق وصحت پر اگر کوئی قرینہ نہ ہوتو قابل اعتماد اور لائق استناد نہیں ہیں۔''

عقائد میں خبر واحد کا بے اعتبار ہونا

مکتب اہل بیت میں خبر واحد پر بے اعتمادی جب عقیدتی مسائل تک پہنچتی ہے تو جو کچھ ہم نے کہا اس سے بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے، کیونکہ عقائد اپنی اہمیت کے ساتھ ضعیف دلائل اور کمزور براہین سے ثابت نہیں ہوتے ہیں، بالخصوص ہمارے زمانہ میں جب کہ ہمارے اور رسول اکرمؐ نیز سلف صالح کے زمانے میں کافی فاصلہ ہو گیا ہے اور ہم پر فرض ہے کہ کافی کوشش وتلاش کے ساتھ مشکوک اور گمان آور باتوں سے اجتناب کرتے ہوئے یقینیات یقین کرنے والی باتیں یا جوان سے نزدیک ہوں ان کی طرف رخ کریں، تاکہ ان فتنوں اور جدلی اختلافات اور جنجالوں میں واقع ہونے سے محفوظ رہیں جو دین اور امت کے اتحاد کو بزرگترین خطرہ سے دوچار کرتے ہیں۔

شیخ مفید اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

''ہمارا کہنا یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ اخبار آحاد سے آگاہی اور ان پر عمل کرنا واجب نہیں ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے دین میں خبر واحد کے ذریعہ قطع ویقین تک پہنچے مگر یہ کہ اس خبر کے ہمراہ کوئی قرینہ ہو جو اس کے راوی کے بیان کی صداقت پر دلالت کرے، یہ مذہب تمام شیعہ کا اور بہت سے معتزلہ، محکمہ کا اور مرجئہ کے ایک گروہ کا ہے کہ جو عامہ کے فقیہ نما افراد اور اصحاب رائے کے خلاف ہے۔''(۱)

جی ہاں! عقیدتی مسائل میں مکتب اہل بیتؑ کے پیرو محتاط ہیں کیونکہ اہل بیتؑ نے اپنے ماننے والوں کو احتیاط کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب ورع وہ ہے جو شبہات کے وقت اپنا قدم روک لے اور احتیاط سے کام لے۔

بحث کا خاتمہ

اب ہم اپنی بحث کے خاتمہ پر عقائد اسلامی سے متعلق مکتب اہل بیت علیہم السلام کی روش بیان کرنے اس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اہل بیتؑ کا نہج اور راستہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کامل اور اکمل نہج اور راستہ ہے، جو اپنی جگہ پر شناخت کے تمام وسائل سے بہرہ مند ہے، مثال کے طور پر الٰہیات کے مسائل اور باری تعالیٰ کے صفات کو تجربہ کی راہ سے درک نہیں کرتا، کیونکہ یہ مسائل ایسے وسائل کی دسترس سے

---

(۱) اوائل المقالات، ص۱۰۰، طبع تبریز ۱۳۷۱ھ ش۔

دور ہیں، اسی طرح ایک وسیلہ پر جمود اور اڑے رہنے جیسے باطنی اشراق اور صوفی عشق وذوق کو بھی جائز نہیں سمجھتا، جس طرح کہ عقل کے بارے میں بھی زیادہ روی اور غلو سے کام نہیں لیتا اور اسے مستقل اور تمام امور (منجملہ ان کے غیب اور نہاں نیز جزئیات معاد) کا درک کرنے والا نہیں جانتا اور وحی (نقل) کے بارے میں کہتا ہے کہ وحی کا درک کرنا نور عقل سے استفادہ کئے بغیر ناممکن ہے۔

اہل بیتؑ کا مکتب یہ ہے کہ جو بھی روایت، سنت اور نقل کی صورت میں ہو۔ جب تک کہ اس کی نسبت کی صحت پیغمبر اکرمؐ، ائمہؑ اور صحابہ کی طرف ثابت نہ ہو نیز جب تک اس کا تمام نصوص اور قرآن کی تصریحات سے مقابلہ نہ کرلے اور اس کے عام وخاص، ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور حقیقت ومجاز کو پہچان نہ لے، اس وقت۔ تک اس کے قبول کرنے میں سبقت نہیں کرتا مختصر یہ کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام اس ''اجتہاد'' پر موقوف ہے جو نصوص سے شرعی مقصود کے سمجھنے میں جد وجہد اور قوت صرف کرنے اور اپنی تمام تر توانائی کا استعمال کرنے کے معنی میں ہے، اس کے باوجود نقد وتحقیق اور علمی مناظرہ اور مناقشہ سے۔ جب تک عواطف وجذبات کو برانگیختہ نہ کیا جائے، یا دشمنی نہ پیدا ہو۔ نہ صرف یہ کہ منع نہیں کرتا بلکہ اسے راہ پروردگار کی طرف دعوت، جدال احسن، حکمت اور موعظۂ حسنہ سمجھتا ہے، جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا ہے:

﴿و الّذین آمنوا و عملو االصا لحا ت لا نُکلّف نفساً اِلّاو سعها او لآ ئك أصحاب الجنّة هـم فیها خا لدون﴾﴿ و نزعنا ما فی صدورهم من غلّ تجری من تحتهم الأنهار و قالوا ألحمد للّه الذی هدا نا لهذا و ما کُنا لنهتدی لو لاأن هدا نا اللّه لقد جائت رُسل ربّنا بالحقّ و نو دوا أن تلکم الجنّةأورثتمو ها بما کنتم تعملون﴾(۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہ اہل بہشت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ان کے دلوں میں کینہ ہے، اسے ہم نے یکسر ختم کردیا ہے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ کہتے ہیں: خدا کی ستائش اور اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس راستہ کی ہدایت کی'' ایسا راستہ کہ اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم راہ گم کرجاتے! یقیناً ہمارے ربّ کے رسول حق لائے! ('' ایسے موقع پر) ان سے کہا جائے گا: یہ بہشت ان اعمال کے عوض اور بدلے میں جو تم نے انجام دئے ہیں، تمھیں بطور میراث ملی ہے۔

---

(۱) اعراف/۴۲،۴۳

روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات

۱۔ مسعودی کی روایت کے مطابق آغاز خلقت:

مسعودی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؑ نے ابتدائے خلقت کو اپنے مختصر سے خطبہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"......فسبح الأرض على ظهر الماء، وأخرج من الماء دخاناً فجعله السماء، ثم استجلبهما إلى الطاعة فاذعنتا بالاستجابة، ثم أنشأ الله الملائكة من أنوار ابدعها و ارواح اخترعها، و قرن بتوحيده نبوّة محمد صلى الله عليه وآله و سلم فشهرت في السماء قبل بعثته في الأرض، فلما خلق الله آدم أبان فضله للملائكة، و أراهم ما خصّه به من سابق العلم من حيث عرّفه عند استنبائه إياه أسماء الاشياء، فجعل الله آدم محراباً وكعبة وباباً و قبلة أسجد اليها الأبرار و الروحانيين الأنوار ثم نبّه آدم على مستودعه، وكشف له عن خطر ما ائتمنه عليه، بعد ما سماه إماماً عند الملائكة"(۱)

اس (خدا) نے پانی کی پشت پر زمین بچھائی اور پانی سے بھاپ اور دھواں نکالا اور اسے آسمان بنایا، پھر ان دونوں کو اطاعت کی دعوت دی، ان دونوں نے بھی عاجزانہ جواب دیا اور لبیک کہی، اس کے بعد اس نور سے جسے خود پیدا کیا تھا اور اس روح سے جسے خود ایجاد کیا تھا فرشتوں کی تخلیق کی، اپنی توحید و یکتا پرستی سے محمدؐ کی نبوت کو وابستہ کیا اس وجہ سے پیغمبر اکرمؐ زمین پر مبعوث ہونے سے پہلے آسمان پر مشہور تھے، جب خدا نے حضرت آدمؑ کو خلق کیا تو ان کی فوقیت و برتری فرشتوں پر برملا و آشکار کی، نیز علم و دانش کی وہ خصوصیت جو اس نے پہلے ہی حقیقت اشیاء کے بارے میں خبر دینے کے واسطے آدمؑ کو دے رکھی تھی فرشتوں

(۱) مروج الذہب، ج۱، ص۴۳

کو بتائی، پس خدا نے آدم کو محراب، کعبہ، باب اور قبلہ قرار دیا تا کہ نیک لوگ، روحانی اور نورانی افراد اس کی طرف سجدہ کو آئیں، پھر انھیں (فرشتوں کے سامنے امام پکارنے کے بعد) ان کے امانت دار ہونے سے آگاہ کیا اور اس کے خطرات اور اس کی لغزشوں کو ان کے سامنے نمایاں کیا۔

۲۔ نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں خلقت و آفرینش کا آغاز:

"...... أنشأ الخلق إنشاءً، و ابتدأه ابتداءً، بلا رويّة أجالها، ولا تجربة استفادها، ولا حركة أحدثها، ولا همامة نفس اضطرب فيها، أحال الاشياء لاوقاتها، و لأم بين مختلفاتها، و غرّز غرائزها، و ألزمها أشباحها؛ عالماً بها قبل ابتدائها، محيطاً بحدودها وأنتهائها، عارفاً بقرائنها و أحنائها، ثمّ أنشأ سبحانه فتق الأجواء، و شق الأرجاء، و سكائك الهواء، فأجرى فيها ماءً متلاطماً تيّاره، متراكماً زخّاره، حمله على متن الريح العاصفة، والزعزع القاصفة، فأمرها بردّه، وسلّطها على شدّه و قرنها الى حدّه؛ الهواء من تحتها فتيق، و الماء من فوقها دفيق، ثم أنشأ سبحانه ريحاً اعتقم مهبّها، وأدام مربّها، و أعصف مجراها، و أبعد منشاها، فأمرها بتصفيق الماء الزّخّار، و إثارة موج البحار، فمخضته مخض السّقاء، و عصفت به عصفها بالفضاء، تردُّ أوّله إلى آخره و ساجيه إلى مائره، حتىّ عبّ عبابه، و رمى بالزّبد ركامه، فرفعه في هواء منفتق، وجوّ منفهق، فسوى منه سبع سموات جعل سفلاهنّ موجاً مكفوفاً، وعلياهنّ سقفاً محفوظاً، و سمكاً مرفوعاً، بغير عمد يدعمها، ولا دسار ينظمها، ثم زيّنها بزينة الكواكب، وضياء الثواقب، وأجرى فيها سراجاً مستطيراً، وقمراً منيراً، فی فلك دائر، وسقف سائر، ورقيم مائر"

اس نے بغیر غور وخوض اور سابق تجربہ کے اور ہر طرح کی اثر پذیری، انفعال اور داخلی اضطراب سے دور مخلوقات کو پیدا کیا اور موجودات کو ان کے ظرف زمان میں ایجاد اور ثابت کیا، ان کے تفاوت اور اختلاف کو مناسب پیوند اور ان کی سرشت کو ایک خوشگوار ترکیب بخشی، جبکہ خلقت سے پہلے ہی ان کی کیفیت کو جانتا تھا اور ان کی ابتداء انتہاء، حدود اور ماہیت اور ان کی حقیقت پر محیط تھا، ہر ایک کی فطرت اور سرشت اس کے ملازم اور ہمراہ قرار دی۔

پھر فضا کو وسعت بخشی اور اس کے اطراف واکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے پھر اس میں موج مارتے، سرکش، مضطرب اور تہ بہ تہ، تلاطم خیز پانی کو جاری کیا۔

اور اس کو تند و تیز اور پر صلابت ہواؤں کے دائرۂ اقتدار میں دیا اور اس کو حکم دیا تا کہ اس کو گرنے اور ٹوٹنے سے روکے اور محکم طور پر اس کے دائرہ کار میں اس کی حفاظت کرے، حالانکہ اس کے نیچے ہوا پھیلی اور کھلی ہوئی تھی اور اس کے اوپر پانی اچھلنے اچھل رہا تھا۔

پھر اس کے بعد دوسری عقیم ہوا پیدا کی تا کہ ہمیشہ پانی کے ساتھ رہے، اور اسے مرکز پر روک کر اس کے جھونکوں کو تیز کر دیا اور اس کے میدان کو وسیع تر بنا دیا، پھر اس کو حکم دیا تا کہ اس آب زخار کو تھپیڑے لگائے اور سمندر کی موجوں کو جنبش اور تحریک میں لائے اور دریا کے ٹھہرے ہوئے پانی کو موج آفرینی پر مجبور کرے، چنانچہ اس ہوا نے پرسکون اور ٹھہرے ہوئے دریا کو مشک آب کے مانند متھ ڈالا اور اس زور کی ہوا چلی کہ اس کے تھپیڑوں نے اس کے اول و آخر اور ساکن و متحرک، سب کو آپس میں ملا دیا، یہاں تک کہ پانی کی ایک سطح بلند ہو گئی اور اس کے اوپر تہ بہ تہ جھاگ پیدا ہو گیا پھر اس کے جھاگ کو کھلی ہوئی ہوا اور وسیع فضا میں بلندی پر لے گیا اور اس سے ساتوں آسمان بنائے ایسے آسمان جن کے نچلے طبقہ کو موج ثابت اور اوپری طبقہ کو بلند و محفوظ چھت اور بے ستون سائبان قرار دیا، پھر ان کو ستاروں اور نورانی شہابوں سے زینت بخشی اور ضوفگن آفتاب اور روشن ماہتاب کی قندیلیں آسمانِ پُرنقش و نگار، فلک دوار، سائبان سیار اور صفحۂ تاباں و زرنگار میں لگائیں۔

کلمات کی تشریح

۱۔ ''الرّویۃ'': تفکر اور غور و خوض۔

۲۔ ''ھمامۃ النفس'': روح کا متاثر ہونا اور اثر قبول کرنا۔

۳۔ ''احال الاشیاء لأوقاتھا'' موجودات کو ان کے ظرف زمان میں عدم سے عالم وجود میں لایا۔

۴۔ ''لأم'': اتصال اور ہم آہنگی بخشی یعنی ان کے تفاوت و اختلاف کو تناسب و توافق بخشا، جس طرح جسم و روح کے پیوند اور اتصال سے انسان کی ترکیب دل آرا کو وجود بخشا:

"فتبا رك الله أحسن الخا لقين"

۵۔"غـرّ ز الـغـرا ئـز" :غرائز غریزہ کی جمع سرشت اور طبیعت کے معنی میں ہے یعنی ہر موجود میں ایک خاص سرشت قرار دی۔

۶۔"الز مها أشبا حها" :شَبَح، اشیاء کا وہمی سایہ اور ان کی خیالی تصویر اور یہاں پر مقصود یہ ہے کہ ہر خو اور طبیعت کے مالک کو جدا نہ ہونے والی سرشت اور طبیعت کے ہمراہ قرار دیا ہے، مثال کے طور پر ایک بہادر اور دلیر انسان ڈرپوک اور خوفزدہ نہیں ہوسکتا۔

۷ ۔ "عا رفاً بقرا ئنها و أحنا ئها" :

قرائن قرین کی جمع مصاحب اور ہمراہ کے معنی میں ہے اور احناء حِنْو کی جمع، پہلو اور ہر ٹیڑھے پن اور کجی کے معنی میں ہے خواہ وہ جثہ ہو یا غیر جثہ لیکن یہاں پر پوشیدہ چیزوں سے کنایہ ہے، یعنی خداوند عالم تمام موجودات کے تمام صفات اور ان کی طبیعتوں، خصلتوں سے آگاہ اور باخبر ہے۔

۸ ۔" أنشأ سبحا نه: فتق الأ جواء و شقّ الأرجاء وسكا ئك الهواء.

فتق الا جواء" فضاؤں کا شگاف "شق الارجاء" گرد و نواح اور اطراف کا کشادہ کرنا، "سکا تک الھوا" فضا اور ہوا کے اوپری حصے یعنی: خداوند عالم نے کشادہ فضا اور اس کے مافوق ہوا کو تمام عالم ہستی کے اطراف میں خلق کیا اور اسے پھیلا دیا۔

۹۔" متلا طم"، ٹھاٹھیں مارنے والا، تھپیڑے کھانے والا، موج مارنے والا۔

۱۰۔" تیاّ ر ": موج، حرکت اور جنبش۔

۱۱۔"مترا کم ":ڈھیر، جمع شدہ (تہہ بہ تہہ)۔

۱۲۔"زخاّر "لبریز اور ایک پر ایک سوار ۔

۱۳۔"الریح العا صفه" : تیز وتند اور طوفان خیز ہوا۔

۱۴ ۔"الزّ عز عُ القا صفهة": تیز وتند ہوا، گرج اور کڑک کے ساتھ ہوا۔

۱۵ ۔" دفیق": جہندہ اور اچھلنے والا۔

۱۶ ۔" اعتقم مهبّها":اس کے چلنے والے رخ کو عقیم اور بانجھ بنا دیا، یعنی اس ہوا کی خاصیت صرف پانی کو تحریک اور جنبش دینا ہے۔

۱۷ ."اَدام مُر بها": ہمیشہ اس کے ہمراہ رہی۔

۱۸ ."أمر ها بتصفيقِ الماء الزّخار و اثارة موج البحار"

اسے حکم دیا تا کہ اس لبریز اور انبوہ کو تھپیڑے لگائے اور اس پر آپ دریا کو جنبش اور ہیجان میں لائے۔

۱۹ ."مخض السقاء": وہ مشک جسے گردش دے کر (متھ کر) اس کے اندر دہی سے مکھن نکالتے ہیں یعنی یہ ہوا اس پانی کو اس مشک کے مانند گردش دیتی ہے جس سے مٹھا اور مکھن نکالتے ہیں۔

۲۰ ."عصفت به عصفاً با لفضاء":

اسے شدت کے ساتھ ادھر اور ادھر جھکورے دیتی ہے۔

۲۱ ."حتّی عبّ عبا بُه و رفی با لز بد رکا مه"

یہاں تک کے ایک دوسرے پر ڈھیر لگ گیا اور اس کی جنبش اور ڈھیر سے جھاگ پیدا ہو گیا۔

۲۲۔ "مُنفتق": کھلا ہوا اور کشادہ۔

۲۳ ."منفهق": وسیع وعریض

۲۴ ."سفلیٰ": نچلا

۲۵۔"عُليا": اوپری۔

۲۶ ."مكفو ف": رکا ہوا، ٹھہرا ہوا۔

۲۷ ."سمک": بلند چھت۔

۲۸۔"دسا ر": مسمار، کیل، ریسمان اور بندھن۔

۲۹ ."ثوا قب": ثاقب کی جمع ہے نور افشان یا نورانی شہاب۔

۳۰ ."فلک": آسمان۔

۳۱ ."رقيم": متحرک لوح اور صفحہ۔

قرآن کریم میں ''کون وہستی'' یا ''عالم طبیعت'' (۱)

کلمہ ''کون'' اور ''ہستی'' خارجی موجودات اور ظواہر طبیعت کو بیان کرتا ہے یعنی تمام مخلوقات انسان، حیوان، ستارے، سیارے، کہکشاں اور دیگر موجودات سب کو شامل ہے۔

''کون'' اور ''ہستی'' ''مک میلان'' (۲) کے دائرۃ المعارف کے مطابق، ان اجسام کے مجموعہ سے مرکب ہے جو شناخت کے قابل ہیں، جیسے: زمین، چاند، سورج، اجرام منظومہ شمشی، کہکشائیں اور ان کے درمیان کی دیگر اشیاء، اسی طرح چٹانوں، معادن (کانیں) مٹی، گیس، حیوانات، انسان اور دیگر ثابت اور متحرک اجسام کو بھی شامل ہے۔

منجمین اور ماہرین فلکیات نے مجبوری اور ناچاری کی بنا پر لفظ ''کون'' کو آسمانی فضا اور اجرام کے معنی میں استعمال کیا ہے، جبکہ مجموعہ ہستی کی وسعت اور کشادگی اتنی ہے کہ زمین آسمان، چاند سورج اور دیگر سیارے اس بیکراں، وسیع و عریض مجموعہ کے چھوٹے چھوٹے نقطے ہیں یہ خورشید اس کہکشاں کا صرف ایک ستارہ ہے کہ جس میں سوملین (ایک ارب) کے قریب ستارے پائے جاتے ہیں! اور یہی ہماری زمین اور وہ دیگر سیارے جو سورج کے اردگرد چکر لگاتے ہیں اور اس عالم کے نظم کو وجود میں لاتے ہیں، ہم انسانوں کی نگاہ میں بہت عظیم اور وسیع نظر آتے ہیں۔

ہماری زمین سے سورج کا فاصلہ تقریباً ۹۳ ملین میل کا ہے اور یہ انسان کی نظر میں کافی لمبی اور طولانی

---

(۱) اقتباس از مقالہ ''حافظ محمد سلیم'' مجلہ ثقافتی نشریہ سفارت پاکستان، دمشق، فروری۔ مارچ ۱۹۹۱ء۔

(۲) MACMILLAN ENCILOPEDIA.

مسافت ہے، لیکن اگر اس مسافت کو اس مسافت سے جو کہ آفتاب منظومہ شمشی کے سب سے دور والے سیارہ سے رکھتا ہے، موازنہ کیا جائے تو بہت کم اور مختصر لگے گی بطور مثال ''پلوٹون'' سیارہ کی مسافت زمین سے تقریبا زمین اور خورشید کی مسافت کے چالیس گنا ہے یعنی ۳ ارب چھ سو بیس ملین (۳،۶۲۰،۰۰۰،۰۰۰) میل ہے۔

اصل ''کون وہستی'' سے متعلق بہت سارے نظریات ہیں، ان میں سب سے جدید ''بیگ بانگ'' (۱) کی تھیوری ہے جو ۱۹۲۰ء میں جارج لامیٹر کے ذریعہ پیش کی گی ہے وہ واضح طور پر کہتا ہے: تمام مواد اور اشعہ ہستی میں ایک عظیم دھماکہ سے ظہور میں آئی ہیں اور طبیعت کی یہ وسیع شکل اسی کا نتیجہ ہے اور اسی طرح یہ وسیع تر ہوتی چلی جارہی ہے۔

اس نظریہ کے مطابق مذکورہ دھماکہ تقریبا ۱۰ سے ۲۰ ہزار ملین سال قبل واقع ہوا ہے؛ اور اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ ہائیڈروجن اور ہلیوم کا ابتدائی اور بلند ترین درجہ حرارت اس طرح کی ناگہانی وسعت اور ہستی کی یکبارگی تشکیل کے لئے ہلیوم گیس سے کافی تھا، یہ نظریہ پریکٹیکل تجربات سے بخوبی ہماہنگی رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں حیرت انگیز اور قابل توجہ ایک دوسرا انکشاف ہے جو کہ ''ہابل'' (۲) کے قانون کے نام سے ہستی کی وسعت کے بارے میں معروف ہے، اس تھیوری کے مطابق ''کون وہستی'' کی وسعت ایک دائمی امر ہے اور یہ گسترش اور وسعت ہستی کی تمام جہات میں یکساں ہے، یہ تھیوری کہتی ہے: دور کی کہکشاؤں میں موجود ستاروں سے ساطع ہونے والے نور کا رنگ سُرخ طیف کی انتہا کی طرف حرکت کرتا ہے، یعنی ان کے طیفی خطوط بلند ترین موجوں کے طول کی طرف مکان بدلتے رہتے ہیں اور یہ یعنی کہکشاؤں کا ہم سے اور ہماری کہکشاؤں سے دور ہونا اور عالم میں کہکشاؤں کے درمیان فاصلوں کا اضافہ ہونا ہے۔

آخر میں ستارہ شناس دانشور اور علم نجوم کے ماہرین بہت عظیم کہکشاؤں کے بارے میں خبر دیتے ہیں جو راہ شیری کہکشاں (۳) کی کئی گنا ہیں، جن کا فاصلہ ہماری زمین سے دس ملین نوری سال ہے۔

---

(۱) BIGBANG THEORY

(۲) ''اڈوین پاول ہابل'' ایک امریکی دانشور ہے کہ جو علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا ۱۸۸۹۔۱۹۵۳ء۔

(۳) milkyway

ان کہکشاؤں کی شناخت پہلے مرحلہ میں تمام ہوئی اور بہت سارے دانشور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "کون وہستی" بے انتہا وسعت اور پھیلاؤ کی جانب گامزن ہے یا ناچار اندر کی طرف سمٹ رہی ہے۔

کون وہستی قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم جو کہ آخری آسمانی کتاب ہے، بدرجہ اکمل وضاحت کے ساتھ عالم ہستی وآفرینش کے بنیادی واساسی حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے اور اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ: جو کچھ "کون وہستی" میں پایا جاتا ہے خداوند خالق ورب العالمین" کی تخلیق وآفرینش کی نشانی ہے، خداوند عالم نے چاند، سورج اور آسمان وزمین نیز ان کے مابین جو کچھ ہے سب کو متناسب اندازہ میں خلق کیا ہے۔

قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿بدیع السموات والأرض واذا قضیٰ أمراً فانما یقول له کن فیکون﴾(۱)

زمین اور آسمانوں کو وجود دینے والا وہ ہے اور جب بھی کسی چیز کے ہونے کا حکم صادر کرتا ہے، تو صرف کہتا ہے: ہوجا، تو وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

لفظ "بدیع" آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ خداوند عالم اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے، راغب اصفہانی "مفردات" نامی کتاب میں فرماتے ہیں: کلمہ "بدع" اس معنی میں ہے کہ کوئی چیز بغیر "مادہ" اور نمونہ "آئیڈیل" کے وجود میں لائی جائے، یہ لفظ جب بھی خدا کے بارے میں اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کی ردیف میں ذکر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اشیاء کو عدم سے خلق فرمایا ہے،" قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وهو الذی خلق السّموات والأرض بالحقّ ویوم یقول کن فیکون﴾(۲)

وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور جس دن کسی بھی چیز سے کہتا ہے: ہوجا! تو وہ فوراً موجود ہوجاتی ہے۔

راغب فرماتے ہیں: کلمہ "حق" کا استعمال کرنا بے مثال اور جدید چیز کی طرف اشارہ ہے، کہ جب بھی خالق کی صفت سے مربوط ہو، تو اس سے مراد کسی نئی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے، یعنی خدا وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو عدم سے وجود میں لایا۔

---

(۱) بقرہ/۱۱۷۔ (۲) انعام/۷۳

دوسری جگہ پر عالم خلقت کے مادی اور طبیعی مظاہر کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدّرهُ منازل لتعلموا عدد السّنین والحساب ما خلق اللّٰه ذلك الاّ بالحق یُفصِّل الایات لقومٍ یعلمون﴾(۱)

خدا وہ ہے جس نے سورج کو ضیابار اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس (چاند) کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ سال کا شمار اور کاموں کا حساب جان سکو، خداوند عالم نے انھیں صرف حق کے ساتھ خلق کیا، وہ (اپنی) آیات کی ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں تشریح کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خداوند عالم عظمت تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿أولم یروا أنّ اللّٰه الذی خلق السّموات والأرض ولم یعیَ بخلقهنّ بقادرٍ علیٰ أن یُحیِی الموتیٰ بلیٰ انّه علیٰ کلّ شیءٍ قدیر﴾(۲)

کیا وہ نہیں جانتے جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا اور ان کی تخلیق سے عاجز وناتواں نہیں ہے تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہی مردوں کو زندہ کردے ہے؟ ہاں وہ ہر چیز پر قادر وتوانا ہے۔

گزشتہ آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں: صرف خداوند عزوجل ہے جس نے اس عالم محسوس کو بالکل صحیح اندازے کے مطابق موزوں اور مناسب طور پر خلق فرمایا ہے اور دوبارہ ان تمام موجود کی تخلیق اور ان کے لوٹانے پر قادر ہے، مادہ کی بے تخلیق اور عالم ہستی کے تمام قوانین اور ان کو حرکت میں لانے والی قوتوں میں اصل اصیل خداوند عالم کا امر اور فرمان ہے۔

تخلیق کی کیفیت

قرآن کریم نے ''ہستی'' کی تخلیق کی کیفیت کو متعدد بار بیان کیا ہے؛ درج ذیل آیات تخلیق کے بنیادی اصول وطرز کا خلاصہ ہمارے سامنے اس طرح پیش کرتی ہیں:

الف۔﴿أولم یر الّذین کفروا أنّ السموات والأرض کانتا رتقاً ففتقنٰهما وجعلنا من الماء کلّ شیءٍ حیٍّ﴾(۳)

---

(۱) یونس/۵ (۲) احقاف/۳۳ (۳) انبیاء/۳۰

آیا جولوگ کافر ہو گئے ہیں کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین، متصل اور پیوستہ تھے تو ہم نے انھیں جدا کیا اور وسیع بنایا اور ہر چیز کو پانی سے حیات بخشی؟

دوسری آیت میں زمین کی خلقت کے بعد آسمان کے شکل اختیار کرنے کے طریقے اور متقابل تاثیر اور امر خلقت کے پے در پے ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ب۔﴿ثُمّ استویٰ الی السماء وھی دُخان فقال لھا وللأرض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا أتینا طائعین﴾ (۱)

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ ابھی وہ دھواں تھا، پھر اس سے اور زمین سے کہا: اپنی خواہش اور مرضی سے یا جبر و اکراہ کے ساتھ آ گے آؤ! دونوں نے کہا: ہم اطاعت گزار بن کر حاضر ہیں۔

پہلی آیت نے درج ذیل حقائق سے پردہ ہٹایا ہے:

۱۔ جو مادہ ''ہستی'' کی پیدائش میں موثر ہے اس کی ایک ہی ماہیت اور حقیقت ہے۔

۲۔ تمام ''ہستی'' ایک ٹکڑے کے مانند باہم پیوستہ اور جڑی ہوئی ہے۔

۳۔ اجزاء ہستی کی وسعت اور اس میں تفکیک طبیعی قوانین اور مادہ کے تحول و تبدل کی روش پر مبنی اور منظم ہے، یہ نظام صرف منظومہ شمسی اور ہماری کہکشاں میں جو سیارے انہیں سے وابستہ ہیں اس میں خلاصہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ خود کہکشائیں بھی، ایک برتر اور وسیع تر نظام کا جز ہیں جو کہ ایک دوسری شکلمیں، (منظومہ شمسی کے مانند) اپنے مرکزی محور پر گردش کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر ''موریس بوکیل'' نے آخری زمانے میں ایک نظریہ کی بنا رکھی جو ''ہستی'' کی شکل اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن کی آیات کی روشنی میں بعض مسلمان علماء کے نظریہ کے مطابق ہے وہ ''کل کو قابل شمارش اجزاء میں تفکیک اور تبدیل کرنے کی فکر کے سلسلہ میں'' کہتا ہے: جدائی اور تفکیک ہمیشہ ایک مرکزی نقطہ سے ہوتی ہے جس کے عناصر ابتداء میں ایک دوسرے سے متصل اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں'' یعنی وہی کہ جس کو آیہ شریفہ میں کلمہ ''رتق'' یعنی متصل اور پیوستہ سے اور ''فتق'' یعنی کھلا اور جدا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

موجودہ علمی نظریہ کے مقابل جو کچھ ''انفجار ہستی'' (۲) کے عنوان سے معروف ہوا ہے، وہ ایک زمانے میں ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے جو انتہائی درجہ حرارت کی وجہ سے استثنائی صورت میں پیش آیا تھا اور فرض یہ

---

(۱) فصلت/۱۱ (۲) bigbang

ہے کہ اس انفجار (دھماکہ) کے وقت تمام ہستی ایک نقطہ پر ایک جز کی حیثیت سے تھی اور یہ جدائی اس میں ظاہر ہوئی ہے سوائے اس کے کہ یہ مادی قوانین اس انفجار کا نتیجہ نہیں ہیں، یہ نظریہ معلومات کے لحاظ سے ان معلومات کے مشابہ ہے، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔

جو بات حیرت میں اضافہ کا باعث ہے یہ ہے کہ قرآن کریم نے ۱۴۰۰ سو سال سے زیادہ پہلے اس راز سے پردہ اٹھایا ہے، جب کہ اس وقت کوئی علمی بحث اس طرح کی موجود نہیں تھی! ٹھیک اسی طرح سے قرآن کریم نے ''ہابل'' کے نظریہ میں جو کہ ہستی کی وسعت کے بارے میں حقائق بیان ہوئے ہیں ان اس سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور سورہ ''ذاریات'' کی آیہ (۴۷) میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و السّماء بنینا ھا بأیدٍ و انا لمو سعو ن﴾

ہم نے آسمان کی قدرت کے ساتھ بنیاد رکھی اور ہم ہمیشہ اسے وسعت بخشتے ہیں۔

جب ہم جدید نظریے کے مطابق ہستی کی وسعت اور اس کے طول و عرض کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ خورشید میں موجود ''ہائیڈروجن'' ہمیشہ ایٹمی اور نیوکلیائی پگھلاؤ نے سے ہلیوم کے عنصر میں تبدیل ہوتا رہتا اور نورانی غبار (۱) یعنی جو بہت چھوٹے چھوٹے ستاروں کے تودیغبار کے ذرات کے مانند نظر آتے ہیں، وہ حرارت آمیز ایٹمی اور نیوکلیائی شعلوں کے علاوہ کوئی دوسری شے نہیں ہیں۔

اس طرح تمام ہستی باور قدرت اور توانائی سے مرکب اور اسی پر مبنی ہے اور یہ صورت حال ہمیشہ توسعہ اور وسعت کی حالت میں ہے، یہ نتیجہ اس فرض کی بنیاد پر ہے کہ ''سرخ انتقال یا تحول'' (۲) پیمانہ سرعت کے امکان کے ساتھ نور پر اجسام کی متقابل تاثیر کا نتیجہ ہے۔

ہم اس سلسلے میں، یعنی ہستی کی وسعت کے بارے میں جب قرآن کریم کی طرف مراجعہ کرتے ہیں تو اس کے لئے سب سے اہم کلمہ لفظ عالمین ہم کو نظر آتا ہے کہ جس کی دسیوں بار قرآن کریم میں تکرار ہوئی ہے، جیسے:

۱۔﴿و لکن اللّٰہ ذو فضل علی العا لمین﴾'

لیکن خداوند عالم ''عالمین'' کی نسبت لطف واحسان رکھتا ہے۔ (۳)

۲ ۔﴿قل انّ صلا تی و نسکی و محیا ی و مما تی للّٰہ ربّ العا لمین﴾ (۴)

کہو! ہماری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب کچھ عالمین کے رب کے لئے ہے۔

---

(۱) stardust (۲) redshift (۳) بقرہ/۲۵۱ (۴) انعام ۱۶۳

۳ ۔ ﴿ألا له الخلق و الأمر تبارك الله ربّ العالمين﴾ (۱)

آگاہ ہو جاؤ! تخلیق و تدبیر اس کی طرف سے ہے، عالمین کا پروردگار بلند مرتبہ خدا ہے۔

٤ ۔ ﴿و ما أرسلناك إلّا رحمةً للعالمين﴾ (۲)

تمھیں عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۵ . ﴿إنّي انا الله ربُّ العالمين﴾ میں ہوں "عالمین" کا پروردگار خدا۔

جن آیات کو ہم نے پیش کیا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ عالم کا سید نظم برقرار رکھنے والا، حافظ، خالق اور پروردگار اپنے وسیع معنیٰ میں خداوند سبحان ہے اور کلمۂ "عالمین" ہستی یا عالم کے متعدد ہونے کے معنیٰ میں آیا ہے۔

ان عوالم میں کروڑوں کہکشائیں پائی جاتی ہیں اور ایک کہکشاں کے ان گنت اور بے شمار منظوموں میں سے ہر ایک منظومہ میں ایسے کروڑوں ثابت اور سیار ستارے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے ارتباط اور اتصال رکھتے ہیں اور اگر کسی راہ شیری کہکشاں کے اربوں ستاروں میں سے کوئی ایک ستارہ کسی ایک سیارے سے پیوستہ مثلاً ہماری زمین سے اور مربوط ہو، تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ کروڑوں سیاروں کے زمین سے متصل ہونے کا امکان ہے اور "ہستی شناسی" کے جدید علم کے مطابق دیگر سیارات سے ناگہانی ارتباط اور اتصال نہ آنے والے زمانے میں بعید نہیں ہے۔

ڈاکٹر "موریس بوکیل" نے ہستی کی وسعت اور ضخامت کے بارے میں جدید علمی معلومات فراہم کی ہیں، جیسے خورشید کی شعاع اور نور کے پلوٹون تک پہنچنے کے لئے، جو کہ منظومہ شمسی کا ایک سیارہ ہے، نور کی رفتار سے (جس کی سرعت ہر سکینڈ میں تین لاکھ کیلو میٹر ہے) تقریباً چھ گھنٹہ کا وقت درکار ہے۔

اس لحاظ سے، آسمانوں کے دور دراز ستاروں کے نور کو ہم تک پہنچنے کے لئے لاکھوں سال درکار ہوتے ہیں۔

عالم طبیعت کی یہ مختصر اور بطور خلاصہ تحقیق کسی حد تک اس آیہ شریفہ کے سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے:

﴿والسّماء بنيناها بأيد و إنّا لموسعون﴾ (۳)

آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور مسلسل ہم اسے وسعت عطا کرتے رہتے ہیں۔

اور جب بات طبیعت اور ہستی کی تاریخ کی ابتداء میں "خاکستر اور دھوئیں" کے متعلق ہو تو قرآن کریم

---

(۱) اعراف/۵۴ (۲) انبیاء/۱۰۷ (۳) ذاریات/۴۷

اس راز سے بھی پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ثُمّ استویٰ إلیٰ السّماء و ھی دُخان﴾(۱)

پھر وہ آسمان کی تخلیق میں مشغول ہوگیا جب کہ وہ دھوئیں تھا۔

طبیعت وہستی کے آغاز پیدائش میں ''دھوئیں'' کا وجود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ہستی میں پایا جانے والا مادہ گیس کی صورت میں تھا، جدید دانش میں محققین ''سدیمی ابر'' (۲) کی تھیوری پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اپنے پہلے مرحلہ میں طبیعت وہستی اسی طرح تھی۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿قل أئنکم لتکفرون بالذی خلق الأرض فی یومین و تجعلون له انداداً ذلك ربُّ العالمین﴾ ﴿وجعل فیھا رواسی من فوقھا...ثُمّ استویٰ إلیٰ السّماء و ھی دُخان﴾(۳)

کہو! کیا تم لوگ اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن مین خلق کیا ہے اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہو؟ وہ تمام عالمین کا ربّ ہے! اُس نے زمین میں استوار اور محکم پہاڑوں کو قرار دیا...... پھر آسمانوں کی تخلیق شروع کی جب کہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا۔

جب ہم ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو درک کرتے ہیں کہ ''طبیعت وہستی'' کا شکل اختیار کرنا اولین ''سدیمی'' بادلوں کا تہ بہ تہ ڈھیر ہونا پھر ان کی ایک دوسرے سے جدائی کا نتیجہ ہے، یہ وہ چیز ہے کہ قرآن کریم وضاحت کے ساتھ جس کے راز سے پردہ اٹھاتا ہے پھر ان کاموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جن سے آسمانی ''دھوئیں اور دخان'' میں اتصال وانفصال پیدا ہوتا ہے، خلقت کا راز ہم پر کھولتا ہے، یہ وہی چیز ہے جس کو جدید علم اصل ''طبیعت وہستی'' کے بارے میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

(۱) فصلت/۱۱ (۲) nebula (۳) فصلت/۹ تا ۱۱ .

فہرستیں

جلد اول و دوم

ترتیب و پیشکش: سردار نیا

اسماء کی فہرست

جلد اول و دوم

حضرت آدم علیہ السلام: جلد اول: ۱۷، ۱۹، ۵۶، ۵۸، ۶۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۸۲، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱ ۲۶۹، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۸۰۔

جلد دوم: ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۶۹، ۱۸۶، ۲۳۱، ۲۸۰۔

آسیہ: ۲۳۔ ج ۱.

آصف محسنی: ۲۲۶

آل ابراہیمؑ: ۲۸۰۔ ج ۱.

آل عمران: جلد اول: ۲۸۰۔ جلد دوم: ۳۷۔

آل فرعون: جلد دوم: ۳۰۔ ۶۷۔

آل موسیٰؑ: جلد دوم ۴۸۔

آل ہارونؑ: جلد دوم: ۴۸۔

آمری: **جلد دوم:** ۲۱۷۔

ابراہیمؑ: ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۸۰، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۶، ۱۶۶، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۸۲، ۱۸۶، ۲۰۳، ۲۱۸، ۲۲۵، ۲۲۸، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۶۹، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۹۳۔

جلد دوم: ۱۳، ۱۷ تا ۲۷، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۴۳، ۶۱، ۶۲، ۱۵۲۔

ابلیس: ۸۹، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۳۷، ۱۵۰،

۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۲۰۶، ۲۲۱، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۴۰۔

جلددوم: ۱۹، ۵۳، ۹۹، ۱۲۰، ۱۴۰، ۱۵۵۔

ابن ابی الحدید: ۱۳۲۔

ابن ابی العوجاء: ۲۵۴، ۲۵۵۔

ابن اثیر: ۲۲۰۔

ابن بابویہ: جلددوم: ۲۳۴، ۲۳۷۔

ابن بطہ: جلددوم: ۲۱۶۔

ابن تیمیہ: جلددوم: ۲۱۸۔ ۲۱۹۔

ابن حجر: ۲۵۵

ابن حزم: جلددوم: ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۱۵۔

ابن حبان: ۲۵۵۔

ابن خزیمہ: جلددوم: ۲۱۶۔

ابن خلکان: ۲۵۳۔

ابن رشد: جلددوم: ۲۱۸۔ ۲۱۹۔

ابن زیاد: جلددوم: ۲۰۸۔

ابن سعد: ۱۲۹۔ ۱۸۸۔ ۲۲۰۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔

جلددوم: ۱۸۵۔

ابن سینا: جلددوم: ۲۱۸۔

ابن طفیل: جلددوم: ۲۱۸۔

ابن طولون: جلددوم: ۲۳۷۔

ابن عباس: ۱۷۔ ۱۸۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۹۔ جلددوم: ۱۵۲۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۲۰۱۔

ابن عباس جوھری: جلددوم: ۲۳۷۔

ابن عساکر: جلددوم: ۱۳۲۔ ۲۰۱۔

ابن قدامہ: جلد دوم: ۲۱۶۔

ابن کثیر: ۱۸۸۔۲۲۰۔۲۸۴۔ جلد دوم: ۵۷۔۱۱۴۔۱۵۲۔۱۸۱۔۱۸۲۔۲۲۲۔

ابن کلبی: جلد دوم: ۱۹۔

ابن ماجہ: جلد دوم: ۱۸۵۔۲۱۸۔

ابن منظور: ۳۸۔

ابن ہشام: ۲۸۵۔ جلد دوم: ۲۵۱۔

ابوالحسن اشعری: جلد دوم: ۲۱۵۔۲۱۹۔

ابوبکر (خلیفہ) ۲۷۹۔

ابوحاتم: ۲۵۵۔

ابوحنیفہ: ۲۶۲۔

ابوداؤد: ۱۲۹۔

ابوطالب تجلیل: جلد دوم: ۲۳۷۔

ابوعبیدہ: ۲۷۹۔

ابوملک بن بریوشت: ۲۵۸۔

ابومنصور ماتریدی سمرقندی؛ جلد دوم: ۲۲۲۔

ابوہاشم جبائی: جلد دوم: ۲۳۰۔

ابوہذیل علاف: جلد دوم: ۲۲۰۔

ابوہریرہ: ۲۵۴۔

ابوالہیثم: ۳۸۔

ابووائل: جلد دوم: ۱۸۱۔

احمدؐ: ۱۴۔

احمد آرام: جلد دوم: ۲۲۵۔

احمد امین: جلد دوم: ۲۱۵۔

احمد ابن حنبل: ۱۴۸۔ جلد دوم: ۱۰۲۔ ۱۱۳۔ ۱۸۲، ۱۸۵۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔

سر سید احمد خان ہندی: جلد دوم: ۲۲۴، ۲۲۵۔

احمد محمود صبحی: جلد دوم: ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۴۔

اخطل شاعر: جلد دوم: ۱۳۲۔

خنوخ: ۲۱۹، ۲۲۰۔

ادریسؑ: ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۵ جلد دوم: ۱۶۹۔

اڈوین پاول ھابل: جلد دوم: ۲۴۷۔

ارسطاطلیس: جلد دوم: ۲۱۸۔

ارسطو: جلد دوم: ۲۱۸۔ ۲۲۴۔

اسامہ بن زید: ۲۶۶۔ ۲۶۷۔

اسباطؑ: ۱۴۷۔ جلد دوم: ۱۵۴۔

اسحقؑ: ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ جلد دوم: ۲۲۔ ۲۷۔ ۵۳۔

اسرائیلؑ: ۱۳۔ ۱۴۔ ۵۱۔ ۱۸۷۔ ۱۸۹۔ ۱۹۴۔ ۲۰۰۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۴۹۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۷۔ ۲۶۰۔
۲۶۱۔ ۲۶۳۔ ۲۹۰۔ ۲۹۲۳۔

جلد دوم: ۱۳، ۱۵، ۳۱، ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۵۸، ۶۱، ۶۲،
۶۶، ۶۷، ۷۱، ۱۰۳۔

اسرافیلؑ: ۹۰۔

اسماعیلؑ: ۱۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۹۹، ۲۵۲۔ جلد دوم: ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۳۴، ۳۵، ۴۴۔

اصحاب۔ صحابی: ۹، ۱۰، ۱۰۳، ۱۲۰۔ جلد دوم: ۴۰، ۶۰، ۸۷، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۸۱، ۲۰۸۔

العازار کاہن: ۲۲۳۔

القرد بل: جلد دوم: ۲۲۲۔

اقبال لاھوری: جلد دوم: ۲۲۵۔

الیاسؑ: ۲۲۵۔

امام ابوالحسنؒ : جلد دوم:۱۰۱۔

امام الحرمین : جلد دوم:۲۱۷۔

ائمہ اہل بیتؑ :۱۲، ۲۲۷، ۲۷۷۔ جلد دوم:۱۳، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۵، ۲۰۱، ۲۰۳۔

امام جعفر صادقؑ :۱۰۹، ۱۱۰، ۱۳۶، ۲۷۳، ۲۸۲۔ جلد دوم:۱۹، ۸۸، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۲۹، ۱۵۳، ۱۸۵، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۳۵۔

امام حسن مجتبیٰؑ : جلد دوم ۲۰۱۔

امام حسینؑ :۵۶۔ جلد دوم:۲۰۸، ۲۰۹۔

امام زین العابدینؑ : جلد دوم ۱۰۶۔

امام علی بن ابی طالبؑ:۶۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵۔ جلد دوم:۶۱، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۱۴۔

امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ :۱۳۷، ۲۳۰، ۲۷۹۔ جلد دوم ۱۱۳، ۱۸۷، ۲۰۳۔

امام کاظمؑ : جلد دوم:۱۱۳۔

امام محمد باقر علیہ السلام:۱۰۸، ۱۳۶۔ جلد دوم:۱۰۱، ۱۰۷، ۱۸۸۔

امام امیر المومنین علیؑ :۲۲۵۔ جلد دوم:۷۶، ۱۱۳، ۱۰۲، ۲۲۷۔

انس ابن مالک:۲۵۲۔ ۲۵۵۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۸۴.

انصار: جلد دوم:۲۹۔ ۶۹۔ ۷۰۔

انوش:۲۱۹۔

اوریا:۲۵۰۔ ۲۵۲۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۲۔ ۲۸۰۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳.

اہل بیتؑ:۲۵۶ جلد دوم:۲۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۱۴۔ ۱۱۵۔ ۲۱۹۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔

اے۔ کریسی مرسیون:۳۴۔

ایوبؑ :۱۴۸۔ ۲۲۵۔ ۲۳۸.

[ب]

بحرانی:۱۲۔

بخاری:۲۲_۲۱۰_

بشر بن مروان: جلددوم:۱۳۲_

بطلیموس: ۹۱_

بلقیس:۱۱۱_۲۲۹_

بوارو:۲۲۰_

بیگ بانگ: جلددوم:۲۲۷_

بیہقی :جلددوم:۲۱۹_

[پ]

پطرس:۲۲۴_

پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم:۵۲_۱۲۵_۱۲۶_۲۶۵_۲۷۷_۲۷۹_۲۸۳_

جلددوم:۱۴_۱۶_۲۲_۲۳_۲۴_۲۶_۲۷_۲۸_۳۰_۴۱_۵۵_۸۰_۹۰_۹۲_۱۰۷_۱۲۶_۱۲۹_

۱۳۳_۱۳۴_۱۳۶_۱۴۲_۱۵۶_۱۶۲_۱۷۴_۱۸۵_۱۹۶_۲۰۳_۲۰۹_۲۱۰_۲۱۱_۲۱۵_۲۱۷_۲۱۸_

(ت)

تابعین :۲۶۱ _جلددوم:۱۸۱_

ترمذی:۱۲۹_ جلددوم:۱۱۴_۱۸۵_

تمیم داری:۲۶۱ _

[ث]

ثقفی :۱۳۴_

[ج]

جاحظ؛ جلد:دوم:۲۲۰_

جبائیان :جلددوم:۲۲۰_

جبرائیلؑ :۶۴_۶۶_۶۷_۱۳۳_۱۳۴_۱۳۶_۱۳۷_۱۵۶_۲۵۲_جلددوم:۱۷_۹۰_

جعفر سبحانی جلد:دوم:۲۲۲_

جمال الدین اسد آبادی جلد: دوم: ۲۲۵۔

ڈاکٹر جواد علی :۲۵۳۔

جورج لامیتز: جلد دوم: ۲۴۷۔

جوہری: جلد دوم: ۱۵۶۔

جوینی: جلد دوم: ۲۱۸۔

[ح]

حارث محاسبی: جلد دوم: ۲۴۷۔

حافظ محمد سلیم: جلد دوم: ۲۳۶۔

حام: ۲۲۱۔

حجاج ابن یوسف: ۲۵۳۔

حر عاملی: جلد دوم: ۲۳۷۔

حسن بصری :۲۵۱۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔۲۶۰۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳۔

حمیری :۲۵۳۔

حوا :۱۲۳۔۱۲۵۔۱۲۷۔۱۲۹۔۱۳۶۔۱۳۷۔۱۳۸۔۱۹۲۔۱۹۳۔۲۱۹۔جلد دوم: ۱۸۔

حواری ؛حواریوں؛حوارئین :۱۸۸۔۲۲۴۔۲۲۵۔

[خ]

خاتم الانبیاء؛ خاتم المرسلین ؛ خاتم النبیین :۱۳۔۲۶۔۲۸۔۳۰۔۷۰۔۸۸۔۹۰۔۹۱۔۹۸۔۹۹۔۱۱۲۔۱۲۶۔
۱۵۳۔۱۵۶۔۱۷۴۔۱۸۲۔۲۰۸۔۲۱۶۔۲۳۵۔۲۴۷۔جلد دوم :۱۳۔۱۵۔۲۵۔۲۶۔۲۹۔۳۸۔۴۰۔۴۱۔
۴۴۔۴۵۔۵۹۔۶۰۔۶۲۔۶۳۔۶۵۔۶۶۔۶۸۔۷۰۔۸۳۔۱۱۲۔۱۴۰۔

خازن: ۲۶۳۔۲۸۳۔

خدیجہ ام المومنین علیہا السلام: ۲۶۶۔

حضرت خضر علیہ السلام: ۲۶۳۔

خنوخ: ۲۱۹۔۲۲۰۔

[ڈ]

دارمی: جلد دوم:۳۔۸۹۔

داودؑ: ۱۰۸۔۱۲۷۔۱۸۹۔۲۳۵۔۲۳۸۔۲۴۷۔۲۴۸۔۲۴۹۔۲۵۰۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۷۶۔۲۸۰۔ ۲۸۲۔۲۸۹۔جلد دوم:۵۸۔۱۸۶۔۱۸۸۔۱۹۹۔

ڈیکارٹ: جلد دوم:۲۱۸۔

[ذ]

ذوالکفل:۲۲۵۔۲۳۸۔

ذوالنونؑ:۲۸۰۔۲۸۱۔

[ر]

راغب اصفہانی:۱۳۳۔۱۳۴۔۱۵۷۔۲۷۸۔جلد دوم:۴۷۔۲۲۷۔۲۳۸۔

ربیعہ بن الحرث بن عبدالمطلب:۲۸۵۔

رسول خداؐ:۱۰۔۱۱۔۵۶۔۷۵۔۱۲۹۔۱۳۷۔۱۶۱۔۱۷۷۔۲۱۰۔۲۳۴۔۲۳۵۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳۔ ۲۶۵۔۲۶۶۔۲۶۷۔۲۷۹۔۲۸۲۔۲۸۴۔۲۸۵۔جلد دوم:۱۱۔۲۵۔۲۶۔۶۷۔۷۸۔۹۵۔۱۰۰۔۱۰۲۔ ۱۰۳۔۱۰۶۔۱۱۳۔۱۱۴۔۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹۔۱۵۳۔۱۵۵۔۱۸۰۔۱۸۶۔۲۲۶۔۲۳۷۔

روح الامین:۱۱۔۶۴۔۶۹۔۷۱۔۱۳۳۔

روح القدس:۵۶۔۵۷۔۶۴۔۶۹۔۷۰۔۷۱۔۱۳۳۔۱۹۳۔جلد دوم:۳۲۔۳۶۔۴۳۔۴۴۔

ریچرڈ ڈوانس: ۱۳۴۔جلد دوم:۳۸۔

[ز]

زعفرانی: جلد دوم:۲۱۶۔

زکریاؑ:۵۴۔۱۵۶۔۲۳۸۔جلد دوم:۱۶۹۔

زلیخا:۲۳۷۔۲۳۱۔

زھدی حسن جاراللہ: جلد دوم:۲۳۱۔

زھیر بن ابی سلمی:۲۶۲۔

زیاد ابن ابیہ: جلد دوم:۲۰۸۔

زید بن ثابت:۲۵۳۔

زید بن حارثہ:۲۱۰۔۲۶۵۔۲۶۶۔

زید بن محمدؐ:۲۶۶۔

زین العابدین امام علی بن الحسینؓ:۲۶۳۔جلد دوم:۱۰۶۔

زینب بنت جحش:۲۶۳۔۲۶۵۔

[س]

سام:۲۲۲۔

سامری:۱۲۴۔جلد دوم:۴۸۔۱۵۲۔

سامی البدری:۱۲۴۔

السبکی:جلد دوم:۲۲۲۔

سعد بن ابی وقاص: جلد دوم:۴۱۔

سفیان بن عیینہ:۲۶۳۔

سکاکی:۳۰۰۔

سلیمانؑ:۹۷۔۹۸۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۱۔۱۱۲۔۱۴۷۔۱۴۸۔۱۷۵۔۱۸۷۔۲۲۴۔۲۲۵۔۲۲۹۔۲۳۸۔

جلد دوم:۵۸۔۱۵۳۔

ڈاکٹر سلیمان دنیا:جلد دوم:۲۲۳۔

سمعون:۲۲۴۔

سموئیل:۲۵۶۔۲۶۰۔

سمیح عاطف الزین:جلد دوم:۲۲۳۔

سواع:۲۲۱۔جلد دوم:۱۸۔

سیوطی:۱۲۔۱۰۷۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۶۲۔جلد دوم:۵۸۔

[ش]

شافعی :۲۶۲۔جلددوم:۲۱۶۔

شعبہ :۲۵۵۔

شعیبؑ :۲۱۷۔۲۲۵۔جلددوم:۱۷۔۲۷۔

شفیق بن سلمہ: جلددوم:۱۸۱۔

شمعون:۲۲۴۔

شوکانی :جلددوم:۲۱۷۔۲۱۹۔

شہرستانی:جلددوم:۱۹۳۔۱۹۴۔

شیخ صدوق :۱۱۱۔۱۲۹۔۲۸۳۔جلددوم:۷۹۔۸۷۔۸۹۔۹۸۔۱۰۱۔۱۰۷۔۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۸۔۱۱۹۔
۱۵۴۔۱۸۶۔۱۸۷۔۲۰۱۔

شیخ مفید:جلددوم:۲۳۳۔۲۳۶۔

شیث:۱۲۵۔۲۱۹۔۲۲۰۔۲۲۱۔

[ص]

صابونی :جلددوم:۲۱۷۔

صالحؑ :۴۲۔۲۳۱۔جلددوم:۱۷۔

[ط]

طبری :۲۲۰۔۲۲۸۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۶۱۔۲۶۴۔جلددوم:۱۱۳۔۱۵۲۔۱۸۱۔۱۸۳۔۱۸۴۔

طیالسی :جلددوم:۱۸۔۱۸۶۔

[ع]

عباس بن عبدالمطلب:۲۸۵۔

عباس علی براتی:جلددوم:۲۱۳۔

عبدالجبار بن احمد ہمدانی:جلددوم:۲۲۰۔

عبدالحلیم محمود :جلددوم:۲۱۸۔

عبدالرزاق نوفل :جلددوم:۲۲۳۔

عبداللہ بن عباس :۲۶۲۔

عبداللہ بن عمرو عاص:۲۶۱۔

عبدالمطلب :۲۶۶

عبدالوھاب بن احمد: جلد دوم:۲۲۳۔

عبیداللہ بن حسن عنبری: جلد دوم:۲۱۷۔

عثمان (خلیفہ):۲۶۱۔

عزرائیلؑ :جلد دوم:۹۰

عزیٰ :۴۹۔

عزیزؑ :۔۵۰۔

علی بن ابراہیم:۲۸۳۔جلد دوم:۱۸۸۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام: یہ امام علی علیہ السلام میں گزر چکا ہے۔

علی بن حسین علیہ السلام :یہ امام زین العابدین علیہ السلام میں گزر چکا ہے۔

علی بن حسین الموسوی: جلد دوم:۲۲۹۔

علی بن جدعان:۲۶۳

علی بن جہم :۲۷۶۔۲۸۱۔

علی بن زید:۲۵۴۔

علی بن طاووس: جلد دوم:۲۲۶۔

علی حسین الجابری: جلد دوم:۲۱۹۔

علی سامی النشار؛ جلد دوم:۲۱۹۔

عمر بن خطاب (خلیفہ):۲۶۱۔جلد دوم:۱۸۱۔

عمر بن عبدالعزیز: جلد دوم:۱۸۱۔

عمرو بن شعیب: جلد دوم:۲۱۴۔

عمرو بن عبید: جلد دوم:۲۲۰۔

عیسیٰ علیہ السلام: ۱۳۔۵۱۔۵۲۔۵۴۔۵۶۔۵۸۔۶۴۔۶۸۔۱۴۷۔۱۷۲۔۱۷۳۔۱۸۲۔۱۸۸۔۱۹۴۔

جلد دوم: ۱۳۔۱۷۔۶۳۔

عیسیٰ ناصری: ۱۸۹۔

[غ]

غزالی: جلد دوم: ۲۱۸۔۲۱۹۔۲۲۳۔

[ف]

فارابی: جلد دوم: ۲۱۸۔

فخر رازی: ۲۸۳۔ جلد دوم: ۲۱۷۔

فرعون: ۲۳۔۲۴۔۲۵۔۳۷۔۳۸۔۴۴۔۱۵۳۔۱۴۷۔۲۱۷۔۲۳۵۔۲۷۳۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱۔۲۹۲۔

جلد دوم: ۲۶۔۲۷۔۲۹۔۳۰۔۴۷۔۵۴۔۶۲۔۱۰۳۔۱۰۴۔

فرید وجدی: جلد دوم: ۲۲۳۔

فروز آبادی: جلد دوم: ۱۵۶۔

[ق]

قابیل: ۲۲۰۔۲۲۱۔

قاسم رسّی: جلد دوم: ۲۲۰۔۲۲۱۔

قاسمی: جلد دوم: ۲۱۹۔

قرطبی: ۲۸۴۔ جلد دوم: ۱۰۰۔۱۱۴۔۱۸۳۔

قمی: ۱۳۶۔۲۱۰۔۲۸۳۔

قینان: ۲۱۹۔۲۲۰۔

[ک]

کسریٰ: ۲۵۳۔

کعب الاحبار: ۲۶۱

کلینی: جلد دوم: ۲۲۷۔

کندی :جلددوم:۲۱۸۔

[ل]

لات۔۱۸۹۔

لقمان:۲۶۔۲۴۰۔۲۸۹۔

لمک :۲۲۰۔۲۲۱۔

لوط علیہ السلام:۲۳۔۲۵۔۶۲۔۶۳۔۱۸۷۔

جلددوم:۲۷۔۱۳۴۔۱۹۷۔۱۹۹۔

[م]

مک میلان: جلددوم:۲۳۶۔

مالک:۶۱۔

مامون خلیفہ عباسی:۱۳۷۔۲۷۹۔جلددوم:۲۲۰۔۲۲۱۔

متوشلخ:۲۲۰۔۲۲۱۔

متوکل خلیفہ عباسی:جلددوم:۲۲۰۔

مجلسی:۹۲۔۹۳۔جلددوم:۱۹۔۱۸۶۔۱۸۸۔

محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم:۷۔۹۔۱۸۲۔۲۲۵۔۲۳۱۔۲۶۵۔۲۶۸۔

جلددوم:۷۔۱۳۔۱۷۔۲۰۔۳۹۔۴۴۔۵۶۔۵۹۔۶۰۔۶۳۔۱۰۷۔۱۱۷۔۱۴۰۔۱۶۷۔۲۳۷۔۲۴۱۔

محمد ابوزھرہ:جلددوم:۲۲۲۔

محمد بن علی الباقر علیہ السلام:۱۰۸۔۱۳۶۔جلددوم:۱۰۷۔

محمد بن بابویہ: جلددوم:۲۳۴۔

محمد حمید حمداللہ : جلدجلددوم:۲۱۵۔

محمد سلیم حافظ : جلددوم:۲۳۶۔

محمود شلتوت: جلددوم:۲۲۵۔

مخنف بن سلیم :۲۲۵۔

مرتضیٰ (الشریف): جلد دوم: ۲۲۹۔

حضرت مریم علیہ السلام: ۲۳۔۲۴۔۴۵۔۵۱۔۵۲۔۵۴۔۵۶۔۶۲۔۶۸۔۷۰۔۱۳۴۔۱۹۴۔۱۹۹۔۲۰۲۔

جلد دوم: ۵۱۔۵۶۔۵۷۔۵۸۔۱۱۱۔۱۴۳۔۱۶۷۔۱۶۹۔

مزّی: ۲۵۵۔

مسعودی: ۲۲۰۔ جلد دوم: ۲۳۱۔

مسلم: ۵۱۔ جلد دوم: ۳۔۱۸۴۔

مسیح علیہ السلام: ۵۰۔۵۱۔۵۲۔۵۴۔۵۶۔۵۸۔۱۸۹۔۱۹۳۔۱۹۴۔۲۱۱۔ جلد دوم: ۲۱۸۔

معتصم خلیفہ عباسی: جلد دوم: ۲۲۰۔

معروف بن خرّبوذ: جلد دوم: ۱۰۱۔

مقاتل بن سلیمان: ۲۶۴۔

ملک الموت: ۶۵۔۷۱۔۱۰۸۔ جلد دوم: ۸۶۔۸۸۔۹۰۔۹۱۔

منات: ۴۹۔

منصور حلاج: جلد دوم: ۲۲۳۔

منصور دوانقی: جلد دوم: ۲۲۰۔

موریس بوکیل: جلد دوم: ۲۵۰۔۲۵۲۔

موسیٰ علیہ السلام: ۲۶۔۲۷۔۳۷۔۱۳۷۔۱۳۸۔۱۵۳۔۱۵۷۔۱۶۱۔۱۷۲۔۱۷۴۔۱۹۰۔۲۰۵۔۲۱۰۔

۲۱۸۔۲۱۳۔۲۲۴۔۲۲۵۔۲۲۹۔۲۳۴۔۲۷۲۔۲۷۴۔۲۷۵۔۲۷۹۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱۔۳۰۱۔

جلد دوم: ۱۳۔۱۹۔۲۲۔۲۷۔ ۲۹۔ ۳۲۔ ۳۳۔۳۸۔۳۹۔ ۴۰۔۴۴۔ ۴۶۔

۴۸۔۵۰۔۵۲۔۵۵۔۵۶۔۵۹۔۶۰۔۶۲۔۱۰۹۔۱۳۹۔۱۴۱۔۱۵۲۔۱۵۶۔۱۶۹۔۱۷۱۔

مہاجرین: جلد دوم: ۲۹

مہلائیل: ۲۲۱۔

میر جلال الدین حسینی: ۱۳۴۔

میر داماد: ۹۲۔

میکائیل:۶۷۔جلددوم:۹۰۔

[ن]

ناتان:۲۵۸۔۲۵۹۔
الندیم :۳۰۰۔
نسائی:جلددوم:۱۸۲۔
نسر : جلددوم:۱۸۔
نسناس:۱۳۲۔
نصر بن مزاحم :۲۲۵۔
نظام : جلددوم:۲۲۰۔
نمرود :جلددوم:۲۶۔
نوح علیہ السلام:۲۳۔۲۴۔۲۵۔۳۰۔۸۰۔۸۹۔۹۰۔۱۲۵۔۱۲۷۔۱۴۸۔۱۶۱۔۱۷۲۔۱۷۳۔۱۸۲۔
۱۸۸۔۲۱۶۔۲۱۷۔۲۲۱۔۲۲۲۔
جلددوم:۱۳۔۱۵۔۱۷۔۱۸۔۲۰۔۲۶۔۲۷۔۶۱۔۱۳۹۔۱۴۲۔۱۷۸۔

[و]

واصل بن عطاء :۲۵۴۔جلددوم:۲۲۰۔
واقدی :۲۷۸۔۲۶۹۔
ودّ :۲۲۱۔جلددوم:۱۸۔
وھب بن منبہ:۲۲۸۔۲۵۳۔۲۵۶۔۲۶۰۔۲۶۲۔۲۶۴۔

[ھ]

ہابل:جلددوم:۲۲۷۔
ہارون علیہ السلام:۱۴۸۔۱۶۱۔۲۲۳۔۲۲۹۔۲۳۳۔۲۷۴۔۲۹۰۔۲۹۴۔۲۹۶۔۲۹۷۔
جلددوم:۴۸۔۵۸۔۵۳۔
ہاشم:۲۶۶۔

ہبۃ اللہ:۲۱۹۔

ہود علیہ السلام:۱۷۶۔۲۱۷۔ جلد دوم:۱۷۔۱۲۱۔۱۳۰۔۱۳۹۔۱۷۹۔

[ی]

الیافعی : جلد دوم:۲۲۲۔

یافث :۲۲۱۔

یاقوت حموی :۱۲۴۔

یتشبع دختر الیعام :۲۵۶۔

یحییٰ علیہ السلام:۵۴۔ جلد دوم:۱۶۹۔

یزید بن معاویہ:۲۸۵۔

یزید رقاشی :۲۵۲۔۲۵۵۔۲۶۱۔۲۸۴۔

یسع :۲۱۸۔

یعقوب علیہ السلام:۱۴۷۔۱۸۶۔۱۹۹۔ جلد دوم:۲۷۔۳۸۔۳۹۔۴۴۔۴۷۔۵۶۔۶۴۔

یعقوبی :۲۲۰۔

یعوق :۲۲۱۔ جلد دوم:۱۸۔۱۹۔

یغوث :۲۲۱۔ جلد دوم:۱۸۔۱۹۔

یوآب:۲۵۷۔

یوسف علیہ السلام:۱۸۱۔۲۳۷۔۲۳۱۔۲۳۲۔۲۵۳۔۲۷۰۔۲۷۱۔۲۷۷۔۲۷۸۔۲۸۰۔۲۸۱۔

یوشع بن نون :۲۲۳۔۲۲۴۔۲۲۵۔

یونس علیہ السلام:۱۴۷۔۱۵۹۔۲۸۰۔۲۸۱۔ جلد دوم:۱۸۳۔۱۸۴۔

یہودا:۲۵۷۔۲۵۹۔ جلد دوم:۵۸۔

کتاب کے صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے آیات کریمہ کی فہرست

جلد اول

ردیف......آیہ کریمہ......سورہ......صفحہ

١۔ إنّا أنزلناه قرآناً عربيّاً .... يوسف: ١١

٢۔ نزل به الروح الأمين........ شعراء: ١١

٣۔ كلّ الطعام كان حلاً لبني اسرائيل .... آل عمران: ١٣

٤۔ وإذ قال عيسى بن مريم يا بني إسرائيل........ صف: ١٤

٥۔ وإذ أخذ ربك من بني آدم من........ اعرف: ١٩

٦۔ إنّما أشرك آباؤنا من قبل........ اعراف: ١٩

٧۔ ضرب الله مثلاً للذين كفروا امرأة نوح .... تحريم: ٢٣

٨۔ وهي تجري بهم في موج كالجبال .... هود: ٢٥

٩۔ ولقد آتينا إبراهيم رشده .... انبياء: ٢٥

١٠۔ واتل عليهم بنا إبراهيم إذ قال لأبيه .... شعراء: ٢٥

١١۔ قال موسىٰ أتقولون للحقّ لمّا جاءكم أسحر........ يونس: ٢٦

١٢۔ وإذا قيل لهم تعالوا إلى ما أنزل الله .... مائده: ٢٦

١٣۔ ومن الناس من يجادل في الله بغير علم .... لقمان: ٢٦

١٤۔ وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن .... زخرف: ٢٧

١٥۔ وكذلك ما أرسلناك من قبلك في قرية .... زخرف: ٢٧

١٦۔ فذكر إنّما أنت مذكر لست عليهم........ غاشيه: ٣٠

۱۷۔ و أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس............ نحل: ۳۰

۱۸۔ و لقد جعلنا فی السماء بروجاً و................ حجر: ۳۴

۱۹۔ و الأرض مدد ناها و ألقينا.............. حجر: ۳۴

۲۰۔ إنّ فی خلق السّموات و الأرض و اختلاف.......... بقرہ: ۳۵

۲۱۔ أرايت من اتخذ إلهه هواه أفأنت تكون و أضله الله.......... فرقان: ۳۷

۲۲۔ أرايت من اتخذ إلهه هواه أفأنت تكون و اضله الله.......... جاثیہ: ۳۷

۲۳۔ و من أضل ممّن اتبع هواه بغير هدىً من الله.......... قصص: ۳۷

۲۴۔ لئن اتخذت إلهًا غيري.............. اعراف: ۳۷

۲۵۔ و قال الملأ من قوم فرعون اتذر موسى و.............. شعراء: ۳۷

۲۶۔ الذين يجعلون مع الله إلهاً آخر.............. حجر: ۳۸

۲۷۔ و لقد خلقنا الإنسان من سلالة من طين.............. مؤمنون: ۳۹

۲۸۔ و لقد أرسلنا نوحاً إلى قومه.............. مؤمنون: ۴۰

۲۹۔ ما اتخذ الله من ولد و ما كان معه من إله.............. مؤمنون: ۴۱

۳۰۔ أم جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه.............. رعد: ۴۱

۳۱۔ أفمن يخلق كمن لا يخلق.............. نحل: ۴۱

۳۲۔ ذلكم الله ربكم لا إله إلّا هو خالق كل شيء.............. انعام: ۴۲

۳۳۔ يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إله غيره.............. ہود ۴۲

۳۴۔ من خالق غير الله يرزقكم.............. فاطر: ۴۳

۳۵۔ و اتخذوا من دونه آلهةً لا يخلقون.............. فرقان: ۴۳

۳۶۔ يا أيّها الناس ضرب مثل فاستمعوا له.............. حج: ۴۳

۳۷۔ قل أرأيتم إن أخذ الله سمعكم.............. انعام: ۴۴

۳۸۔ الذی له ملك السموات والأرض.............. اعراف: ۴۴

۳۹۔ من اله غير الله يا تيكم بضياء.............. قصص: ۴۴

۴۰ ـ ذلکم اللّٰہ ربکم لہ الملك لا الالہ الّا ھو............ زمر: ۴۴

۴۱ ـ لا إلہ إلّا ھو یحیی و یمیت ربکم و............ دخان: ۴۵

۴۲ـ إنّما الھکم اللّٰہ الذی لا إلہ إلاّ ھو............ طہ: ۴۵

۴۳ـ قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون............ اسراء: ۴۵

۴۴ـ واتخذوا من دون اللّٰہ آلھۃ لیکون............ مریم: ۴۵

۴۵ ـ ء أتخذ من دونہ آلھۃ أن یردن............ یس: ۴۵

۴۶ـ أم لھم آلھۃ تمنعھم من دوننا............ انبیاء: ۴۵

۴۷ـ واتخذوا من دون اللّٰہ آلھۃ لعلھم............ یس: ۴۵

۴۸ ـ فما أغنت عنھم آلھتھم التی............ ھود: ۴۵

۴۹ـ إنّما اللّٰہ إلہ واحد............ نساء: ۴۶

۵۰ـ لقد کفر الذین قالوا إنّ اللّٰہ ثالث............ مائد: ۴۶

۵۱ـ وقال اللّٰہ لا تتخذوا إلھین اثنین............ نحل: ۴۶

۵۲ـ إنّنی إنا للہ لا إلہ إلا أنا فاعبدنی............ طہ: ۴۶

۵۳ـ وما أرسلنا من قبلك من رسول............ انبیاء: ۴۶

۵۴ـ أمّن خلق السموات و الأرض و أنزل............ نحل: ۴۶

۵۵ ـ فاسفتھم الربك البنات و............ صافات: ۴۸

۵۶ـ أم اتخذ ممّا یخلق بنات و............ زخرف: ۴۸

۵۷ـ و إذا بشر أحدھم بما ضرب للرحمن............ زخرف: ۴۹

۵۸ـ أفرأیتم اللات و العزی............ نجم: ۴۹

۵۹ ـ إنّ الذین لا یؤمنون بالآخرۃ لیسمّون............ نجم: ۴۹

۶۰ـ و جعلوا اللّٰہ شرکاء الجن و خلقھم............ انعام: ۵۰

۶۱ـ و یوم یحشرھم جمیعاً ثم یقول............ سبا: ۵۰

۶۲ـ و قالت الیھود عزیز ابن اللّٰہ............ توبہ: ۵۰

٦٣ ـ يا أهل الكتاب لا تغلو أفي دينكم.................. نساء: ٥١

٦٤ـ لقد كفر الذين قالوا إنّ الله هو المسيح............مائده: ٥١

٦٥ ـ إنّ مثل عيسى عند الله كمثل آدم.............آل عمران: ٥٢

٦٦ـ وقالوا اتخذ الرّحمن ولدًا..................... مريم: ٥٢

٦٧ـ قل هو الله أحد الله الصمد.............. اخلاص : ٥٣

٦٩ـ إنّ الله يبشرك بكلمة منه اسمه...............آل عمران: ٥٤

٧١ـ و الملائكه يسبحون بحمد ربهم...............شوری: ٦٢

٧٢ـ يخافون ربهم من فوقهم......................نحل: ٦٢

٧٣ـ فأرسلنا إليها روحنا فتمثّل لها.................. مريم: ٦٢

٧٤ـ و لقد جاءت رسلنا إبراهيم بالبشرى...............هود : ٦٢

٧٥ـ إذ تستغيثون ربكم...........................انفال: ٦٣

٧٦ـ اذ يوحى ربك إلى الملائكه......................انفال: ٦٣

٧٧ـ إذ تقول للمؤمنين ألن يكفيكم.....................آل عمران: ٦٣

٧٨ـ الله يصطفى من الملائكة رسلاً.......................حج: ٦٤

٧٩ـ إنّه لقول رسول كريم.............................تكوير: ٦٤

٨٠ـ قل من كان عدواً لجبريل فإنه........................ بقره: ٦٤

٨١ـ و إنّه لتنزيل ربّ العالمين نزل به................... شعراء: ٦٤

٨٢ـ قل نزله روح القدس من ربك......................... نحل: ٦٤

٨٣ـ و آتينا عيسى بن مريم البينات........................ بقره: ٦٤

٨٤ـ تنزل الملائكة و الروح فيها باذن...................... قدر: ٦٥

٨٥ـ و لقد خلقنا الإنسان و نعلم ما توسوس...................... ق: ٦٥

٨٦ـ قل يتوفاكم ملك الموت الذى و كلّ........................ سجده: ٦٥

٨٧ ـ حتى إذا جاء أحدكم الموت توفته........................انعام: ٦٥

۸۸۔ الذین تتو فا کم الملا ئکة ظا لمی أنفسهم............نحل: ۶۵
۸۹۔ تعرج الملا ئکة و الروح إلیه فی............معا ر ج: ۶۶
۹۰۔ یو م یقو م الروح و الملا ئکة صفاً............ نباء: ۶۶
۹۱۔ لیس البرّ أن تو لوا و جو هکم قبل............ بقره: ۶۶
۹۲۔ من کان عدو الله و ملا ئکته ورسله............بقره: ۶۶
۹۳۔ فإ ذا سو یته و نفخت فیه من............حجر: ۶۸
۹۴۔ و مریم ابنت عمرا ن التی............ تحریم: ۶۸
۹۵۔ ینز ل الملا ئکة با لروح من أمره علی............ نحل: ۶۹
۹۶۔ و کذ لك أو حینا الیك رو حا ً من............حج: ۶۹
۹۷۔ ثمّ استو ی إلی السما ء و هی دخا ن............فصلت: ۷۲
۹۸۔ و کا ن عر شه علی الما ء............ هود: ۷۲
۹۹۔ ألم یروا إلی الطیر مسخرات فی............ نحل: ۷۳
۱۰۰۔ و أنزل من السما ء ما ءً فا خرج............ بقره: ۷۳
۱۰۱۔ ثم استوی إلی السما ء فسوّ اهن سبع............ بقره: ۷۴
۱۰۲۔ و ما من غا ئبة فی السما ء و الأرض............ نحل: ۷۴
۱۰۳۔ یوم نطوی السما ء کطی السجل............ انبیا ء: ۷۴
۱۰۴۔ هو الذی خلق لکم ما فی السموا ت الأرض جمیاً............ بقره: ۷۴
۱۰۵۔ الله الذی خلق سبع سموا ت و من الارض............طلا ق: ۷۴
۱۰۶۔ و أنز لنا إلیك الذ کر لتبین للناس............ نحل: ۷۵
۱۰۷۔و هو الذی خلق السموا ت والأ رض............ هود: ۷۵
۱۰۸۔ إنّ ربکم الله الذی خلق السموا ت والا رض فی............ یونس: ۷۵
۱۰۹۔الذی خلق السموا ت و الأرض و ما بینهما فی............ فرقا ن: ۷۶
۱۱۰۔اولم یر الذین کفروا ان السموات و الا رض کا نت............ انبیاء: ۷۶

۱۱۱۔قل أ إنکم لتکفرون بالذی خلق.......... فصلت: ٧٦

۱۱۲۔ أ أنتم أشد خلقاً أم السماء بناها.......... نازعات: ٧٧

۱۱۳۔و السماء وما بناها۔ و الأرض و ما طحاه.......... شمس: ٧٧

۱۱۴۔ و الأرض مددناها و ألقينا فيها.......... حجر: ٧٧

۱۱۵۔ الذی جعل لکم الأرض مهداً و.......... طه: ٧٧

۱۱۶۔ الذی جعل لکم الأرض فراشاً و.......... بقره: ٧٨

۱۱۷۔ ألم تروا کیف خلق اللّٰه سبع سموات.......... نوح: ٧٨

۱۱۸۔ أفلا ينظرون إلی الإبل کیف خلقت.......... غاشیه: ٧٨

۱۱۹۔ أمّن خلق السّموات و الأرض و أنزل لکم.......... نمل: ٧٨

۱۲۰۔ و جعلنا فی الأرض رواسي أن تمید بهم.......... انبیاء: ٧٩

۱۲۱۔ ألم يجعل الأرض کفاتا.......... مرسلات: ٧٩

۱۲۲۔ هو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر.......... یونس: ٧٩

۱۲۳۔ و لقد أرسلنا نوحاً و إبراهیم.......... حدید: ٨٠

۱۲۴۔ أذکروا نعمة اللّٰه علیکم.......... مائده: ٨٠

۱۲۵۔ ألم تروا أنّ اللّٰه سخر لکم ما فی.......... لقمان: ٨٤

۱۲۶۔ ولقد خلقنا الإنسان من صلصال.......... حجر: ٨٤

۱۲۷۔ انا زینا السماء الدنیا بزینة.......... صافات: ٨٥

۱۲۸۔ و جعل القمر فیهن نوراً و جعل الشمس.......... نوح: ٨٥

۱۲۹۔ إنّ عدة الشهود عند اللّٰه اثنا عشر.......... توبه: ٨٥

۱۳۰۔ و علامات و بالنجم هم یهتدون.......... نحل: ٨٦

۱۳۱۔ و هو الذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بها.......... انعام: ٨٦

۱۳۲۔ قل یاأیها الناس إنی رسول اللّٰه إلیکم جمیعاً.......... اعراف: ٨٨

۱۳۳۔ و أوحی إلیّ هذا القرآن لأنذرکم.......... انعام: ٨٨

۱۳۴۔ کذبت قبلهم قوم نوح .... قمر: ۸۹

۱۳۵۔ کذلك ماأتی الذین من قبلهم من رو سو ل .... ذاریات: ۹۰

۱۳۶۔ و اللّٰه خلق کلّ دابةٍ من ما ءٍ فمنهم من یمشی.......... نور: ۹۵

۱۳۷۔ و ما من دا بة فی الأرض ولا طا ئر یطیر.............. انعام: ۹۵

۱۳۸۔ و للّٰه یسجد ما فی السموا ت و ما فی الأرض.......... نحل: ۹۵

۱۳۹۔ فلمّا جنّ علیه اللیل................................. انعام: ۹۷

۱۴۰۔ و خلق الجان من مارج من نار .... الرحمن: ۹۷

۱۴۱۔ و الجان خلقنا ه من قبل من نا رالسموم................ حجر: ۹۷

۱۴۲۔ فی أمم قد خلت من قبلهم من الجن وا لانس.............. . فصلت: ۹۷

۱۴۳۔ و من الجن من یعمل بین یدیه بأ ذ ن ربّه.................. سبا: ۹۷

۱۴۴۔ قال عفریت من الجن أناآتیك به قبل.................. نمل: ۹۸

۱۴۵۔ فلمّاقضینا علیه الموت مادلهم علی مو ته................. سبا: ۹۸

۱۴۶۔ وأنّه کان یقول سفیهنا علی اللّٰه.............................. جن: ۹۸

۱۴۷۔ وأنهم ظنوا کما ظننتم أن لن................................ جن: ۹۸

۱۴۸۔ وأنّه کا ن رجا ل من الا نس یعوذون.......................... جن: ۹۹

۱۴۹۔ و انّا لمسنا السما ء فو جد نا ها............................. جن: ۹۹

۱۵۰۔ وانّا کنا نقعد منها مقا عد للسمع............................. جن: ۹۹

۱۵۱۔ و انا منا الصا لحو ن ومنا...................................... جن: ۹۹

۱۵۲۔ و انا منا المسلمو ن و منا القا سطون فمن.................... جن: ۹۹

۱۵۳۔ و لقد زینا السما ء الدنیا بمصا بیح و جعلناها .... ملك: ۱۰۰

۱۵۴۔ و کذ لك جعلنا لکلّ نبی عدواً شیا طین.................. انعام: ۱۰۰

۱۵۵۔ انا جعلنا الشیا طین أولیا ء للذ ین..................... اعرا ف: ۱۰۱

۱۵۶۔ إنّ المبذ رین کا نوا إخوا ن الشیا طین..................... اسراء: ۱۰۱

۱۵۷۔ و لا تتبعوا خطوات الشیطا ن أنّہ لکم عدو مبین........بقرہ: ۱۰۱

۱۵۸۔ الشیطا ن یعد کم الفقر و یأ مرکم با..............بقرہ: ۱۰۱

۱۵۹۔ و من یتخذ الشیطا ن و لیاً من دو ن اللّٰہ فقد.........نساء: ۱۰۱

۱۶۰۔ انما یرید الشیطا ن أن یو قع بینکم.............ما ئدہ: ۱۰۱

۱۶۱۔ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطا ن کما أخرج.......... اعراف: ۱۰۱

۱۶۲۔ و یوم تقوم السا عۃ یبلس المجرمون............روم: ۱۰۲

۱۶۳۔ و اذا قلنا للملا ئکۃ اسجد و ا لِآدم...........کھف: ۱۰۲

۱۶۴۔ و لقد صدق علیھم أبلیس ظنہ............ سبا: ۱۰۲

۱۶۵۔ فوسوس لھما الشیطا ن لیبدی لھما ما و وری........اعراف: ۱۰۳

۱۶۶۔ ألم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا ا لشیطا ن.........یس: ۱۰۳

۱۶۷۔ اِنّ الشیطا ن لکم عدو فا تخذ و ہ عد واً........... فاطر: ۱۰۳

۱۶۸۔ و ما یکفربھا اِلّا الفا سقون............بقرہ: ۱۰۶

۱۶۹۔ اِنّ المنا فقین ھم الفا سقون.......... ....توبہ: ۱۰۶

۱۷۰۔ فمنھم مھتد و کثیر منھم فا سقون............حدید: ۱۰۷

۱۷۱۔ منھم المو منو ن و أکثر ھم الفا سقون.........آل عمران: ۱۰۷

۱۷۲۔ فلما خرّ تبینت الجن أن لو کا نوا..............سبا: ۱۰۹

۱۷۳۔ انا خلقنا ھم من طین لا زب..................صافات: ۱۱۳

۱۷۴۔ خلق الإنسا ن من صلصا ل کا لفخا ر........... الرحمن: ۱۱۳

۱۷۵۔ الذی أحسن کلّ شیءٍ خلقہ و بدأ خلق........ سجدہ: ۱۱۳

۱۷۶۔ یا أیھا النا س اِنْ کنتم فی ریب من البعث......... حج: ۱۱۳

۱۷۷۔ ھو الذی خلقکم من ترا ب ثم من نطفۃ........ مؤمنون: ۱۱۴

۱۷۸۔ فلینظر الا نسا ن ممّ خلق........... طا رق: ۱۱۴

۱۷۹۔ خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زو جھا.......... زمر: ۱۱۵

۱۸۰- و هو الذی أنشاء کم من نفس وا حده........ انعام:۱۱۵

۱۸۱- و لقد عهدنا إلی آدم من قبل فنسی و لم نجد........ طه:۱۱۵

۱۸۲- و لقد خلقنا کم ثم صور نا کم ثم قلنا...... اعراف:۱۱۶

۱۸۳- قال أسجد لمن خلقت طینا............ اسراء:۱۱۷

۱۸۴- قال رب بما اغو یتنی لا زینن لهم......... ....حجر:۱۱۸

۱۸۵- وقالوا لن مؤ من لك حتی تفرج لنا من.......... . اسراء:۱۱۹

۱۸۶- لقد کان لسباءٍ فی مسکنهم......... سبا:۱۱۹

۱۸۷- قل اذ لك خیر ام جنة الخلد التی............ ......فرقان:۱۲۰

۱۸۸- و الذین آمنو ا وعملوا الصا لحا ت اولآئك........... بقره:۱۲۰

۱۸۹- إنا عرضنا الأ ما نة علی السموات.............. .....احزاب:۱۲۸

۱۹۱- و یسئلو نك عن الروح قل الروح من.......... ... اسراء:۱۳۵

۱۹۲- أ أربا ب متفر قون خیر أم اللّٰه الواحد........... .... یوسف:۱۴۴

۱۹۳- و قال للذی ظن انّه نا ج منهما........ .... یوسف:۱۴۴

۱۹۴- اتخذ وا أحبا رهم و رهبا نهم.......... .... تو به:۱۴۵

۱۹۵- سبح اسم ربّك الأعلی اعلی:۱۴۷

۱۹۶- ربنا الذی اعطی کلّ شیءٍ خلقه ثم........... ....طه:۱۴۷

۱۹۷- خلق کلّ شیءٍ فقدر ه تقدیرا............... فرقان:۱۴۷

۱۹۸- وعلم آدم الأسما ء کلّها ثم عر ضهم........... ... بقره: ۱۴۷

۱۹۹- شرع لکم من الذین ما وصی بی نو حاً شوری:۱۴۷

۲۰۰- انّا أوحینا الیك کما أوحینا إلی نو ح........... ...نسا ء:۱۴۷

۲۰۱- نزل علیك الکتاب با لحقّ مصدقاً............ آل عمرا ن:۱۴۸

۲۰۲- و ما خلقت الجن و الا نس إلّا لیعبدو ن.........ذاریات:۱۴۸

۲۰۳- یا معشر الجن و الا نس ألم یأ تکم رسل منکم...... انعام:۱۴۸

۲۰۴۔ و إذا صرفنا إليك نفر ا من الجن............... احقا ق:۱۴۸

۲۰۵۔ قل أوحی إلی أنّه استمع نفر من الجن......... .... جن:۱۴۹

۲۰۶۔ و أوحی ربّك إلی النحل أن اتّخذی......................نحل:۱۵۰

۲۰۷۔ خلق الإنسان ـ علمه البیان الرحمن:۱۵٤

۲۰۸۔ أقرأ با سم ربّك الذی خلق.............................علق :۱۵٤

۲۰۹۔ و سخر الشمس و القمر کلّ یجری لاجل مسمّی........ فاطر:۱۵۵

۲۱۰۔ و سخر الشمس و القمر و النجو م مسخرات بأمره... اعراف: ۱۵۵

۲۱۱۔ لا یعصو ن اللّٰه ما أمر هم و یفعلون ما............ .....تحریم:۱۵۵

۲۱۲۔ فخرج علی قومه من المحراب...................... مریم:۱۵٦

۲۱۳۔ أنّ الشیا طین لیو حو ن إلی أولیا ئهم........... ....انعا م:۱۵۷

۲۱٤۔ و أوحینا إلی أم مو سی................. .... قصص: ۱۵۷

۲۱۵۔ و جعل فیها رواسی من فو قها و.................. فصلت: ۱۵۸

۲۱٦۔ و اذ قال ربك للملا ئکة انّی جاعل فی............. ....بقره: ۱٦۰

۲۱۷۔ و قال موسی لا خیه هارون اخلفنی فی.......... ..اعراف: ۱٦۱

۲۱۸۔ و لله یسجد من فی السموا ت و الأرض......... ....رعد:۱٦۲

۲۱۹۔ سیما هم فی وجو هم من اثر السجود............. .... فتح:۱٦۲

۲۲۰۔ أتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك.........................بقره:۱٦۳

۲۲۱۔ و سخر لکم ما فی السموات و ما فی الأرض.........جا ثیه: ۱٦۵

۲۲۲۔ اللّٰه الذی جعل لکم ا لأرض قرارا.................... مؤ من: ۱٦۵

۲۲۳۔ الذی جعل لکم الأرض مهداً...................... زخرف:۱٦۵

۲۲٤۔ والأرض وضعها للأ نام.......... .... الرحمن:۱٦۵

۲۲۵۔ هو الذی جعل لکم الأرض ذلو لافامشوا.............. ملك: ۱٦۵

۲۲٦۔ ألم تر ان اللّٰه سخر لکم ما فی الأرض.......................حج: ۱٦۵

۲۲۷۔ و لقد کرمنا بنی آدم وحملنا ہم.............. .... اسراء:۱۶۵
۲۲۸۔ اللہ الذی خلق السموات و الأرض وأنزل............ابرا ہیم: ۱۶۶
۲۲۹۔ وعلی اللہ قصد السبیل و منها جا ئر و.............. ...... نحل:۱۶۶
۲۳۰۔ و من ثمرات النخیل و الأعناب........................نحل: ۱۶۷
۲۳۱۔ و الأنعام خلقها لکم فیها دفء و.......................... نحل: ۱۶۹
۲۳۲۔ و انّ لکم فی الأنعام لعبرة تسقیکم........... ....نحل:۱۶۹
۲۳۳۔ یعلمون له ما یشا ء من محا ریب و تما ثیل و......... سباء:۱۷۵
۲۳۴۔ و من الشیا طین یغو صون له و....... ....انبیاء:۱۷۵
۲۳۵۔ ما کان لیأخذ اخاه فی دین الملك.............. .... یوسف:۱۸۱
۲۳۶۔ إنّ الدّین عند اللہ الإسلام............................آل عمران:۱۸۳
۲۳۷۔ قالت الأعراب آمنا قل لم تؤ منوا............... ...... حجرات :۱۸۴
۲۳۸۔ اذا جا ء ك المنا فقون قالوا نشهد أنك............. منا فقون:۱۸۵
۲۳۹۔ ان المنا فقین یخاد عون اللہ و هو.................... نساء:۱۸۵
۲۴۰۔ فان تو لیتم فما سأ لتکم من أجر.................. .... یونس:۱۸۶
۲۴۱۔ ما کان أبراهیم یهودیا ولا نصرا نیاً.................آل عمرا ن:۱۸۶
۲۴۲۔ و وصی بها أبرا هیم بنیه و یعقوب.......................بقره:۱۸۶
۲۴۳۔ ما جعل لکم فی الد ین من حرج...........................حج: ۱۸۶
۲۴۴۔ فأخرجنا من کان فیها من المؤ منین.......................ذاریا ت: ۱۸۷
۲۴۵۔ یا قوم أن کنتم آمنتم با للہ فعلی..........................یونس:۱۸۷
۲۴۶۔ ربنا أفرغ علینا صبراً و و تو فنا مسلمین............... اعراف :۱۸۷
۲۴۷۔ انه من سلیمان و انه بسم اللہ الرحمن الرحیم.............. نمل: ۱۸۷
۲۴۹۔ یا أیها الملأ أیکم یأ تونی بعر شها...........................نمل :۱۸۸
۲۵۰۔ و اذا أوحیت إلی الحوا ریین ان .... ما ئده:۱۸۸

۲۵۱۔ فلمّا أحس عیسی منهم الکفر قال من انصاری......آل عمران: ۱۸۸

۲۵۲۔ فاقم وجهك للدین حنیفاً فطرت.................. روم:۱۹۵

۲۵۳۔ یسئلونك ما ذا أحل لهم قل.................... مائده:۱۹۶

۲۵۴۔ الذین یتبعون الرسول النبی الأمی..................اعراف:۱۹۶

۲۵۵۔ فاما الزبد فیذهب جفاءً..........................رعد:۱۹۷

۲۵۶۔ واذن فی الناس بالحج یاتوك..................حج: ۱۹۷

۲۵۷۔ یدعوا من دون الله ما لا یضرّه و ل....................حج:۱۹۷

۲۵۸۔ یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما.............بقره:۱۹۷

۲۵۹۔ انّما المؤمنون إخوة...........................حجرات:۱۹۸

۲۶۰۔ وجعلنا هم أئمة یهدون بأمرنا و.....................انبیاء:۱۹۹

۲۶۱۔ واوصانی بالصلاة و الزّکاة.......................مریم: ۱۹۹

۲۶۲۔ وکان یأمر اهله بالصلاة والزکاة.........................مریم:۱۹۹

۲۶۳۔ یا أیها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما..............بقره: ۱۹۹

۲۶۴۔ وأخذهم الربّا وقد نهوا عنه.........................نساء:۲۰۰

۲۶۵۔ إنّا أنزلنا التوراة فیها هدی...........................مائده: ۲۰۰

۲۶۶۔ والوالدات یرضعن أولادهن.......................... بقره:۲۰۰

۲۶۷۔ ونفس وما سواها شمس:۲۰۱

۲۶۸۔ فألهمها فجورها وتقویها.............................شمس:۲۰۲

۲۶۹۔ وأمّا من خاف مقام ربّه و نهی النفس.............نازعات: ۲۰۲

۲۷۰۔ فاما من طغی وآثر الحیوة الدنیا........................نازعات:۲۰۳

۲۷۱۔ أضاعوا الصلاة وأتبعوا..................................مریم:۲۰۳

۲۷۲۔ وقال الشیطان لمّا قضی الأمر ان الله..........................ابراهیم:۲۰۳

۲۷۳۔ فذکر انما أنت مذکر...............................غاشیه:۲۰۴

۲۷۴۔ اتاھدینا ہ السبیل إما شاکراً و بلد:۲۰۴

۲۷۵۔ لاإکراہ فی الدین قد تبیّن................ بقرہ:۲۰۴

۲۷۶۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ..................زلزال:۲۰۴

۲۷۷۔ و اذ صرفنا إلیک نفراً من الجن....................احقاف:۲۰۵

۲۷۸۔ و یوم یحشرھم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثرتم.... انعام:۲۰۷

۲۷۹۔ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب و............... آل عمران:۲۱۵

۲۸۰۔ یاأیھا النبی إنّاأرسلناک شاھداً و.....................احزاب:۲۱۵

۲۸۱۔ ألنبّی أولی بالمومنین من أنفسھم.............. احزاب:۲۱۵

۲۸۲۔ انّا أوحیناألیک کما أوحینا نساء:۲۱۶

۲۸۳۔ کان الناس أمۃ واحدۃ فبعث اللہ..........................بقرہ:۲۱۶

۲۸۴۔ و لقد فضّلنا بعض النبیین علی...........................اسراء:۲۱۶

۲۸۵۔ و ما أرسلنا من رسول إلابلسان............................ابراھیم:۲۱۷

۲۸۶۔ و إلی عاد أخاھم ھودا.........................اعراف:۲۱۷

۲۸۷۔ و إلی ثمود اخاھم ھودا.........................اعراف:۲۱۷

۲۸۸۔ و إلی مدین اخاھم شعیبا..................... اعراف:۲۱۷

۲۸۹۔ و رسلاً مبشرین و منذرین لئلا............................نساء:۲۱۷

۲۹۰۔ و ما کنّا معذبین حتی نبعث رسولً..........................اسراء:۲۱۷

۲۹۱۔ و لکلّ أمۃ رسول فإذا جاء رسول لھم.............. یونس:۲۱۷

۲۹۲۔ فعصوا رسول ربھم فاخذھم........................حاقہ:۲۱۸

۲۹۳۔ و من یعص اللہ و رسولہ فإنّ لہ........................جن:۲۱۸

۲۹۴۔ ثم أوحینا الیک ان اتبع.......................... نحل:۲۱۸

۲۹۵۔ الیوم أکملت لکم دینکم و........................ مائدہ:۲۱۹

۲۹۶۔ خلق السموات و الأرض بالحق ان.............. عنکبوت:۲۲۶

۲۹۷۔ هو الذی أنزل من السماء ماءً لکم منه شراب.........نحل:۲۲۶

۲۹۸۔ انّ فی خلق السموات و الأرض و اختلا ف اللیل........بقرہ:۲۲۷

۲۹۹۔و رسو لاً اِلی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیة....... .آل عمران:۲۲۸

۳۰۰۔ ما انت الا بشر مثلنا فأتِ بآیة ان.................. شعراء:۲۳۱

۳۰۱۔ فعقروها فا صبحوا نا دمین..................... شعراء:۲۳۱

۳۰۲۔ فأخذ هم العذا ب انّ فی ذ لك......................شعراء: ۲۳۱

۳۰۳۔ و إن کنتم فی ریب مما نزّ لنا علی......................بقرہ:۲۳۲

۳۰۴۔ قل لئن اجتمعت الإنس و الجن علی ان...............اسراء: ۲۳۲

۳۰۵۔ و لقد همت به و هم بها لو لا ان.................. یوسف:۲۳۷

۳۰۶۔ و اذابتلی أبرا هیم ربّه..........................بقرہ: ۵۳۸

۳۰۷۔ یا داود انّا جعلنا ك خلیفةً فی.....................صٓ: ۲۳۸

۳۰۸۔ یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً و.....................بقرہ:۲۳۹

۳۰۹۔ تا الله لقد ارسلنا إلی امم من قبلك....................نحل:۲۴۱

۳۱۰۔ و اذ زین لهم الشیطا ن أعما لهم و...................انفا ل:۲۴۱

۳۱۱۔ یسجدو ن للشمس من دو ن الله و زین......................نمل:۲۴۱

۳۱۲۔ شهر رمضا ن الذی أنزل فیه..........................بقرہ:۲۴۳

۲۱۳۔ انّا أنزلنا ه فی لیلة القد........................ قدر:۲۴۳

۳۱۴۔ اصبر علی ما یقو لون و اذ کر عبد نا داود.......... صٓ:۲۴۷

۳۱۵۔ و ما کان لمو من و لا مؤ منة......................احزاب:۲۶۷

۳۱۶۔ فلما قضی زید منها وطر أ زوّجنا کها............ احزاب:۲۶۸

۳۱۷۔ و ما جعل أدعیاء کم أبناء کم................ احزا ب:۲۶۸

۳۱۸۔ فجعلکم جذا ذاً اِلّا کبیراً لهم لعلهم..................انبیاء:۲۶۹

۳۱۹۔ فلما جهز هم بجها ز هم جعل السقا یة فی..........یو سف:۲۷۰

۳۲۰۔ و ذا النو ن اذ ذهب مغا ضباً فظن............ انبیاء: ۲۷۱

۳۲۱۔ انّا فتحنا لك فتحاً مبیناً لیغفر لك............ فتح: ۲۷۱

۳۲۲۔ ستجد نی ان شا ء اللّٰہ صا براً و لاأعصی............ کهف: ۲۷۳

۳۲۳۔ علیها ملا ئکة غلا ظ شدا د لا یعصون............ تحریم: ۲۷۳

۳۲۴۔ و عصی آدم ربه فغوی............ طه: ۲۷۳

۳۲۵۔ و اذ نا دیٰ ربك مو سی إن أ ئت القوم............ شعراء: ۲۷۳

۳۲۶۔ و دخل المد ینة علی حین غفلة من أهلها............ قصص: ۲۷۴

۳۲۷۔ بل فعله کبیر هم هذا فأسالو هم............ انبیا ء: ۲۷۷

۳۲۸۔ خصمان بغیٰ بعضنا علی بعض............ ص: ۲۸۲

۳۲۹۔ لقد ظلمك بسؤال نعجتك إلی............ ص: ۲۸۲

۳۳۰۔ و لئن سئلتهم من خلقهم............ لقمان: ۲۸۹

۳۳۱۔ و لئن سئلتهم من خلق السموات و الأرض............ زخرف: ۲۸۹

۳۳۲۔ و لئن سئلتهم من خلق السموات و الأرض............ زخرف: ۲۸۹

۳۳۳۔ ألیس لی ملك مصر وهذه الأنها ر تجری............ زخرف: ۲۹۰

۳۳۴۔ أنا ربّکم الأعلی............ النازعات: ۲۹۰

۳۳۵۔ اذهبا إلی فرعون انه طغی............ طه: ۲۹۰

۳۳۶۔ أجئتنا لتخرجنا من أرضنا بسحرك............ طه: ۲۹۳

۳۳۷۔ فأ تیا فر عون فقو لا ان رسول............ طه: ۲۹۴

۳۳۸۔ إنّ هذا لسا حر علیم یر ید أ ن............ شعراء: ۲۹۴

۳۳۹۔ فلما ألقوا سحروا أعین النا س و أستر هبو هم............ اعراف: ۲۹۵

۳۴۰۔ انه لکبیر کم الذی علّمکم السحر............ شعراء: ۲۹۶

۳۴۱۔ لا ضیرانّا إلی ربنا منقلبو ن............ شعراء: ۲۹۷

۳۴۲۔ أ انت فعلت هذاباً لهتنا یاابراهیم............ انبیاء: ۲۹۸

۳۴۳۔ و کذلك نری أبراهیم ملکوت السموات............انعام:۲۹۹

۳۴۴۔ ألم ترالی الذی حاج أبراهیم فی ربّه.............بقره: ۳۰۱

۳۴۵۔ فا نهم عدولی اِلّاربّ العالمین.......................شعراء: ۳۰۲

۳۴۶۔ والّذی هو یطعمنی ویسقین واذا مرضت.........طه:۳۰۲

جلد دوم

ردیف..........آیۂ کریمہ...........................سورے.........صفحہ

۳۴۷۔ انّاارسلنانوحاً اِلی قومه.............................. نوح:۱۸

۳۴۸۔ شرع لکم من الدین ما وصی...........................نوح:۱۹

۳۴۹۔ سلام علی نوح فی العالمین.........................صافات: ۲۰

۳۵۰۔ و اِذ بوأ نا لاِبراهیم مکان.................................حج:۲۱

۳۵۱۔ و اِذ جعلنا البیت مثابه.............................. بقره:۲۱

۳۵۲۔ و قالوا کونوا هودا أو نصاری.........................انعام:۲۲

۳۵۳۔ قل صدق الله فا تبعوا ملّة اِبراهیم...................آل عمران:۲۲

۳۵۴۔ قل اِنّنی هدانی ربّی اِلی صراط...........................انعام:۲۳

۳۵۵۔ آمنا بالله و ما أنزل اِلینا و ما..........................بقره:۲۷

۳۵۶۔ ما ننسخ من آیة أو ننسها.................................قره:۲۸

۳۵۷۔ و اِذا بدّلنا آیة مکان آیة.................................نمل:۲۸

۳۵۸۔ و ادخل ید ك فی جیبك............................. نمل:۲۹

۳۵۹۔ یا بنی اِسرائیل اذکروا نعمتی.........................بقره:۳۱

۳۶۰۔ ولقد آتینا موسی الکتاب و قضینا.................بقره:۳۲

۳۶۱۔ ولقد أنزلنا اِلیك آیات...................................بقره: ۳۳

۳۶۲۔ وَدَّ کثیر من أهل الکتاب لو یردو نکم............ بقره:۳۳
۳۶۳۔ و إذ یرفع إبرا هیم القوا عد............ بقره: ۳۴
۳۶۴۔ قد نری تقلب وجهک فی السماء............ بقره۳۵
۳۶۵۔ وعهدنا إلی إبرا هیم و إسماعیل............ بقره: ۳۵
۳۶۶۔ سیقول السفهاء من النا س ما............ بقره: ۳۵
۳۶۷۔ و علی الذین ها دوا حر منا کل............ انعام:۳۷
۳۶۸۔ الذین آتینا هم الکتاب یعر فو ن............ بقره: ۴۰
۳۶۹۔ وجا وزنا ببنی اسرا ئیل البحر............ اعراف:۴۸
۳۷۰۔ وأضلهم السا مری............ بقره:۴۸
۳۷۱۔ و إذ أخذ نا میثا قکم ورفعنا............ بقره:۴۹
۳۷۲۔ و آتینا مو سی الکتاب و جعلناه هدی............ اسراء:۴۹
۳۷۳۔ و علی الذ ین ها دوا حر منا ما قصصنا............ نحل: ۵۰
۳۷۴۔ یسئلک أهل الکتاب ان تنزل............ نساء: ۵۰
۳۷۵۔ و سئلهم عن القر یة التی کا نت............ اعراف: ۵۱
۳۷۶۔ إنّما جعل السبت علی الذین............ نحل: ۵۱
۳۷۷۔ و قطعنا هم أثنتی عشرة أسباطاً............ اعراف: ۵۱
۳۷۸۔ و إذ قال موسی لقو مه یا قوم اذ کروا............ ما ئدة: ۵۲
۳۷۹۔ إنّ الذین فتنوا المؤ منین والمؤمنات............ البروج:۵۴
۳۸۰۔ انّی قد جئتکم بآیة من ربکم............ آل عمران:۵۹
۳۸۱۔ الذین یتبعون الرسول النبی............ اعراف:۵۹
۳۸۲۔ یاایهاالذین آمنوا اذا نا جیتم الرسول............ مجا دله: ۶۰
۳۸۳۔ إنّاأنزلناالتوراة فیها هدی و............ ما ئده: ۶۴
۳۸۴۔ و قالوا هذه أنعام حرث............ انعام:۶۵

۳۸۵۔	قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق	يونس:۶۶
۳۸۶۔	افكلما جاءكم رسول بما لا	بقره:۶۶
۳۸۷۔	و إذا قيل لهم آمنوا بما أنزل الله	بقره:۶۷
۳۸۸۔	ولن ترضى عنك اليهود	بقره:۶۷
۳۸۹۔	فأقم وجهك للدّين حنيفاً	روم:۶۸
۳۹۰۔	والوالدات يرضعن أولادهن	بقره:۶۸
۳۹۱۔	يا أيها الذين آمنو اكتب عليكم الصيام	بقره:۶۹
۳۹۲۔	ياأيها الذين آمنو اكتب عليكم القصا ص	بقره:۶۹
۳۹۳۔	أحلّ الله البيع وحرّم الرّبا	بقره:۶۹
۳۹۴۔	إنّ الذين آمنوا وهاجروا	انفعال۶۹
۳۹۵۔	وأولوالأرحام بعضهم اولى ببعض	انفعال:۷۰
۳۹۶۔	وآتينا موسى الكتاب وجعلناه	اسراء:۷۱
۳۹۷۔	إنّ هذا القرآن يهدى للتى هى	اسراء:۷۱
۳۹۸۔	وإنّ ليس للإنسان إلّا ما سعى	نجم:۷۷
۳۹۹۔	ومن يرد ثواب الدنيا نؤته منها	آل عمران:۷۷
۴۰۰۔	من كان يريد الحياة الدنيا و	هود:۷۷
۴۰۱۔	من كان يريد العاجلة عجلنا	إسراء:۷۸
۴۰۲۔	ولا تحسبّن الذين قتلوا فى سبيل الله	آل عمران:۷۸
۴۰۳۔	و من يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه	نساء:۷۸
۴۰۴۔	إنّ الله هو الرزاق ذو القوة المتين	ذاریات:۸۰
۴۰۵۔	الله الذى خلقكم ثم رزقكم	روم:۸۰
۴۰۶۔	و لا تقتلوا أولادكم من إملاق	انعام:۸۰
۴۰۷۔	و كأيّن من دابة لا تحمل رزقها	عنكبوت:۸۰

۴۰۸۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی........................نحل:۸۰

۴۰۹۔ و اللہ أنزل من السماء ماءً فأحیا به........................نحل:۸۲

۴۱۰۔ یا ایها الذین آمنوا کلوا من طیبات........................بقرہ:۸۳

۴۱۱۔ یسئلو نك ما ذا أحل لهم قل........................ ما ئدہ:۸۳

۴۱۲۔ و یحلّ لهم الطیبا ت و یحرّم علیهم........................ اعرا ف:۸۳

۴۱۳۔ و الذین ها جروا فی سبیل اللہ ثم........................ حج:۸۳

۴۱۴۔ إلّا من تاب وآمن وعمل صالحا........................ مریم:۸۴

۴۱۵۔ فمن یعمل مثقا ل ذرة خیراً........................زلزال:۸۴

۴۱۶۔ فا لیوم لا تظلم نفس شیاً و........................یس:۸۴

۴۱۷۔ و جاءت سکرة الموت بالحقّ........................ ق:۸۶

۴۱۸۔ قل یتوفا کم ملك الموت الذی و کل........................سجدہ:۸۶

۴۱۹۔ فامّا إن کان من المقرّ بین........................واقعہ۔:۸۷

۴۲۰۔ یا أیّتها النفس المطمئنة ارجعی........................فجر:۸۷

۴۲۱۔ حتی إذا جاء أحد هم الموت قال........................ مؤ منون:۸۷

۴۲۲۔ و نفخ فی الصورفصعق من فی........................ زمر:۹۰

۴۲۳۔ و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً........................کهف:۹۱

۳۲۴۔ و یوم ینفخ فی الصورففزع من فی........................ نمل:۹۱

۴۲۵۔ و نفخ فی الصورفإذا هم من الأجداث........................ یس:۹۱

۴۲۶۔ و حشر نا هم فلم نغا در منهم أحداً........................ کهف:۹۲

۴۲۷۔ یوم ینفخ فی الصورو نحشرالمجرمین........................ طه:۹۲

۴۲۸۔ یوم نحشر المتقین إلی الرحمٰن........................مریم:۹۲

۴۲۹۔ إنهم مبعوثو ن لیوم عظیم........................ مطففین:۹۳

۴۳۰۔ یوم یقوم الروح والملا ئکة صفاً........................نبا ء:۹۳

۴۳۱۔ و خلق اللّٰہ السموات والأرض با لحقّ و............. جا ثیہ:۹۳

۴۳۲۔ و کلّ انسا ن ألزمناہ طا ئرہ فی................اسراء:۹۳

۴۳۳۔ کلّ أمّۃ تدعی الی کتا بھا الیوم تجزون......جا ثیہ:۹۳

۴۳۴۔ فأما من أوتی کتا بہ بیمینہ فیقول..............حا قہ:۹۴

۴۳۵۔ فأمّا من أوتی کتا بہ بیمینہ فسوف.................انشقا ق:۹۴

۴۳۶۔ و لا یحسبن الذین یبخلون بما..............آل عمرا ن: ۹۴

۴۳۷۔ و یوم نبعث فی کلّ أمۃ شیھداً علیھم.............نحل: ۹۵

۴۳۸۔ و یوم یقوم الاشھا د.............................غافر: ۹۵

۴۳۹۔ حتی إذا ما جاء وھا شھد علیھم................فصلت: ۹۵

۴۴۰۔ انّ اللّٰہ یدخل الذین آمنوا و..........................حجر:۹۷

۴۴۱۔ و من عمل صالحاً من ذ کراً و انثی...............مؤ من: ۹۷

۴۴۲۔ من یعمل سوء اً یجز بہ و لا یجد.......................نساء: ۹۷

۴۴۳۔ و یوم القیا مۃ تری الذ ین کذّ بوا علی................زمر: ۹۷

۴۴۴۔ الذین آمنوا بآیا تنا و کا نوا مسلمین..............زخرف: ۹۸

۴۴۵۔ و تلك الجنۃ التی أورثتمو ھا بما.....................زخرف:۹۸

۴۴۶۔ و الذین یکنزون الذ ھب والفضہ........................تو بہ: ۹۸

۴۴۷۔ و إنّ للمتقین لحسن مآ ب..................................صٓ: ۹۹

۴۴۸۔ إنّ عبا دی لیس لك علیھم سلطا ن........................حجر: ۹۹

۴۴۹۔ و أور ثنا القوم الذین کا نوا مستضعفون............. اعرا ف: ۱۰۳

۴۵۰۔ و لنبلو نکم بشی ءٍ من الخوف و الجوع...................بقرہ: ۱۰۴

۴۵۱۔ لیس البر أن تولوا وجوھکم قبل........................بقرہ: ۱۰۴

۴۵۲۔ إنّہ کان فریق من عبادی یقو لون..................مومنون:۱۰۵

۴۵۳۔ الذین آتینا ھم الکتاب من قبلہ............................صٓ: ۱۰۵

۴۵۴۔ و الذین صبروا ابتغاء وجه ربّهم و .... رعد: ۱۰۵
۴۵۶۔ فانطلقا حتی اذا أتیا أهل قریة............ کهف: ۱۰۸
۴۵۷۔ لا یملکون الشفاعة إلّا من اتخذ............مریم: ۱۱۱
۴۵۸۔ عسی أن یبعثك ربّك مقاماً............ اسراء: ۱۱۲
۴۵۹۔ لا یشفعون إلّا لمن ارتضی............ انبیاء: ۱۱۲
۴۶۰۔ الذین اتخذوا دینهم لهواً ولعباً و............ اعراف: ۱۱۲
۴۶۱۔ و الذین کذّبوا بآیاتنا ولقاء الآخره............اعراف: ۱۱۶
۴۶۲۔ ماکان للمشرکین أن یعمروا مساجد............ توبه: ۱۱۶
۴۶۳۔ و من یرتدد منکم عن دینه............ بقره: ۱۱۶
۴۶۴۔ إنّ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰه............محمد: ۱۱۶
۴۶۵۔ یا أیّها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق......حجرات: ۱۱۶
۴۶۶۔ یا أیها الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم............بقره: ۱۱۶
۴۶۷۔ و یوم یحشرهم جمیعاً یا معشر الجن............انعام: ۱۲۰
۴۶۸۔ و إنا منّا المسلمون ومنّا القاسطون............جن: ۱۲۱
۴۶۹۔ قال ادخلوا فی أمم قد خلت من قبلکم .... اعراف: ۱۲۱
۴۷۰۔ و تمت کلمة ربّك لأملأنّ جهنم............هود: ۱۲۱
۴۷۱۔ لا تقتلوا أولادکم خشیة املاق............اسراء: ۱۲۲
۴۷۲۔ یا أیّها الذین آمنوا کلوا من طیبات............بقره: ۱۲۲
۴۷۳۔ لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیه............توبه: ۱۲۸
۴۷۴۔ ورحمتی وسعت کلّ شیءٍ فسأکتبها............اعراف: ۱۲۸
۴۷۵۔ فبأیّ آلاء ربکما تکذبان............الرحمان: ۱۲۹
۴۷۶۔ و لمن خاف مقام ربّه جنتان............الرحمان: ۱۲۹
۴۷۷۔ تبارك اسم ربّك ذی الجلال............الرحمان: ۱۲۹

۴۷۸۔ و هو الذى خلق السموات والأرض...............هود:۱۳۰
۴۷۹۔ انّ ربكم الله الذى خلق السموات والأرض......... يونس:۱۳۰
۴۸۰۔ الذين يحملون العرش ومن حول...............غافر:۱۳۰
۴۸۱۔ و ترى الملائكة حافين من حول...............زمر:۱۳۱
۴۸۲۔ و يحمل عرش ربّك فوقهم يومئذٍ ثمانية.........حاقة:۱۳۱
۴۸۳۔ استوى على العرش يعلم ما يلج فى الأرض..........حديد:۱۳۳
۴۸۴۔ استوى على العرش الرحمن فسئل به..........فرقان:۱۳۴
۴۸۵۔ خلق السموات و الأرض فى ستة.................هود:۱۳۴
۴۸۶۔ و هو الذى سخر البحر لتا كلوا لحماً طرياً و........ نحل:۱۳۵
۴۸۷۔ و الأنعام خلقها لكم فيها دفء و...............نحل:۱۳۵
۴۸۸۔ و الذى خلق الأزواج كلها وجعل................زخرف:۱۳۵
۴۸۹۔ و سخر لكم ما فى السموات وما فى الأرض....جاثيه:۱۳۶
۴۹۰۔ ألم تروا ان الله سخر لكم ما فى السموات وما.......لقمان:۱۳۶
۴۹۱۔ يا قوم ليس بى سفاهة و لكنّى رسول............اعراف:۱۳۹
۴۹۲۔ قل أمر ربّى بالقسط وأقيموا وجوهكم...........اعراف:۱۴۰
۴۹۳۔ آمن الرسول بما أنزل إليه.........................بقره:۱۴۰
۴۹۴۔ أطيعو الله وأطيعوا الرسول و لا...................محمد:۱۴۰
۴۹۵۔ فسجدوا إلّا ابليس كان من................ كهف:۱۴۰
۴۹۶۔ فعقروا الناقة وعتوا..............................اعراف:۱۴۰
۴۹۷۔ و جاء فرعون ومن قبله...........................حاقه:۱۴۱
۴۹۸۔ الذين يقولون ربّنا انّنا آمنّا.....................آل عمران:۱۴۱
۴۹۹۔ و ما كان قولهم إلّا أن قالوا ربّنا....................آل عمران:۱۴۱
۵۰۰۔ ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و كفرعنا...................آل عمران:۱۴۱

۵۰۱۔ ربّ انی ظلمت نفسی فاغفرلی........... قصص:۱۴۱
۵۰۲۔ و الذین عملوا السیّا ت ثم تابوا.............اعراف:۱۴۲
۵۰۳۔ فقلت استغفر وا ربّکم انّه کان غفاراً.............نوح:۱۴۲
۵۰۴۔ فتلقی آدم من ربّه کلمات فتاب............ بقره:۱۴۲
۵۰۵۔ قل یا عبادی الذین أسرفوا علی أنفسهم............ زمر:۱۴۲
۵۰۶۔ لقد کان لِسباءٍ فی مسکنهم آیة جنتان.........سباء:۱۴۲
۵۰۷۔ و انّ ربّك هو یحشرهم..........................حجر:۱۴۳
۵۰۸۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم....................انعام:۱۴۳
۵۰۹۔ اِنّ حسابهم اِلّا علی ربّی..........................شعراء:۱۴۳
۵۱۰۔ ألحمد لله ربّ العالمین الرحمن الرحیم............فا تحه:۱۴۴
۵۱۱۔ اِنّ جهنم کانت مرصاداً..........................نباء:۱۴۴
۵۱۲۔ خلق اِنسان علمه البیان..........................الرحمان:۱۴۴
۵۱۳۔ خلق الإنسان من علق.............................علق:۱۴۵
۵۱۴۔ ذلکم اللهُ ربّکم لا اِله اِلّا هو......................انعام:۱۴۵
۵۱۵۔ ألله لا اِله اِلّا هو له الأسماء الحسنی طه:۱۴۹
۵۱۶۔ ألله یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر....................رعد:۱۵۰
۵۱۷۔ اِنّ الله هو التوّاب الرّحیم.........................توبه:۱۵۰
۵۱۸۔ لیجزیهم الله أحسن ما کانوا یعملون............ بقره:۱۵۰
۵۱۹۔ ألله لا اِله اِلّا هو الحیّ القیوم........................بقره:۱۵۰
۵۲۰۔ وسع ربّی کلّ شیءٍ علما افلا.......................انعام:۱۵۲
۵۲۱۔ و لقد فتنا سلیمان و القینا علی....................صٓ:۱۵۳
۵۲۲۔ یا أیّها النا س اعبدوا ربّکم الذی....................بقره:۱۵۵
۵۲۳۔ و لله یسجد ما فی السموات و الأرض..............نحل:۱۵۵

۵۲۴۔ ضرب اللّٰہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر............ نحل:۱۵۵

۵۲۵۔ ان کلّ من فی السموات و الأرض.........مریم:۱۵۵

۵۲۶۔ فو جدا عبداً من عبا د نا آتینا ہ........... کہف:۱۵۶

۵۲۷۔ انّ ھذہ تذ کرہ فمن شا ء..................مزمّل:۱۵۹

۵۲۸۔ ألم تر الی ربّك کیف مدّ الظّل و لو..........فرقا ن:۱۵۹

۵۲۹۔ فا مّا الذین شقوا ففی النار لھم.....................ھود:۱۵۹

۵۳۰۔ فلن تجد لسنّة اللّٰہ تبد یلاً و لن............ احزاب:۱۶۰

۵۳۱۔ له مقا لید السموات و الأرض........... شوری:۱۶۱

۵۳۲۔ و کأیّن من دا بة لا تحمل رز قھا اللّٰہ.........عنکبو ت:۱۶۱

۵۳۳۔ قل إنّ ربّی یبسط الرزق لمن یشاء........... سبا ء:۱۶۲

۵۳۴۔ و لا تجعل یدك مغلو لة الی عنقك و..............اسراء:۱۶۲

۵۳۵۔ قل اللّھم ما لك الملك تؤ تی الملك.............آل عمرا ن:۱۶۲

۵۳۶۔ و أنك لتھدی إلیٰ صرا ط مستقیم..................شوری:۱۶۴

۵۳۷۔ و جعلنا ھم أئمة یھدون بأمر نا....................انبیا ء:۱۶۵

۵۳۸۔ ھو الذی أرسل رسوله با لھد ی و دین...............توبہ :۱۶۵

۵۳۹۔ شھر رمضا ن الذی أنزل فیه القرآن..................بقرہ:۱۶۵

۵۴۰۔ و أنزل التو راة و الإنجیل من قبل...............آل عمران:۱۶۵

۵۴۱۔ الم نجعل له عینین و لسا ناً و شفتین....................بلد:۱۶۵

۵۴۲۔ و أما ثمود فھد ینا ھم فا ستحبوا العمی..................فصلت:۱۶۵

۵۴۳۔ انما أمرت أن أعبد ربّ ھذہ.....................نمل:۱۶۶

۵۴۴۔ قل یا أیّھا النا س قد جا ء کم الحق................ یونس:۱۶۶

۵۴۵۔ من اھتدی فانّما یھتدی لنفسه و............. اسراء:۱۶۶

۵۴۶۔ و یزید اللّٰہ الذ ین اھتدوا........................مریم:۱۶۷

۵۴۷۔ و الذین اهتدوا زادهم هدی.......................محمد:۱۶۷

۵۴۸۔ و الذین جاهدوا فینا لنهدینهم.......................عنکبوت:۱۶۷

۵۴۹۔ و لقد بعثنا فی کلّ امة رسولا....................... نحل:۱۶۷

۵۵۰۔ فریقاً هدی و فریقاً حق علیهم.......................اعراف:۱۶۸

۵۵۱۔ و الله یهدی من یشاء إلیٰ صراط مستقیم.......................بقره:۱۶۸

۵۵۲۔ من یشاء الله یضلله و من یشاء.......................انعام:۱۶۸

۵۵۳۔ انّك لا تهدی من أحببت ولکن الله.......................قصص:۱۶۸

۵۵۴۔ صراط الذین أنعمت علیهم.......................فاتحه:۱۶۹

۵۵۵۔ أولآءك الذین أنعم الله علیهم من....................... مریم:۱۶۹

۵۵۶۔ و ضربت علیهم الذلّة والمسکنة.......................بقره:۱۶۹

۵۵۷۔ و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن.......................آل عمران:۱۷۰

۵۵۸۔ و اکتب لنا فی هذی الدنیا حسنة و....................... اعراف:۱۷۱

۵۵۹۔ إقترب للناس حسابهم و هم فی غفلة.......................انبیاء:۱۷۲

۵۶۰۔ إنّ هٰؤلاء یحبون العاجلة.......................انسان:۱۷۳

۵۶۱۔ و یقول الذین کفروا لو لا أنزل.......................رعد:۱۷۷

۵۶۲۔ و ما کان لرسول أن یأتی....................... رعد:۱۷۸

۵۶۳۔ ثم أغرقنا بعد الباقین....................... شعراء:۱۷۸

۵۶۴۔ فکذبوه فاهلکناهم ان فی....................... شعراء:۱۷۹

۵۶۵۔ فأرسلنا علیهم الطّوفان والجراد و.......................اعراف:۱۷۹

۵۶۶۔ فمحونا آیة اللیل وجعلنا آیة النّهار....................... اسراء:۱۷۹

۵۶۷۔ و یمحق الله الباطل و یحقّ الحقّ.......................شوریٰ:۱۷۹

۵۶۸۔ و قالوا لن نؤمن لك حتی تفجر لنا....................... اسراء:۱۸۰

۵۶۹۔ یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده.......................رعد:۱۸۰

۵۷۰۔ و اما نرینك بعض الذی نعد هم أو..........................رعد:۱۸۰

۵۷۱۔ هو الذی خلقکم من طین ثم..........................انعام:۱۸۲

۵۷۲۔ فلو لا کانت قریة آمنت فنفعها..........................یونس:۱۸۳

۵۷۳۔ و واعدنا موسی ثلاثین لیلة و.......................... اعراف:۱۸۵

۵۷۴۔ و اذا وعدنا موسی أربعین لیلة ثم..........................بقره:۱۸۵

۵۷۵۔ و لن یؤخر الله نفسا اذا جاء أجلها..........................منافقون:۱۸۸

۵۷۶۔ اِنّ ربّك یقضی بینهم یوم القیامة..........................یونس:۱۹۷

۵۷۷۔ و قضینا الیه ذلك الأمر..........................حجر:۱۹۷

۵۷۸۔ و قضی ربّك الاّ تعبدوا اِلاّ اِیّاه.......................... اسراء:۱۹۷

۵۷۹۔ و اذا قضی أمراً فانّما یقول له کن..........................بقره:۱۹۸

۵۸۰۔ أو لیس الذی خلق السموات و..........................یس:۱۹۸

۵۸۱۔ و لو شاء الله لذهب بسمعهم و..........................بقره:۱۹۸

۵۸۲۔ و فجرنا الأرض عیوناً فالتقی..........................قمر:۱۹۹

۵۸۳۔ فأنجیناه و اهله اِلاّ أمراته قدرنا..........................نمل:۱۹۹

۵۸۴۔ أن أعمل سابغات و قدر فی السّرد..........................سباء:۱۹۹

۵۸۵۔ وان من شیء اِلاّ عندنا خزائنه و.......................... حجر:۱۹۹

۵۸۶۔ ألم نخلقکم من ماءٍ مهین..........................مرسلات:۲۰۰

۵۸۷۔ سنة الله فی الذین خلوا من قبل و..........................احزاب:۲۰۰

۵۸۸۔ کلاّ نُمدُّ هولاء و هولاء من..........................اسراء:۲۰۶

۵۸۹۔ أن تقولوا یوم القیامة اِنا..........................اعراف:۲۰۸

۵۹۰۔ لا یکلف الله نفساً الاّ وسعها..........................بقره:۲۰۸

۵۹۱۔ فِطرة الله التی فطر الناس علیها..........................روم:۲۲۵

۵۹۲۔ یمنون علیك أن أسلموا قل..........................حجرات:۲۲۶

۵۹۳- و لو لا فضل اللّٰه علیکم و رحمة ما زکی منکم.........نور:۲۲۶
۵۹۴- و لو ردّوه الی الرسول و إلیٰ أولی الأمر...........نساء:۲۲۹
۵۹۵- لیس کمثله شیءٌ و هو السمیع البصیر............شوری:۲۳۱
۵۹۶- لا تدرکه الأبصار و هو یدرک الأبصار.........انعام:۲۳۱
۵۹۷- سبحانه و تعالی عمّا یصفون.....................انعام:۲۳۱
۵۹۸- سبحان ربّك رب العزّه عمّا یصفون..........صافات:۲۳۱
۵۹۹- إنّ اللّٰه لا یظلم مثقال ذرّة.....................نساء:۲۳۲
۶۰۰- إنّ اللّٰه لا یظلم الناس شیاءً و لکن............یونس:۲۳۲
۶۰۱- و ما کان لنبی أن یغلّ و من یغلل............آل عمران:۲۳۲
۶۰۲- قل إنّی أخاف أن عصیت ربّی....................انعام:۲۳۲
۶۰۳- و لو تقوّل علینا بعض الأقاویل....................حاقه:۲۳۲
۶۰۴- علیها ملائکة غلاظ شداد..........................تحریم:۲۳۳
۶۰۵- و إذ ابتلی إبراهیم ربّه کلمات....................بقره:۲۳۳
۶۰۶- أدع إلیٰ سبیل ربّك بالحکمة و الموعظة............نحل:۲۳۴
۶۰۷- إنّما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس...............احزاب:۲۳۴
۶۰۸- یا أیّها الذین آمنوا اتّقوا اللّٰه و کونوا...............توبه:۲۳۴
۶۰۹- و تلك حجتنا أتیناها ابراهیم علی قومه.............انعام:۲۳۷
۶۱۰- والذین آمنوا وعملوا الصالحات لا..................اعراف:۲۴۰
۶۱۱- بدیع السموات و الأرض و إذا قضیٰ.................بقره:۲۴۸
۶۱۲- هو الذی خلق السموات و الأرض بالحقّ و..........انعام:۲۴۸
۶۱۳- هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً و.........یونس:۲۴۹
۶۱۴- أولم یروا إنّ اللّٰه الذی خلق السموات...............احقاف:۲۴۹
۶۱۵- أولم یر الذین کفروا إنّ السموات و..................انبیاء:۲۴۹

۶۱۶۔ ثم استویٰ اِلیٰ السّماء و ھی دخان.................. فصلت:۲۵۰

۶۱۷۔ و السّماء بنینا ھا بأ ید و اِنّا لموسعون..............ذاریات:۲۵۱

۶۱۸۔ و لکن اللّٰہ ذو فضل علی العالمین..............بقرہ:۲۵۱

۶۱۹۔ قل اِنّ صلاتي و نُسکی ومحیا ی و..................انعام:۲۵۱

۶۲۰۔ أ لاله الحقّ و الأمر تبارك اللّٰہ ربّ العالمین............اعراف:۲۵۲

۶۲۱۔ و ما أرسلناك اِلّا رحمة للعالمین..................انبیاء:۲۵۲

۶۲۲۔ قل أ انکم لتکفرون بالذی خلق............... فصلت:۲۵۳

ملل ونحل، شعوب وقبایل اور مختلف موضوعات

جلد اول ودوم

(الف)

آئین حنیف ابراہیم: ص ۲۱۸، ۲۱۹۔

آرامی: ۱۳۴۔

اباضیہ: جلد دوم: ۲۲۰

اسرائیلی؛ اسرائیلیات: ۱۰، ۱۳، ۹۳، ۹۴۔ جلد دوم: ۱۱۔

اسلام: ۳، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۲، ۹۳، ۹۹، ۱۰۴، ۱۳۴، ۱۵۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۹، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۶۱، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۸۵، ۳۰۳۔

جلد دوم: ۳، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۲۵، ۲۷، ۳۴، ۴۵، ۱۱۵، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۵۵، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۱، ۱۸۴، ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۶، ۲۲۷۔

اسماعیلیہ: جلد دوم: ۲۲۰۔

اشاعرہ: جلد دوم: ۱۹۳۔

(ب)

بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴، ۵۱، ۱۸۹، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۹، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۹۰، ۲۹۳۔

جلد دوم: ۱۳، ۱۵، ۳۱، ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۱، ۱۰۳۔

بنی لیث: ۲۸۵۔

(ت)

تابوت (الواح): ۱۸۹، ۲۵۲، ۲۵۷، ۲۸۱، ۲۸۳۔

تعلیمیہ: جلد دوم: ۲۱۷۔

(ث)

ثمود: ۲۱۷، ۲۳۱، ۲۴۴۔ جلد دوم: ۱۳۱، ۱۶۵۔

(ج)

جاھلیت: جلد دوم: ۳۴، ۳۶، ۱۸۱۔

(ح)

حجۃ الوداع: ۲۸۵۔

حشویہ: جلد دوم: ۲۱۷۔

حنبلی: جلد دوم: ۲۱۵، ۲۱۶۔

(ز)

زندقہ؛ زندیق؛ زنادقہ: ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۵۴۔ جلد دوم: ۲۱۸۔

زیدیہ: جلد دوم: ۲۲۰۔ ۲۳۰۔

(س)

سبا (قوم): ۱۱۹۔ ۱۸۹۔ جلد دوم: ۱۴۳۔

سریانی: ۲۵۳۔

(ش)

شیعہ: جلد دوم: ۲۰، ۲۲۰، ۲۳۹۔

(ص)

صابئین: ۲۷۹۔

صلح حدیبیہ: ۲۷۸، ۲۷۹۔

صوفی: جلد دوم: ۲۴۰۔

(ع)

عاد: ۲۱۷۔۲۴۴۔

عباسی: ۲۷۹۔

عبری وعبرانی: ۵۴، ۱۲۴، ۲۱۹، ۲۲۴۔ جلد دوم: ۱۵۱

عرب: ۷۔۱۱۔۳۶۔۳۷۔۳۸۔۴۰۔۷۳۔۱۰۵۔۱۴۳۔۱۴۴۔۲۳۲۔۲۶۶۔۲۷۷۔ جلد دوم: ۷۔ ۲۶۔۱۳۲۔۱۵۲۔۲۰۹۔

عمالقہ: جلد دوم: ۳۱۔۵۵۔۵۸۔۶۲۔

(غ)

غزوۂ بدر: ۶۳۔۲۷۹۔

غزوۂ تبوک: ۲۴۴۔

غزوۂ خندق: ۸۰۔

(ف)

فتح مکہ: جلد دوم: ۲۹۔۴۰۔۶۹۔

فرانسیسی: جلد دوم: ۲۱۸۔

(ق)

قدریہ: ۲۵۳۔

قریش: ۲۸۔۵۷۔۱۰۶۔۲۳۲۔۲۳۳۔۲۷۸۔ جلد دوم: ۳۶۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۱۱۸۔۱۸۰۔

(ک)

کلدانی: ۱۹۰، ۲۲۴۔

(ل)

لوح محفوظ: جلد دوم: ۱۷۸، ۱۸۰۔

(م)

مجوس: ۲۲۔۲۷۹۔

مرجئہ: ۱۱۔

مسلمان؛ مسلمانوں: ۱۱۔۱۲۔۶۳۔۶۴۔۷۰۔۹۳۔۹۹۔۱۵۰۔۱۵۳۔۱۷۴۔۱۷۹۔۱۲۲۔۱۸۳۔
۱۸۴۔۱۸۶؛۱۸۷۔۱۸۸۔۲۰۶۔۲۰۸۔۲۱۱۔۲۶۱۔۲۶۴۔۲۶۷۔۲۷۹۔۲۹۶۔۲۹۷۔۳۰۳۔

مسلمین: ۶۴۔۷۰۔۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۲۹۷۔ المسلمون: ۹۹۔۱۳۹۔۲۰۶۔

جلد دوم: ۸۔۲۲۔۲۴۔۲۵۔۳۵۔۳۷۔۴۴۔۴۵۔۹۸۔۱۰۱۔۱۰۴۔۱۰۵۔۱۱۵۔۱۱۷۔۱۲۱۔۱۸۹۔۲۰۰۔
۲۱۴۔۲۲۸۔۲۵۰۔ مسلمین: ۲۱۔۹۸۔۱۰۵۔ المسلمون: ۲۳۔۲۷۔۱۲۱۔

مسیحیت: ۱۸۹۔

مشبہ: جلد دوم: ۲۳۰۔

مشرک؛ مشرکین؛ مشرکوں: ۱۹۔۲۲۔۲۳۔۲۹۔۳۹۔۴۱۔۴۲۔۴۹۔۵۰۔۵۵۔۵۷۔۸۵۔۸۶۔
۹۰۔۱۲۸۔۱۴۳۔۱۸۶۔۲۱۱۔۲۳۳۔۲۷۷۔۲۷۹۔۲۸۱۔۲۹۹۔۳۰۲۔۳۰۳۔

معتزلہ؛ اعتزال: ۱۱۔ جلد دوم: ۱۹۴۔۲۲۰۔۲۲۱۔۲۲۲۔

مکتب اشعری: جلد دوم: ۲۲۳۔

مکتب اہلبیت: ۷۔۸۔۱۲۵۔۲۸۴۔ جلد دوم: ۷۔۸۔۱۴۔۱۸۸۔۲۱۹۔۲۲۷۔۲۳۱۔۲۳۲۔۲۳۳۔
۲۳۴۔۲۳۷۔۲۳۸۔۲۳۹۔۲۴۰۔

مکتب جبر: ۲۵۴۔

مکتب حسی و تجربی: جلد دوم: ۲۱۵۔۲۲۴۔

مکتب خلفاء: ۱۰۔۱۲۵۔۲۲۸۔۲۵۳۔۲۶۰۔۲۶۲۔۲۶۴۔۲۸۴۔ جلد دوم: ۱۴۔۱۷۵۔۱۸۵۔۱۸۶۔
۱۸۸۔۲۱۹۔

مکتب ذوقی و اشراقی: جلد دوم: ۲۱۵۔۲۲۴۔

مکتب سلفی: جلد دوم: ۲۱۹۔

خالص عقلی مکتب: جلد دوم: ۲۱۵۔۲۱۹۔

مکتب فطری: جلد دوم: ۲۱۵۔

مکتب قدریہ: ۲۵۴۔

خالص نقلی کتب: جلد دوم: ۲۱۵۔

(ن)

نصرانی: ۲۲، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۴۔ نصاریٰ: ۵۰۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۱۳۵۔ ۱۷۹۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۳۔ ۲۶۱۔ ۲۹۷۔ ۳۰۳۔ جلد دوم: نصرانی: ۲۲۔ ۲۵۔ ۸۸۔ نصاریٰ: ۲۲۔ ۳۴۔ ۴۵۔ ۶۷۔ ۷۰۔

(و)

واقعہ صفین: ۲۲۵۔

(ھ)

ھذیل: ۲۸۵۔

(ی)

یونانی: ۱۹۰، ۲۲۴، ۲۵۳۔

یھود؛ یہودی: ۲۲، ۵۰، ۵۵، ۵۷، ۱۳۵، ۱۷۹، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۵۳، ۲۵۷، ۲۷۹، ۲۸۹، ۳۰۳۔ جلد دوم: ۲۲، ۲۵، ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۳۱، ۳۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۵۰، ۵۱، ۵۶، ۵۷، ۶۴، ۶۶، ۶۷، ۷۰، ۸۸، ۱۲۹، ۲۲۶۔

ان احادیث وروایات کی فہرست جو اس کتاب میں ذکر ہوئی ہیں

جلد اول

ردیف.........حدیث اور روایت کا متن..........معصومؑ.............صفحہ

۱۔ سلیمان بن داود نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: خداوند تعالی مجھے.....امام باقر علیہ السلام...............۱۰۸

۲۔ اس لئے کہ لوگ اللہ کی قدرت کے کمال تام اور اتمام ہونے کو جانیں.....امام صادق علیہ السلام.....۱۰۹

۳۔ آدم کی بہشت دنیاوی باغوں میں سے ایک باغ ہے کہ اس پر سورج و چاند.....حضرت امام صادق علیہ السلام.........۱۰۹

۴۔ خداوند عالم نے آدم کو ایک مٹھی خاک کہ جو تمام اطراف سے.....رسول خداؐ..........۱۲۹

۵۔ آدم وحوا کا بہشت میں نکلنے کے وقت تک سات گھنٹے قیام..........رسول خداؐ..................۱۲۹

۶۔ یہ روح؛ وہ روح ہے جسے خدا نے خود انتخاب کیا ہے..........امام باقر علیہ السلام..........۱۳۶

۷۔ جب خدا نے آدمؑ کو معاف کرنا چاہا تو جبرئیل کو.....امام صادق..........................۱۳۷

۸۔ خداوند تبارک وتعالی نے آدم سے کہا: تم اور تمہاری زوجہ بہشت میں رہو.....امام رضاؑ.......۱۳۸

۹۔ دو حدیث جو آپس میں تعارض اور ٹکراؤ رکھتی ہوں تو ان کو جو عامہ کی اخبار.....امام صادقؑ.....۲۸۴

۱۰۔ (اوریا اور داود کی داستان میں) فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے عامہ کہتے ہیں.....حضرت امام صادقؑ..........۲۸۴

جلد دوم

ردیف.........حدیث اور روایت کا متن..........معصومؑ.............صفحہ

۱۱۔ صلة الرحم تزید فی العمر و تنفی الفقر.....رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.....................۷۵

۱۲۔ صلة الرّحم تزید فی العمر۔و صدقة السّر...رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.....................۷۵

۱۳۔ صلة الرحم فانها مثراة فی المال و منسأة فی الأجل و.........امام علیؑ.....۷۶
۱۴۔ و صلة الرحم منماة للعدد.............................امیر المؤمنین علیہ السلام.............۷۶
۱۵۔ صوم رجب یهوّن سکرات الموت.............رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ..............۸۷
۱۶۔ مَن مات و لم یحج حجّة الاسلام دو نما.............امام صادق علیہ السلام.............۸۸
۱۷۔ اطو لکم قنو تاً فی دار الدنیا.............رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ.............۹۵
۱۸۔ اذا سجد أحد کم فلیبا شر بکفیه الأرض.............امیر المؤمنین.............۹۶
۱۹۔ من بغی علی فقیرا وتطا ول علیه و استحقره.............رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ.............۹۶
۲۰۔ انّ المتکبرین یجعلون فی صورة الذرة.............امام صادق علیہ السلام.............۹۶
۲۱۔ أربعة یؤ ذون اهل النار علی ما بهم من الاذی.....رسول خداؐ......۹۸
۲۲۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات.........رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..........۱۰۰
۲۳۔ کیا جانتے ہو کہ جہنم کے دروازے کس طرح کے ہیں.......امیر المؤمنین علیہ السلام.........۱۰۰
۲۴۔ جہنم کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر.......ایک معین گروہ ہے اہل.....امیر المؤمنین علیہ السلام.........۱۰۰
۲۵۔ جو کسی مومنین کو راضی اور خوشنود کرے خداوند عزوجل اس کے دین.........امام صادق علیہ السلام.........۱۰۰
۲۶۔ جو کوئی کسی مومن کے غم واندوہ کو دور کرے خدا اس کے غموں کو......امام صادق علیہ السلام.....۱۰۱
۲۷۔ زمین میں خدا کے کچھ بندے ہیں جو ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔.........امام ابوالحسن علیہ السلام.........۱۰۱
۲۸۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت برطرف نہیں کرے گا مگر.......امام صادق علیہ السلام.........۱۱۰
۲۹۔ جو کوئی مومن دنیا میں مصیبت میں دوچار ہو مصیبت کے عالم میں.........امام باقر علیہ السلام.........۱۰۱
۳۰۔ خداوند سبحان نے فرمایا: میں کسی بندہ کو بہشت میں داخل نہیں کروں گا مگر اس کو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.........۱۰۲
۳۱۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو مصیبت میں گرفتار ہو سوائے اس کے.........رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.........۱۰۲
۳۲۔ کوئی مصیبت مسلمان انسان کو نہیں پہونچے گی مگر یہ کہ.......رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.........۱۰۲
۳۳۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو کانٹے یا اس سے بھی سخت تر.........رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..۱۰۲
۳۴۔ کسی قسم کا رنج و گرفتاری۔ درد و مرض اور مصیبت و اندوہ.......رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ......۱۰۲
۳۵۔ الصبر ثلاثة۔ صبر عند المصیبة۔ وصبر علی الطاعة.......رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.........۱۰۳

۳۶۔جب نامہ اعمال کا دفتر کھولا جائے گا اور میزان..........امام صادق علیہ السلام..........۱۰۶

۳۷۔جب خداوند عزوجل تمام اولین و آخرین کو جمع کرے گا......امام زین العابدین علیہ السلام...۱۰۷

۳۸۔جو کوئی دنیا سے نابینا اٹھے جبکہ خدا کے لئے..........امام باقر علیہ السلام..........۱۰۷

۳۹۔من لم یؤ من بحوضی۔الحوض الکوثر۔فلا اوردوہ......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ..........۱۱۳

۴۰۔الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامۃ.........رسولخدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ..........۱۱۳

۴۱۔ثلاثہ یشفعون الی اللّٰہ عزوجل فیشفعون......رسولخدا صلی اللّٰہ علیہ و آلہ..........۱۱۴

۴۲۔یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ۔الانبیاء۔ثم العلماء۔ثم......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ..........۱۱۴

۴۳۔ان رسول اللّٰہ یومئذ یخر ساجداً فیمکث ما شاء اللّٰہ......امام صادق علیہ السلام..........۱۱۴

۴۴۔شفاعتی لاھل الکبائر من امتی..........رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و لہ..........۱۱۴

۴۵۔جو شخص سبحان اللّٰہ کہتا: خداوند..........رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم..........۱۱۸

۴۶۔ان فرطکم علی الحوض من ورد شرب و من......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۱۹

۴۷۔لیردنّ علیّ الحوض رجال ممن صحبنی......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۱۹

۴۸۔ان المرائ یدعی بہ یوم القیامۃ باربعۃ اسماء......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۱۹

۴۹۔من اطاع رجلاً فی معصیۃ فقد عبدہ..........امام صادق علیہ السلام..........۱۵۴

۵۰۔من اصغی الی ناطق فقد عبدہ..........امام رضا علیہ السلام..........۱۵۴

۵۱۔من خرج الینا من العبید فھو حر..........رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۵۵

۵۲۔تعس عبد الدرھم و عبد الدینار..........رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۵۶

۵۳۔من سرّہ۔ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسأ لہ فی......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۸۲

۵۴۔ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب..........رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ..........۱۸۲

۵۵۔ان الدعاء و القضاء لیعتلجان بین السماء و......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۸۳

۵۶۔ان اللّٰہ اری آدم ذریتہ۔فرأی رجلاً ازھر......رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم..........۱۸۵

۵۷۔ما بعث آللہ عزوجل نبیاً حتی یأ خذ علیہ ثلاثاً......امام صادق علیہ السلام..........۱۸۶

۵۸۔ما بعث آللہ نبیاً قطّ حتی یأخذ علیہ ثلاثاً......امام صادق علیہ السلام..........۱۸۷

۵۹۔ما تنبأ نبی قط حتی یقرّلله تعالی......امام صادق علیه السلام ۱۸۷

۶۰۔ما بعث نبیاً قط الاّ بتحریم الخمر......امام رضا علیه السلام..........۱۸۷

۶۱۔اذا کان لیلة القدر۔ نزلت الملائکه والروح......امام صادق علیه السلام..........۱۸۷

۶۲۔تنزل فیها۔ لیلة القدر۔ الملائکه والکتبه الی السماء......امام باقر علیه السلام..........۱۸۸

۶۳۔جب موت آتی ہے اور آسمانی کاتبین اسے لکھ لیتے ہیں......امام باقر علیہ السلام..........۱۸۸

۶۴۔من زعم ان اللّٰہ عزوجل یبدو له فی شیء......امام صادق علیه السلام..........۱۸۸

۶۵۔فواللہ ما علو تم تلعة۔ و لا هبطتم بطن واد......امیرالمومنین..........۲۰۱

۶۶۔ان الناس فی القدر علی ثلاثه اوجه۔ رجل زعم......امام باقر علیه السلام..........۲۰۳

۶۷۔ان اللّٰہ عزوجل لم یطع باکراه و لم یعص......امام رضا علیه السلام..........۲۰۳

۶۸۔لا جبر و لا تفویض و لکن امر بین امرین......امام صادق علیه السلام..........۲۰۵

۶۹۔هلك المتعمقون۔ هلك المتعمقون۔هلك......رسول خدا صلی اللّٰہ علیه واله وسلم..........۲۱۷

۷۰۔کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه......رسول خداؐ..........۲۲۶

۷۱۔انك لم تعرف الحق فتعرف من اتاه......امیرالمومنین..........۲۲۷

۷۲۔لو لا اللہ ما عرفنا۔ و لو لا نحن ما عرف اللّٰہ......امام صادق علیه السلام..........۲۳۵

۷۳۔فسطح الارض علی ظهر الماء و اخرج من الماء دخاناً......امیرالمومنین..........۲۴۱

۷۴۔ انشأ الخلق انشاءً و ابتداهُ ابتداءً......امیرالمومنین علیہ السلام..........۲۴۲

ان اشعار کی فہرست جو اس کتاب میں آئے ہیں

جلد دوم

إذا ما بنو مروان ثُلّت عروشُهم :: وأوَدَت كما اودت إيادٌ وحِمْيَرُ.... ..ص۱۳۲

قد استوىٰ بشر على العراق :: من غير سيفٍ اودمٍ مهراقٍ.......... .ص۱۳۲

وفی کلّ شيءٍ له آية :: تدل علىٰ أنّه واحد...............ص۱۸۷

أنت الإمام الذي نرجو بطاعته :: يوم النُّجاة من الرحمٰن غفرا ناً ص۲۰۲

أوضحت من ديننا ما كان مُلتبساً :: جزاك ربُّك عنّا فيه إحسا ناً......ص۲۰۲

فليس معذرة فی فعل فاحشة :: قد كُنت راكبها فسقاً و عصيا ناً.....ص۲۰۲

مؤلفین اور مصنفین کے ناموں کی فہرست

(الف)

آصف محسنی : جلد دوم: ۲۲۶۔

آمری: جلد دوم: ۲۱۷۔

ابن ابی الحدید: ۱۳۲

ابن اثیر: ۲۲۰۔

ابن بابویہ: جلد دوم: ۲۳۴۔۲۳۷۔

ابن بطہ: جلد دوم: ۲۱۶۔

ابن تیمیہ: جلد دوم: ۲۱۸۔۲۱۹۔

ابن حجر: ۲۵۵۔

ابن حزم: جلد دوم: ۱۹۴۔۲۱۵۔

ابن حبان: ۲۵۵۔

ابن خزیمہ: جلد دوم: ۲۱۶۔

ابن خلکان: ۲۵۳۔

ابن رشد: جلد دوم: ۲۱۸۔۲۱۹۔

ابن سعد: ۱۲۹۔۱۸۸۔

ابن سیناء: جلد دوم: ۲۱۸۔

ابن طفیل: جلد دوم: ۲۱۸۔

ابن طولان: جلد دوم: ۲۳۷۔

ابن عباس جوھری: جلد دوم: ۲۳۷۔

ابن عساکر: جلد دوم: ۱۳۲۔۲۰۱۔

ابن قدامہ: جلد دوم: ۲۱۶۔

ابن کثیر: ۱۸۸۔۲۲۰۔۲۸۴۔جلد دوم: ۵۸۔۱۱۴۔۱۵۲۔۱۸۱۔۱۸۲۔۲۲۲۔

ابن کلبی: جلد دوم: ۱۹۔

ابن ماجہ: جلد دوم: ۱۸۵۔۲۱۸۔

ابن منظور: ۳۸۔

ابن ہشام: ۲۸۵۔

ابوالحسن اشعری: جلد دوم: ۲۱۵۔۲۲۱۔

ابوحاتم: ۲۸۵۔

ابوحنیفہ: ۲۶۴۔

ابوداود: ۱۲۹۔

ابوطالب تجلیل: جلددوم:۲۳۷۔
ابومنصور ماتریدی: جلددوم:۲۲۲۔
ابوہاشم جبائی:۲۳۰۔
احمد آرام: جلددوم:۲۲۵۔
احمد امین: جلددوم:۲۱۵۔
احمد بن حنبل: جلددوم:۱۰۲،۱۱۳،۱۸۲،۱۸۵،۲۱۴،۲۱۶۔
سرسید احمد خان ہندی: جلددوم:۲۲۳۔
احمد محمود صبحی: جلددوم:۲۱۳۔۲۱۷۔۲۱۸۔۲۲۲۔۲۲۴۔
اڈوین پاول ہابل: جلددوم:۲۴۷۔
ارسطاطالیس: جلددوم:۲۱۸۔
ارسطو: جلددوم:۲۱۸۔۲۲۴۔
اقبال لاہوری: جلددوم:۲۲۵۔
الفرد بل: جلددوم:۲۲۲۔
امام الحرمین: جلددوم:۲۱۷۔
اے۔ کریسی مریسون:۳۴۔

(ب)

بحرانی:۱۲۔
بخاری:۲۲۔۲۱۰۔
بطلیموس:۹۱۔
بیگ بانگ: جلددوم:۲۴۷۔
بیہقی: جلددوم:۲۱۹۔

(ت)

ترمذی:۱۲۹۔

(ث)

ثقفی:۱۳۴۔

(ج)

جاحظ: جلددوم:۲۰۔
جبائیان:۲۳۰۔
جورج لامیتر: جلددوم:۲۴۷۔
جمال الدین اسدآبادی: جلددوم:۲۲۵۔
ڈاکٹر جوادعلی:۲۵۳۔
جوھری: جلددوم:۱۵۶۔

(ح)

حارث محاسبی: جلددوم:۲۲۷۔
حافظ محمد سلیم: جلددوم:۲۳۶۔

حرعاملی: جلددوم:۲۳۷۔ حسن بصری:۲۵۱۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔۲۶۰۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳۔
حمیری:۲۵۳۔

(خ)

خازن:۲۶۳۔۲۸۳۔

(د)

دارمی: جلددوم:۲۔۸۹۔
ڈیکارٹ: جلددوم:۲۱۸۔

(ر)

راغب اصفہانی:۱۳۳۔۱۴۴۔۱۵۷۔۲۷۸۔
ریچرڈ واٹس:۱۲۴۔

(ز)

زعفرانی: جلددوم:۲۱۶۔
زھدی حسن جاراللہ: جلددوم:۲۲۱۔

(س)

السبکی: جلددوم:۲۲۲۔
سامی البدری:۱۲۴۔
سکاکی:۳۰۰۔
ڈاکٹر سلیمان دنیا: جلددوم:۲۲۳۔
سمیع عاطف الزین، جلددوم:۲۲۴۔
سیوطی:۱۳۔۱۰۷۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۸۴۔

(ش)

شافعی:۲۶۲۔ جلددوم:۲۱۶۔
شوکانی: جلددوم:۲۱۷۔۲۱۹۔
شہرستانی جلددوم::۱۹۳۔۱۹۴۔ شیخ صدوقؒ:۱۱۱۔۱۲۹۔۲۸۳۔ جلد دوم:۱۰۱۔۱۰۷۔۱۰۹۔۱۱۰۔ ۱۱۸۔۱۱۹۔۱۵۳۔۱۸۶۔۱۸۷۔۲۰۱۔۲۳۵۔
شیخ مفید: جلددوم:۲۳۴۔۲۳۶۔

(ص)

صابونی: جلددوم:۲۱۷۔

(ط)

طبری:۲۲۰۔۲۴۸۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۶۱۔۲۶۳۔ جلددوم:۱۱۴۔۱۵۲۔۱۸۱۔۱۸۳۔۱۸۴۔

طیالسی: جلد دوم: ۱۸۔۱۸۶۔

(ع)

عباس علی براتی: جلد دوم: ۲۱۳۔
عبدالجبار بن احمد ہمدانی: جلد دوم: ۲۲۰۔
عبدالحلیم محمود: جلد دوم: ۲۱۸۔
عبدالرزاق نوفل: جلد دوم: ۲۲۴۔
عبدالوھاب بن احمد: جلد دوم: ۲۲۴۔
عبیداللہ بن حسن عنبری: جلد دوم: ۲۱۷۔
علی بن حسین الموسوی: جلد دوم: ۲۲۹۔
علی بن طاووس: جلد دوم: ۲۲۶۔
علی حسین الجابری: جلد دوم: ۲۱۹۔
علی سامی النشار: جلد دوم: ۲۱۹۔

(غ)

غزالی: جلد دوم: ۲۱۸۔۲۱۹۔۲۲۳۔

(ف)

فارابی: جلد دوم: ۲۱۸۔
فخر رازی: ۲۸۳۔جلد دوم: ۲۱۷۔
فرید وجدی: جلد دوم: ۲۲۴۔
فیروز آبادی: جلد دوم: ۱۵۶۔

(ق)

قاسم رسی: جلد دوم: ۲۲۰۔۲۲۱۔
قاسمی: جلد دوم: ۲۱۹۔
قرطبی: ۲۸۴۔جلد دوم: ۱۰۰۔۱۱۴۔۱۸۳۔
قمی: ۱۳۶۔۲۱۰۔۲۸۳۔

(ک)

کلینی: جلد دوم: ۲۲۷۔
کندی: جلد دوم: ۲۱۸۔

(م)

مالک: ۶۱۔
مجلسی: ۹۲۔۹۳۔جلد دوم: ۱۹۔۱۸۶۔۱۸۸۔
محمد ابوزھرہ: جلد دوم: ۲۲۲۔
محمد بن بابویہ: جلد دوم: ۲۲۴۔
محمد حمید حمداللہ: جلد دوم: ۲۱۵۔
محمد سلیم حافظ: جلد دوم: ۲۲۶۔
محمود شلتوت: جلد دوم: ۲۲۵۔
مخنف بن سلیم: ۲۲۵۔
مرتضی (الشریف) جلد دوم: ۲۲۹۔
مزی: ۲۵۵۔

مسٹر ہاکس امریکی: ۲۲۳۔
مسعودی: ۲۲۰۔۲۲۲۔جلد دوم: ۲۲۱۔
مسلم: ۵۱۔دوم: ۱۸۲۔
معروف بن خربوذ: ۱۰۱۔
مفید (شیخ) جلد دوم: ۲۳۶۔۲۳۸۔
مقاتل بن سلیمان: ۲۶۴۔
مک میلان: جلد دوم: ۲۳۶۔
منصور حلاج: جلد دوم: ۲۲۳۔
موریس بوکیل: جلد دوم: ۲۵۰۔۲۵۲۔
میر جلال الدین حسینی: ۱۳۴۔
میر داماد: ۹۲۔

(ن)

الندیم: ۳۰۰۔
نسائی: جلد دوم: ۱۸۲۔
نصر بن مزاحم: ۲۴۵۔
نظام: جلد دوم: ۲۲۰۔

(و)

واصل بن عطاء: ۲۵۴۔دوم: ۲۲۰۔
واقدی: ۲۷۸۔۲۸۹۔
وھب بن منبہ: ۲۴۷۔۲۵۳۔۲۵۶۔۲۶۰۔۲۶۴۔

(ھ)

ھابل: جلد دوم: ۲۴۷۔

(ی)

الیافعی: جلد دوم: ۲۲۳۔
یاقوت حموی: ۱۲۴۔
یعقوبی: ۲۲۰۔

جغرافیائی مقامات

جلد اول و دوم

(الف)

آرال: ۱۲۴۔

یورپ: ۱۲۹، ۱۸۸، ۲۲۰، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵۔ جلد دوم: ۱۸۶۔

امریکہ: جلد دوم: ۲۴۷۔

اندلس؛ جلد دوم: ۲۱۹۔

یروشلم: ۱۸۹، ۲۵۷۔

(ب)

بابل: ۱۲۴۔۱۲۵۔۲۳۵۔

بازار عکاظ: ۲۰۹۔۲۱۰۔

بدر: ۶۳۔۲۷۹۔

بصرہ: ۵۶۔۲۵۳۔۲۵۵۔جلد دوم: ۱۳۲۔۲۲۱۔

بغداد: ۲۳۵۔۲۶۲۔

بیت اللہ الحرام: ۶۸۔۱۲۵۔۲۶۶۔جلد دوم: ۳۱۔

بیت المقدس: ۱۲۵۔۲۲۹۔جلد دوم: ۳۲۔۳۵۔۳۶۔۵۲۔۶۸۔۷۰۔

بیروت: ۲۲۲۔۲۲۳۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۵۶۔۲۸۴۔جلد دوم: ۲۱۳۔

(پ)

پاکستان: جلد دوم: ۲۳۶۔

(ت)

تبریز: جلد دوم: ۲۳۸۔

تبوک: ۲۴۴۔

تہامہ: ۱۰۷۔۲۰۹۔

تہران: ۸۰۔ جلد دوم: ۲۱۳۔۲۲۷۔۲۳۴۔

(ج)

جیحون: ۱۲۴۔۱۹۰۔

(ح)

حِجر (شہر قوم ثمود) ۲۴۴۔۲۴۵۔

حدیبیہ: ۲۷۸۔۲۷۹۔

(خ)

خوارزم: ۱۲۴۔

خیمۂ اجتماع: جلد دوم: ۵۸۔

(د)

دجلہ: ۱۲۴۔۱۲۵۔

دمشق: جلد دوم: ۱۳۲۔۲۳۶۔

(ر)

روم: ۷۔ جلد دوم: ۲۲۵۔

(س)

ساعیر، سعیر: جلد دوم: ۳۸۔

سباء: ۱۱۷، ۱۱۹۔ جلد دوم: ۱۴۳۔

سینا: ۲۲۳۔ جلد دوم: ۳۸۔۴۰۔۵۵۔۶۲۔

(ش)

شام:۱۱۱_۲۲۴_ جلددوم:۳۱_۵۸_۲۰۸_۲۱۹_

شعار:۱۲۵_

(ص)

صراۃ:۲۲۵_

صفین:۸۰_۲۲۵_

(ع)

عدن:۱۹۰_۱۹۲،۲۳۶_

عراق:۱۲۴_۱۲۵_۲۲۵_جلددوم:۱۳۲_۲۰۱_

عرفات:۱۲۵_۱۳۷_۲۲۴_جلددوم:۱۸_۲۴_۶۱_

(غ)

غارحراء:جلددوم:۳۹_

(ف)

فاران:جلددوم:۳۸_

فرات:۱۲۴_۱۲۵_۱۲۶_۱۹۰_

فلسطین:۹۸_

فیشون:۱۲۴_

(ق)

قاھرہ:جلددوم:۵۶_

قم:۸۰_جلددوم:۲۲۶_۲۳۳_۲۳۷_

(ک)

کعبہ:۱۰۶_۱۵۳_۲۲۳_ جلددوم:۱۸_۲۱_۲۲_۲۶_۳۳_۳۵_۳۶_۴۱_۶۸_۱۸۱_۲۳۲_

کوفہ:۱۲۵_۲۲۵_۲۵۴_ جلددوم:۲۰۸_

کوہ ابوقبیس:۱۲۵_

کوہ سعیر: جلددوم: ۳۸۔۴۰۔

کوہ سینا: ۲۲۳۔ جلددوم: ۴۰۔

کوہ صیھون: ۱۸۹۔

کوہ طور: جلددوم: ۳۲۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔

(ل)

لندن: ۱۲۴۔ ۱۹۰۔ ۲۲۴۔ جلددوم: ۳۸۔ ۳۹۔

(م)

مدین: ۲۱۷۔

مدینہ: ۲۲۴۔ ۲۶۷۔ جلددوم: ۴۶۔ ۷۰۔

مروہ: جلددوم: ۱۸۔

مسجدالحرام: جلددوم: ۳۵، ۴۵، ۶۷۔

مشعرالحرام: جلددوم: ۱۸، ۲۴، ۶۱۔

مشھد: ۸۰۔

مصر: ۲۳۱۔ ۲۸۵، ۲۹۰۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۶۔ جلددوم: ۴۱۔ ۵۴۔ ۵۸۔ ۱۵۶۔ ۲۱۹۔ ۲۲۴۔

مقام ابراہیم علیہ السلام: جلددوم: ۲۱۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔

مکہ: ۱۲۵۔ ۱۵۴۔ ۲۱۰۔ ۲۳۳۔ ۲۶۶۔ ۲۷۱۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ جلددوم: ۱۷۔ ۲۹۔ ۴۰۔ ۶۶۔

منٰی: ۱۲۵۔ ۱۳۷۔ ۲۴۴۔ جلددوم: ۱۸۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۶۱۔

موصل: جلددوم: ۱۸۴۔

(ن)

ناصرہ: ۱۸۹۔

نجد: جلددوم: ۲۱۹۔

نجف اشرف: ۱۲۵۔ ۱۲۶۔

نصیبین: ۱۰۷۔

نینوا: جلد دوم: ۱۸۴۔

(و)

وادی القریٰ: ۲۴۴۔

وادی مجنہ: ۲۱۰۔

(ہ)

ہند (ہندوستان): ۴۴۔۱۲۵۔۲۲۹۔جلد دوم: ۲۲۴۔

ھیکل سلیمان: جلد دوم: ۵۸۔

(ی)

یمن: ۹۸۔۱۰۷۔۱۱۱۔۲۲۹۔۲۵۳۔

کتابوں کی فہرست

جلداول ودوم

(الف)

اثبات الوصیۃ: ۲۲۲۔

اثبات الهداة با لنصوص و المعجز ات: جلددوم: ۲۳۷۔

احیای تفکر دینی دراسلام: جلددوم: ۲۳۵۔

اخبار الزمان: ۲۲۰۔۲۲۲۔

اخبار مکہ: ۱۷۔

ارشاد الفحول: جلددوم: ۲۱۷۔۲۱۹۔

ارغنون: جلددوم: ۲۱۸۔

اسد الغابۃ۔۲۶۶۔

اسرائیلیات واثر آن در کتابھای تفسیر: ۲۸۴۔

اصول کافی؛ جلددوم: ۱۰۱۔۱۵۴۔۲۱۷۔

الاحکام فی اصول الاحکام: جلددوم: ۲۱۷۔

الارشاد الی قواطع الادلہ: جلددوم: ۲۱۸۔

الاسلام فی عصر العلم: جلددوم: ۲۲۴۔

الجام العوام عن علم الکلام: جلددوم: ۲۱۸۔۲۲۳۔

امالی شیخ مفید: جلددوم: ۱۸۸۔

امالی صدوق: ۲۸۲۔جلددوم: ۱۱۹۔

امتاع الاسماع:۲۳۵۔

انجیل:۱۳۔۲۸۔۱۴۸۔۱۹۶۔۲۲۲۔۲۲۴۔جلددوم:۴۰۔۴۱۔۵۹۔۶۴۔۷۰۔۱۶۵۔۱۷۱۔۲۰۹۔

اوائل المقالات:جلددوم:۲۱۹۔۲۳۴۔۲۳۸۔۲۳۹۔

(ب)

البدایہ والنھایہ:جلددوم:۲۲۲۔

البرھان:۱۲۔

بحار الانوار: ۸۳۔۹۳۔۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱۔۱۲۹۔۱۳۰۔۱۳۳۔۱۳۶۔۱۳۷۔۱۳۸۔۲۱۰۔۲۱۸۔۲۳۰۔ ۲۳۵۔۲۸۲۔۲۸۴۔جلددوم:۱۸۔۱۹۔۵۶۔۵۱۔۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۳۔۱۰۶۔۱۰۷۔۱۱۲۔۱۱۴۔۱۱۹۔۱۳۲۔۱۸۱۔ ۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۲۰۴۔

بصائرالدرجات: ۲۳۵۔

(ت)

تاج العروس:جلددوم:۱۲۸۔

تاریخ ابن اثیر:۲۲۰۔

تاریخ ابن کثیر:۱۸۸۔۲۲۰۔

تاریخ ابن عساکر:جلددوم:۱۳۲۔

تاریخ الجھمیہ والمعتزلہ:۱۱۹۔

تاریخ العرب قبل الاسلام:۲۵۳۔

تاریخ المذاھب الاسلامیہ:جلددوم:۲۲۲۔

تاریخ بغداد:۲۶۴۔

تاریخ دمشق:جلددوم:۱۳۲۔

تاریخ طبری:۲۲۰۔

التحقیق فی کلمات القرآن:جلددوم:۱۳۲۔

تصحیح الاعتقاد:جلددوم:۲۳۶۔

تفسیر ابن کثیر: جلد دوم: ۲۹۔۵۸۔۱۱۴۔۱۵۴۔۱۸۱۔۱۸۲۔

تفسیر القرآن الکریم محمود شلتوت: جلد دوم: ۲۲۵۔

تفسیر المیزان: ۲۶۵۔

تفسیر تبیان: جلد دوم: ۲۰۔

تفسیر خازن: ۲۶۳۔۲۸۳۔

تفسیر سیوطی: ۱۲۔ جلد دوم: ۵۶۔۵۸۔۱۰۰۔

تفسیر طبری: ۲۱۹۔۲۲۸۔۲۵۱۔۲۵۴۔ جلد دوم: ۲۹۔۳۱۔۵۶۔۵۸۔۶۰۔۷۰۔۱۱۴۔۱۸۱۔۱۸۳۔۱۸۴۔

تفسیر علی بن ابراہیم: ۲۱۰۔ جلد دوم: ۱۸۸۔

تفسیر فخر رازی: ۱۸۳۔

تفسیر قرطبی: ۲۸۴۔ جلد دوم: ۱۳۱۔۱۰۰۔۱۱۴۔۱۶۳۔۱۶۴۔

تفسیر قمی: ۱۳۶۔۲۱۰۔۲۸۴۔

تنزیہ الانبیاء: ۲۸۳۔

التوحید الخالص: جلد دوم: ۲۱۸۔

توحید صدوق: ۱۳۶۔ جلد دوم: ۱۵۳۔۱۸۶۔۱۸۷۔۲۰۱۔۲۰۳۔۲۰۴۔۲۲۵۔

توریت؛ تورات: ۱۳۔۱۴۔۲۸۔۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۸۔۱۸۹۔۱۹۰۔۱۹۳۔۱۹۶۔۲۱۰۔۲۲۲۔۲۲۳۔۲۲۴۔
۲۵۱۔۲۵۶۔۲۶۰۔۲۶۲۔ جلد دوم: ۲۸۔۳۰۔۳۱۔۳۳۔۴۷۔۴۹۔۵۰۔۵۵۔۶۰تا۶۲، ۶۳، ۶۴۔۶۶۔
۶۸۔۱۶۵۔۱۷۱۔۲۰۹۔

تہافت التہافت: جلد دوم: ۲۱۹۔

تہافت الفلاسفہ: جلد دوم: ۲۱۹۔

تہذیب التہذیب۔۲۵۵۔۲۵۶۔۲۶۲۔ جلد دوم: ۱۸۱۔

تہذیب الکمال مزی: ۲۵۵۔

(ث)

ثواب الاعمال: جلد دوم: ۷۹۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۵، ۹۶، ۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۷۔۱۱۸۔

(ح)

الحقیقۃ فی نظر الغزالی: جلددوم: ۲۲۳۔

(خ)

خصال شیخ صدوق: ۱۱۱۔۱۲۹۔۲۱۸۔جلددوم: ۱۰۹۔۱۱۰۔

(د)

دائرۃ المعارف مک میلان: جلددوم: ۲۳۶۔

الدر المنثور سیوطی: ۱۲۔۱۰۷۔۲۶۲۔جلددوم: ۲۹۔۹۱۔۱۰۰۔

دو مکتب در اسلام: ۲۱۹۔

رسائل الشریف المرتضی: جلددوم: ۲۲۹۔

رسائل العدل والتوحید: جلددوم: ۲۲۰۔۲۲۱۔

رسالۃ الرد علی المنطق: جلددوم: ۲۱۸۔

رسالۃ تحریم النظر فی علم الکلام: جلددوم: ۲۱۶۔

رسالۃ عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث: جلددوم: ۲۱۷۔

(ز)

زبور (داود): ۱۴۷۔۱۴۸۔۲۳۹۔

(س)

سفینۃ البحار: ۲۲۔جلددوم: ۸۹۔

سنن ابن ماجہ: جلددوم: ۸۹۔۱۱۴۔۱۵۶۔۱۸۳۔

سنن ابوداود: ۲۲۔۱۲۹۔جلددوم: ۸۹۔

سنن ترمذی: ۲۲۔۱۲۹۔جلددوم: ۱۱۴۔۱۸۶۔

سنن دارمی: ۲۔

سیرہ ابن ھشام: ۲۸۵۔جلددوم: ۲۱۵۔

(ش)

الشامل: جلددوم:۲۱۷۔

الشذرات الذہبیہ: جلددوم:۲۳۷۔

شرح الاصول الخمسہ: جلددوم:۲۲۰۔

شرح الترتیب: جلددوم:۲۱۷۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۱۳۲۔

(ص)

صحیح بخاری:۲۲۔۲۱۰۔جلددوم:۱۹۔۸۹۔۱۰۲۔۱۸۳۔۲۲۶۔

صحاح جوہری: جلددوم:۱۵۶۔

صحیح مسلم:۲۲۔۱۶۳۔۲۰۹۔جلددوم:۲۔۱۷۔۸۹۔۱۰۲۔۱۸۲۔۲۲۶۔

صراط الحق: جلددوم:۲۲۶۔

الصوفیہ فی نظر الاسلام: جلددوم:۲۲۴۔

صون المنطق والکلام: جلددوم:۲۱۹۔

(ط)

طبقات ابن سعد:۱۲۹۔۱۸۸۔۲۲۰۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔جلددوم:۱۷۔۱۸۔۱۸۶۔

طبقات الشافعیہ: جلددوم:۲۲۲۔

(ع)

عبداللہ بن سباء: جلددوم:۲۰۹۔

العروۃ الوثقی: جلددوم:۲۲۵۔

عقاب الاعمال: جلددوم:۹۹۔

علل الشرائع:۱۰۹۔۱۳۳۔۲۳۰۔۲۳۵۔جلددوم:۱۸۸۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام:۱۰۹۔۱۳۷۔۱۳۸۔۲۳۰۔۲۸۲۔۲۸۳۔جلددوم:۱۱۳۔۱۵۴۔

(غ)

الغارات:۱۳۴۔

(ف)

الفرق الاسلامیہ فی شمال الافریقی: جلد دوم:۲۲۲۔

الفصل فی الملل والاھواء والنحل: جلد دوم:۱۹۳۔۱۹۴۔۲۱۵۔

الفکر السلفی عند الاثنی عشریہ: جلد دوم:۲۱۹۔

فتوحات مکیہ جلد دوم:۲۲۴۔

فجر الاسلام: جلد دوم:۲۱۵۔

فرھنگ دو مکتب:۲۱۹۔

فصل المقال بین الحکمۃ و......: جلد دوم:۲۱۹۔

(ق)

قاموس قرآن:۱۵۷۔

قاموس کتاب مقدس:۱۲۴۔۱۲۵۔۱۸۹۔۲۲۳۔۲۲۵۔جلد دوم:۵۸۔

قاموس اللغۃ: جلد دوم:۱۵۶۔

القرآن الکریم وروایات المدرستین:۱۰۔۹۳۔۲۸۴۔جلد دوم:۳۰۔

قرآن:۹،۱۱،۳۸،۵۶،۵۷،۶۱،۶۴،۶۹،۷۰،۷۲،۷۳،۷۴،۷۸،۸۱،۸۴،۸۷،۸۸،۹۰،۹۱۔

۹۲،۹۴،۱۰۷،۱۱۲،۱۱۳،۱۲۰،۱۴۳،۱۴۸،۱۵۰،۱۵۴،۱۶۹،۲۰۵،۲۰۶،۲۲۵،۲۲۳،۲۴۴،۲۵۶،۲۶۱۔

جلد دوم:۷،۸،۱۶۰،۲۲۵،۲۵۰۔

قصص الانبیاء:۱۱۹۔

(ک)

کافی: جلد دوم:۱۰۰۔۱۰۱۔۱۵۴۔۲۰۴۔۲۲۷۔

کتاب مقدس عہد عتیق:۱۲۴۔

کشف الظنون:۲۵۳۔

کشف المحجۃ: جلد دوم:۲۲۶۔

کمال الدین وتمام النعمۃ: جلد دوم:۲۳۴۔

الکنی والالقاب:۲۵۵۔

(ل)

لسان العرب:۳۸۔۱۵۷۔جلددوم:۲۰۔۱۳۲۔

(م)

مجمع البیان:۲۷۸۔۲۸۳۔جلددوم:۲۰۔۵۶۔۷۰۔۱۰۰۔۱۸۴۔

مجمع الفتاوی:جلددوم:۲۱۸۔

مجموعۃ الوثائق السیاسیہ:جلددوم:۲۱۵.

مرآۃ الجنان:جلددوم:۲۲۲۔

مروج الذہب:جلددوم:۲۲۱۔

المسائل الجارودیہ؛جلددوم:۲۳۳۔۲۳۷۔

المسلمون والعلم الحدیث:جلددوم:۲۲۵۔

مسند احمد بن حنبل:۲۔۲۲۔۱۲۹۔۱۶۳۔۲۱۸۔جلددوم:۲۔۱۷۔۱۸۔۸۹۔۱۰۲۔۱۱۳۔۱۵۵۔۱۸۲۔
۱۸۶۔۲۱۴۔۲۲۶۔

مسند طیالسی:جلددوم:۱۸۔۱۸۶۔

معالم المدرستین:۱۲۔۲۸۴۔جلددوم:۷۹۔۲۰۹۔

معانی الاخبار صدوق:۱۳۶۔۱۶۴۔۲۱۸۔جلددوم:۱۰۱۔

معجم البلدان:۱۲۴۔۱۲۵۔

معجم الفاظ القرآن:۱۶۱۔جلددوم:۱۹۔۱۵۶۔

معجم المفہرس:جلددوم:۱۲۹۔

معجم الوسیط:۱۵۷۔جلددوم:۷۶۔۱۳۲۔

المعتزلہ(کتاب): جلددوم:۲۲۱۔

مغازی واقدی:۲۴۵۔۲۷۸۔

مفردات الفاظ القرآن راغب:۱۵۷۔۱۶۱۔۲۷۸۔جلددوم:۱۲۷۔۱۳۲۔۱۵۶۔

مقالات الاسلامیین: جلد دوم: ۱۱۵۔

مقتضب الاثر فی النص علی......: جلد دوم: ۲۳۷۔

الملل والنحل: جلد دوم: ۲۲۲۔

مناهج البحث عن مفکری الاسلام: جلد دوم: ۲۱۹۔

من لا یحضره الفقیہ: ۱۹۳۔

موطأ مالک: ۲۲۔

میزان الاعتدال: ۲۵۳۔۲۶۲۔

(ن)

نقش ائمہ در احیاء دین: ۱۰۔۲۶۱۔

نور الثقلین: ۱۳۷۔۲۸۳۔

نہج البلاغہ: ۸۳۔جلد دوم: ۷۶۔۲۲۸۔

(و)

وسائل الشیعہ: جلد دوم: ۱۵۴۔

وفیات الاعیان: ۲۵۳۔۲۵۵۔۲۶۲۔

وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم: ۲۳۵۔

(ی)

ایک سو پچاس جعلی صحابی: ۲۵۵۔جلد دوم: ۴۰۔

''الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر'' جلد دوم: ۲۲۴۔

فہرست

حرف اول ۷

مقدمہ: اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں ۹

مباحث کی سرخیاں ۱۳

[۱] صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ ۱۵

آدم، نوح، ابراہیم اور محمد ﷺ کی شریعتوں میں اتحاد و یگانگت ۱۷

اول: حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ۱۷

دوم: ابوالانبیاء حضرت نوح علیہ السلام ۱۸

کلمات کی تشریح ۱۹

آیات کی مختصر تفسیر ۲۰

سوم: خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۱

کلمات کی تشریح ۲۳

آیات کی مختصر تفسیر ۲۴

بحث کا نتیجہ ۲۵

"نسخ و آیت" کی اصطلاح اور ان کے معنی ۲۹

اول: نسخ ۲۹

دوم: آیت ۲۹

آیہ نسخ اور آیہ تبدیل کی تفسیر ۳۱

آیۂ نسخ ۳۱
آیۂ تبدیل ۳۶
کلمات کی تشریح ۳۸
"مصدقاً لما معکم" کی تفسیر میں بحث کا نتیجہ: ۴۰
تفسیر آیات ۴۲
موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بنی اسرائیل کے لئے مخصوص ہے ۴۷
موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نسخ کی حقیقت ۴۷
پہلے:۔ بنی اسرائیل کو نعمات خداوندی کی یاددہانی ۴۷
دوسرے:۔ توریت اور اس کے بعض احکام ۴۹
تیسرے:۔ خداوند عالم کی بنی اسرائیل پر نعمتیں اور ان کی سرکشی اور نافرمانی ۵۱
کلمات کی تشریح ۵۳
آیات کی تفسیر ۵۵
بحث کا نتیجہ ۵۸
ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی ۶۰
نسخ کی بحث کا خلاصہ اور اسکا نتیجہ ۶۱
آیۂ تبدیل کی شان نزول ۶۵
[۲] رب العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا ۷۳
انسان اور دنیا میں اس کے عمل کی جزا ۷۵
کلمات کی تشریح ۷۸
دنیا وآخرت کی جزا ۷۸
انسان اور آخرت میں اس کی جزا ۸۰
کلمات کی تشریح ۸۲
آغاز کی جانب بازگشت ۸۳

موت کے وقت انسان کی جزا...... ۸۶
کلمات کی تشریح...... ۸۸
قبر میں انسان کی جزا...... ۸۹
انسان اور محشر میں اس کی...... ۹۰
الف:۔ صور پھونکنے کے وقت...... ۹۰
کلمات کی تشریح...... ۹۲
روز قیامت کے مناظر کے بارے میں...... ۹۳
کلمات کی تشریح...... ۹۵
انسان اور جنت وجہنم میں اس کی جزا...... ۹۷
کلمات کی تشریح...... ۹۹
روایات میں آیات کی تفسیر...... ۱۰۰
صبر وتحمل کی جزا...... ۱۰۳
کلمات کی تشریح...... ۱۰۶
روایات میں صابروں کی جزا...... ۱۰۶
عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے...... ۱۰۸
کلمات کی تشریح...... ۱۰۹
مرنے کے بعد عمل کے آثار ونتائج...... ۱۰۹
شفاعت کی لیاقت؛ بعض اعمال کی جزا...... ۱۱۱
شفاعت کی تعریف...... ۱۱۱
شفاعت قرآن کی روشنی میں...... ۱۱۱
آیات کی تفسیر...... ۱۱۲
شفاعت روایات کی روشنی میں...... ۱۱۳
بحث کا نتیجہ...... ۱۱۵

پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے.......... ۱۱۶
گزشتہ بحث کا خلاصہ.......... ۱۱۹
جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں.......... ۱۲۰
جزا و سزا کی بحث کا خلاصہ.......... ۱۲۲
[۳] رب العالمین کے بعض اسماء وصفات.......... ۱۲۵
۱۔ اسم کے معنی.......... ۱۲۷
۲۔۳۔ رحمٰن ورحیم کے معنی.......... ۱۲۷
۴۔ ذوالعرش اور رب العرش.......... ۱۳۰
کلمات کی تشریح.......... ۱۳۱
آیات کی تفسیر.......... ۱۳۳
بحث کا خلاصہ.......... ۱۴۴
[۴] اللہ کے اسمائے حسنیٰ.......... ۱۴۷
۱۔ اللہ.......... ۱۴۹
۲۔ کرسی.......... ۱۵۲
عبد وعبادت.......... ۱۵۴
[۵] ربّ العالمین کی مشیت.......... ۱۵۷
۱:۔ لغت اور قرآن کریم میں مشیت کے معنی.......... ۱۵۹
الف:۔ مشیت کے لغوی معنی.......... ۱۵۹
ب:۔ مشیت قرآنی اصطلاح میں.......... ۱۶۰
دوسرے:۔ رزق اور روزی میں خدا کی مشیت.......... ۱۶۱
خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟.......... ۱۶۳
تیسرے:۔ مشیت خداوندی ہدایت وراہنمائی میں.......... ۱۶۴
الف:۔ تعلیمی ہدایت.......... ۱۶۴

ب:۔ انسان اور ہدایت یا گمراہی کا انتخاب ۱۶۶
ہدایت طلب انسان اور اللہ کی امداد (توفیق) ۱۶۷
ج:۔ ہدایت یعنی مشیت الٰہی سے ایمان وعمل کی توفیق ۱۶۸
کلمات کی تشریح ۱۶۸
چہارم:۔ اللہ کی مشیت عذاب ورحمت میں ۱۷۱
[۶] بداء یا محو واثبات ۱۷۵
اول۔ بداء کے لغوی معنی ۱۷۷
اول: اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں بدأ کے معنی ۱۷۷
سوم: بداء قرآن کریم کی روشنی میں ۱۷۷
کلمات کی تشریح ۱۷۸
آیات کی تفسیر ۱۸۰
کلمات کی تشریح ۱۸۴
آیت کی تفسیر ۱۸۴
چہارم:۔ بداء مکتب خلفاء کی روایات میں ۱۸۵
پنجم:۔ بداء ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں ۱۸۶
عقیدہ بدا کا فائدہ ۱۸۹
[۷] جبر وتفویض اور اختیار ۱۹۱
الف:۔ جبر کے لغوی معنی ۱۹۳
ب:۔ جبر اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں ۱۹۳
ج:۔ تفویض کے لغوی معنی ۱۹۳
د:۔ تفویض اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں ۱۹۳
ھ:۔ اختیار کے لغوی معنی ۱۹۴
و:۔ اختیار؛ اسلامی عقائد علماء کی اصطلاح میں ۱۹۴

[۸] قضاوقدر..... ۱۹۵
قضا و قدر کے معنی..... ۱۹۷
الف:۔ مادہ 'قضا کے بعض معانی..... ۱۹۷
ب:۔ مادہ "قَدَر" کے بعض معانی..... ۱۹۸
ج:۔ قدَر کے معنی..... ۱۹۹
د:۔ قدْر کے معنی..... ۱۹۹
قضاوقدر سے متعلق ائمہ اہل بیتؑ کی روایات..... ۲۰۱
روایات کی تشریح..... ۲۰۵
چند سوال اور جواب..... ۲۰۷
پہلے اور دوسرے سوال کا جواب..... ۲۰۷
تیسرے سوال کا جواب..... ۲۰۸
چوتھے سوال کا جواب..... ۲۰۸
[۹] ملحقات..... ۲۱۱
اسلامی عقائد میں بحث و تحقیق کے راستے..... ۲۱۳
اہل بیت کی راہ قرآن کی راہ ہے..... ۲۳۱
مکتب اہل بیت میں عقل کا مقام..... ۲۳۴
روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات..... ۲۴۱
کون وہستی یا عالم طبیعت قرآن کریم کی روشنی میں..... ۲۴۶
[۱۰] فہرستیں..... ۲۵۵
اسماء کی فہرست..... ۲۵۷
آیات کی فہرست..... ۲۷۳
ملل ونحل وشعوب وقبائل اور مختلف موضوعات..... ۳۰۱
احادیث کی فہرست..... ۳۰۶

اشعار کی فہرست ۳۱۰
مؤلفین و مصنفین کی فہرست ۳۱۱
جغرافیائی مقامات ۳۱۶
کتابوں کی فہرست ۳۲۱
فہرست کتاب ۳۲۹

مجمع جهانی اهل بیت علیهم السلام
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-055-4
9 789645 290557